www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ
المرشد
لاھور

اللہ
رسول
محمد

اکتوبر / نومبر
2002ء

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى
القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

خصوصی شمارہ ـــ سالانہ اجتماع نمبر

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین — نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

اکتوبر/نومبر 2002ء (رجب/شعبان/رمضان 1423ھ)

جلد نمبر 24 ✲ شمارہ نمبر 3+4

مدیر —— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✲ سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر: رانا جاوید احمد

اجتماع نمبر (خصوصی شمارہ) قیمت 50 روپے

CPL No. 3

اس شمارے میں

1-	اداریہ۔	محمد اسلم	3
2-	محبتیں بانٹئے	امیر محمد اکرم اعوان	4
3-	ذکر کا پھل	امیر محمد اکرم اعوان	10
4-	شیطان کی پیروی مت کرو	امیر محمد اکرم اعوان	15
5-	تکبر اور اپنا محاسبہ......یقین محکم	امیر محمد اکرم اعوان	20
6-	اک نظر ذرا ماضی پر	امیر محمد اکرم اعوان	30
7-	اللہ کی راہ میں کوشش	امیر محمد اکرم اعوان	34
8-	یقین کامل کی کمی کے نتائج	امیر محمد اکرم اعوان	47
9-	احکام الٰہی کو جھٹلانے والا رہنمائی نہیں پاسکتا	امیر محمد اکرم اعوان	54
10-	سوال برائے اعتراض	امیر محمد اکرم اعوان	58
11-	سلامتی ہو اللہ کے بندوں پر	امیر محمد اکرم اعوان	63
12-	علم کیا ہے	امیر محمد اکرم اعوان	67
13-	رحمت کا دروازہ	امیر محمد اکرم اعوان	76
14-	وساوس اور ان کا علاج	امیر محمد اکرم اعوان	81
15-	اپنا معاوضہ اپنے پاس رکھیں	امیر محمد اکرم اعوان	86
16-	قرب الٰہی کیسے ممکن ہے	امیر محمد اکرم اعوان	95
17-	بیعت کی اہمیت اور ٹوٹنے کا نقصانات	امیر محمد اکرم اعوان	100
18-	قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا	امیر محمد اکرم اعوان	108
19-	دل اک آئینہ	امیر محمد اکرم اعوان	114
20-	دین کرشمہ سازی نہیں	امیر محمد اکرم اعوان	118
21-	جی پی فنڈ کا شرعی حکم	محمد عبداللہ، کراچی	127
22-	مراسلات	قارئین	128

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت ،سری لنکا ،بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ ۔ یورپ	30 اسٹرلنگ پونڈ	150 اسٹرلنگ پونڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365 — ناشر ۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے ۔ ٹی ۔ ایم ۔ بلڈنگ پیل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد ۔ فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk — E.Mail : info@alikhwan.org.pk

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ۔ فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اکتوبر/نومبر 2002ء

سالانہ اجتماع نمبر

خاص شمارہ

المرشد اس مرتبہ اپنا خاص شمارہ سالانہ اجتماع نمبر شائع کر رہا ہے۔ اس شمارہ کو حضرت جی کی صرف سالانہ اجتماع کے موقع پر کی گئی تقاریر سے ہی مزین کیا ہے۔

(ادارہ)

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک نظر ذرا ماضی پر

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی ایک مسلمان کو بھی ذکر سے آشنا کر دیا جائے تو یہ بہت بڑا جہاد ہے۔ جہاد صرف تلوار سے ہی نہیں ہوتا۔ تلوار سے جہاد کی باری تب آتی ہے جب کوئی تلوار کے دھنی پیدا کیئے جائیں۔ کوئی تلوار اٹھانے والے بازو بھی بنائے جائیں۔ کوئی تلوار سہنے والے جگر اور سینے بھی بنائے جائیں۔ تو کسی ایک مسلمان کو اللہ اللہ سے آشنا کرانا ایسا ہے کہ گویا آپ نے عالم اسلام کو ایک غازی، ایک سپاہی دے دیا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع.... دارالعرفان
منارہ، 04-08-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

پہلے بہت اچھا سوال کیا کسی نے اور واقعی بات قابل غور ہے کہ آج بھی قرآن حکیم وہی ہے ہمارے پاس جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور ارکان دین بھی وہی ہیں، اوامر ونواہی بھی وہی ہیں، اللہ بھی وہی ہے اور اللہ کا نبی بھی وہی ہے، نبوت بھی وہی ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ اس زمانے میں مٹھی بھر لوگوں نے صحرا سے، خانہ بدوشی سے اور ایک بے آباد ملک سے اٹھ کر پوری دنیا کو مسخر کر ڈالا۔

آج جبکہ ہم دنیا میں، اقوام عالم میں سب سے بڑی قوم اور آبادی کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہیں------ دنیا کی آبادی کم وبیش چھ ارب کے لگ بھگ ہے جس میں دو ارب کے لگ بھگ صرف ایک قوم ہے "مسلمان"۔ اور باقی چار ارب میں ایک سو بائیس اقوام شامل ہیں۔ دنیا کی ایک سو بائیس معروف اقوام مل کر چار ارب بنتی ہیں جبکہ اکیلی ایک قوم مسلمان دو ارب بنتی ہے یعنی ہر تیسرا بندہ مسلمان ہے۔ اور ہمیں ہر جگہ مار پڑ رہی ہے، ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں۔ جن ملکوں کو ہم اپنا ملک کہتے ہیں شاید وہ بھی ہمارے نہیں ہیں۔ جب ان کی پالیسیاں ہم اپنی مرضی سے نہیں بنا سکتے، جب ان میں نظام ہم اپنی مرضی کا رائج نہیں کر سکتے، جب ان کی صلح و جنگ پر ہمارا کوئی اختیار نہیں، کوئی ہمیں لڑا دیتا ہے تو ہم لڑ پڑتے ہیں، کوئی ہمیں ہٹا دیتا ہے تو رک جاتے ہیں۔

پورا زور لگایا ہم نے بھی، پھر حکومت نے بھی کہ سودی نظام بدل جائے، اس کا متبادل نظام بھی بن گیا، اعلان بھی ہو گیا کہ یکم جولائی سے اسے نافذ کر دیا جائے گا۔ بلا سودی بینکاری شروع کریں گے لیکن آئی ایم ایف بینک نے روک دیا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ریونیو کمایا ہوتا تو وہ ہمیں کیسے روک سکتے تھے۔ یعنی اب ہمارا یہ عالم بحیثیت قوم، صرف پاکستان نہیں، پوری مسلم دنیا میں، حکومت دراصل غیر مسلموں کی ہے بظاہر مسلمانوں کی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہ چند سو افراد اقوام عالم پر غالب آ گئے اور دو سو کروڑ مغلوب ہیں۔

واقعی بڑا مناسب سوال ہے اور اس پر فکر کی جانی چاہئے، سوچا جانا چاہئے۔ کہ کہاں، کس جگہ، کیا کمی ہے۔ لوگ آج بھی-----

اگر چہ زمانہ بدعملی کا ہے لیکن کسی بھی شہر میں آپ جائیں تو جب اذان ہوتی ہے تو مساجد میں ذرا دیر سے جانے والوں کو شاید جوتیوں میں بھی جگہ نہیں ملتی اس طرح بھر جاتی ہیں مساجد۔ اگر سینما گھر بھرے ہوئے ہیں تو مساجد بھی آباد ہیں۔ کسی شہر کی کوئی گلی ایسی نہیں جس میں دین کی درس وتدریس نہ ہوتی ہو، کوئی دینی مدرسہ نہ ہو۔ کوئی محلہ ایسا نہیں جس میں دینی مدارس نہ ہوں۔ کوئی اخبار ایسا نہیں جس پر تفسیر یا حدیث نہ چھپتی ہو۔ خود دینی رسالے جو نکلتے ہیں جن میں سارا مواد ہی دین سے متعلق ہوتا ہے وہ بھی بیشمار ہیں لیکن جو دینی رسالے نہیں ہیں، ڈائجسٹ وغیرہ یا روزانہ کے اخبارات تو ان میں بھی دینی اشاعت کا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ ریڈیو پر بھی، ٹیلی ویژن پر بھی تلاوت کا، ترجمہ کا یا تبلیغ کا وقت ضرور ہوتا ہے تھوڑا ہو یا زیادہ ہو لیکن ہوتا ضرور ہے۔ پھر تبلیغی جماعت کے نام سے ایک بہت بڑی جماعت دنیا میں ہمہ وقت تبلیغ میں سرگرم ہے، کتنے جمعہ کے خطاب ہوتے ہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

امید کی روشنی اور مایوسی کے اندھیرے

محمد اکرم اعوان 'امیر تنظیم الاخوان

حالات نے ایک کروٹ لی اور حیرت انگیز طور پر ایک غیر متوقع تبدیلی نے سیاسی موسم کو کئی رنگوں سے سجا دیا' جس میں اس بار سبز رنگ بہت نمایاں ہے سرخی کا تناسب بھی موزوں ہے اور ''ق'' کا کاسنی رنگ بھی اپنی شعاعیں بکھیر رہا ہے ''ن'' کی نورانیت بہت ماند پڑی ہے اور دیگر بڑے بڑے رنگوں سے اسمبلی کے دامن پر محض قطرے ٹپکے ہیں۔ اس سارے تناظر میں قومی امیدوں کا مستقبل بہت روشن دکھائی دیتا ہے، مگر خدشات کے خار اپنی جگہ بدستور کھٹک رہے ہیں اب قومی رہنماؤں اور بالخصوص قومی و دینی رہنماؤں پر گلشن کی آبیاری کا بوجھ بڑھ گیا ہے۔

قومی امیدیں' حق وانصاف، فراہمی نان جویں، حصول علم میں آسانیاں اور سب سے بڑی بات امریکی بالادستی سے چھٹکارا اور ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی چیرہ دستیوں سے نجات کی متقاضی ہیں اور ان سب کا رخ متحدہ مجلس عمل کی طرف دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ جہاں تک علماء کرام کا تعلق ہے تو ان کے پاس سٹریٹ پاور تو پہلے سے تمام سیاسی جماعتوں کی نسبت زیادہ تھی، اب اقتدار کی طاقت بھی شامل ہوگئی، جو ایک بہترین صورتحال ہے اور یہ دونوں طرف جاسکتی ہے کہ تفاخر میں مبتلا کر کے باعث نقصان بن جائے (خدا نہ کرے) اور احسان رب کریم بن کر قوم اور ملک کو موجودہ بھنور سے نکال لائے (اللہ کرے)۔

اس کیلئے علماء کرام کو لہجے میں نرمی، مزاج میں دھیما پن اور سوچ میں دینی، ملکی اور قومی تقاضوں کو لانا ہوگا، عام مسلمان نفاذ اسلام کی امید لگا بیٹھا ہے۔ اسلام' جس پر مسلمان کی اجارہ داری نہیں' بلکہ ساری انسانیت کیلئے ہے اور تمام نبی نوع انسان کے دکھوں کا مداوا کرتا ہے' سب کو پکار کر کہتا ہے کہ آؤ اپنی ساری پریشانیاں لاؤ اور میرے دامن سے امن وسکون کی کلیاں سمیٹ کر دامن بھر لو۔ کیا عجیب سوداگری ہے کہ دکھ لے کر سکھ بانٹتا ہے مگر غیر اسلامی دنیا اسے دوسری نظر سے دیکھتی ہے کہ شاید یہ صرف مسلمانوں کی برتری کا سمبل ہے، لہذا وہ اسے سمجھنے اور اس پر غور کرنے کے بجائے اس کی مخالفت' یا بقول ان کے خود کو اس سے بچانے کی سعی میں لگے ہیں۔ اب یہ بات اسمبلی میں پہنچنے والے علماء کے قول وعمل نے انہیں باور کرانے کا کردار ادا کرنا ہے کہ اسلام تمہارے مقابل نہیں، بلکہ تمہیں کامیابی کی طرف بلا رہا ہے اور اگر تمہیں اس کی دعوت قبول نہیں تو بھی یہ تمہارے انسانی حقوق کا محافظ ہے۔ کسی بھی حال میں تمہارا دشمن نہیں ہے، بلکہ کسی کا بھی دشمن نہیں ہے۔ ظاہر ہے اس بار عظیم کو اٹھانے کیلئے بہت بڑے حوصلے کی ضرورت ہے، جو یقیناً اللہ کریم علماء حق کو دیتا ہے اور ضرور دے گا۔ انشاء اللہ العظیم۔

حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ امریکہ نے افغانوں کے خون سے رنگین ہاتھ دھوئے بغیر عراق کی طرف رخ کر لیا ہے اور امریکی فوجیں خلیج میں اتر چکی ہیں۔ جرم کیا ہے کہ امریکہ کو خدشہ ہے کہ عراق عمومی تباہی کا ہتھیار، یعنی ایٹم بم بنا رہا ہے، اب اگر یہ قیامت عراق پر ٹوٹتی ہے تو حکومت پاکستان کا کردار کیا ہوگا۔ نئی حکومت میں علماء کرام کیا پاکستان سے امریکی بالادستی ختم کر سکیں گے؟ کیا عراق کیلئے امریکہ مخالف موقف اپنا سکیں گے یا مسلمان کو حالات کے منجھدار میں چھوڑ کر محض حکومت کریں گے، جبکہ عراق خدشات کی بنیاد پر نوک سناں پر ہے اور خود پاکستان کے پاس ایٹم بم موجود ہے۔ اگر وہ برداشت کے قابل نہیں تو یہ کیسے ہوگا، جبکہ علماء کرام کی انگلیاں ایٹمی بٹن کے قریب پہنچ چکی ہیں، جو کم از کم غیر اسلامی دنیا کیلئے شدید ناقابل برداشت ہو۔

ملکی معیشت' جس کی بنیاد پر سود جیسی لعنت کھڑی ہوئی ہے، جو معاشی عمارت کو تباہ کرنے کیلئے اکیلی وجہ کافی ہے، بیروزگاری کا عفریت جو دہشت گردی جیسے بچے پیدا کر رہا ہے۔ پھر جدوجہد آزادی، یعنی جہاد اور دہشت گردی میں فرق اور دہشت گردی کی تعریف۔ عدالتی نظام، جو شیطان کی آنت بن رہا ہے اور بقول سابقہ صدر پاکستان جنرل ایوب خان کہ ہمارے عدالتی نظام کا یہ عالم ہے کہ مہینوں سپریم کورٹ ایک مقدمہ سنتی رہتی ہے اور پھر فیصلہ کرتی ہے کہ ہم یہ مقدمہ سن ہی نہیں سکتے۔ اس کی اصلاح کس حد تک اور کس طرح ہوتی ہے اور سب سے پہلے ایک اور سوال کہ صورتحال یہ بن چکی ہے کہ ملکی فوج اور عام آدمی ایک دوسرے کے مقابل آگئے ہیں جو کسی بھی قوم اور ملک کیلئے نیک شگون قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس صورتحال سے انتقال اقتدار کے مرحلے میں فوج کی آبرومندانہ واپسی اور عوام کے دلوں میں اس کے احترام کی بحالی بجائے خود ایک بہت بڑا اور عظیم کارنامہ ہے۔ ان تمام صورتوں میں اگرچہ اور بھی بہت سے سوالات ہیں، شاید کالم کے دامن میں سما نہ سکیں۔

بہر حال یہ امور کس بلند حوصلگی اور خوش اسلوبی سے طے ہوتے ہیں' خارجہ پالیسی پر کتنا سبز رنگ آتا ہے' عام آدمی کیلئے ریاست اسلامیہ جمہوریہ پاکستان فلاحی ریاست بھی بن سکتا ہے۔ اللہ کرے ایسا ہو' لیکن یاد رہے کہ اگر ان امور سے اغماض برتا گیا تو نقصان صرف ملکی اور قومی وقار یا امن عامہ کا ہی نہ ہوگا' بلکہ خدا نہ کرے، خاکم بدہن عام آدمی کہہ اٹھے گا کہ اسلام بھی دیکھ لیا اور یہ کہ اس کے دامن میں بھی غریب اور مظلوم کیلئے کچھ نہیں۔ حکومت سازی اور حکمرانی کا مرحلہ اپنے جلو میں ان سب امیدوں کے چراغوں کے ساتھ خدشات کی تاریکیاں بھی رکھتا ہے۔

اللہ رب العزت علماء کو کامیاب وکامران فرمائے کہ یہ دین کی، اسلام کی اور نہ صرف مسلمانوں، بلکہ انسانوں کی کامیابی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

محبتیں بانٹئے

صحابہ کرام کے عہد میں کوئی لمبی تقریر نہیں ملتی، کوئی دینی جلسے کا تصور نہیں ملتا کہ کسی جگہ وعظ کے لئے جلسہ ہوا ہو، خطبات جو ہیں خلفائے راشدین کے وہ چند سطروں سے زیادہ نہیں ہیں، لیکن مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک اسلام کیسے پھیل گیا۔۔۔۔ انہیں دیکھ دیکھ کر، ان کا طرز عمل دیکھ کر، لوگوں کے ساتھ ان کا برتاؤ دیکھ کر، ان کا حسن سلوک دیکھ کر، عملی طور پر ان کے وجود تبلیغ کا سبب تھے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع.... دارالعرفان
منارہ، 11-08-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا O

آقائے نامدار رحمت مجسم ہیں اور جو بھی آرام، جو بھی سکون، جو بھی نعمت کسی کو بھی پہنچتی ہے وہ اللہ کی رحمت ہی کے طفیل پہنچتی ہے۔ اس کے باوجود اللہ کریم نے بعض باتوں کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ وہ انتہائی اہم ہیں۔ ارشاد باری ہے "کنتم اعداء" تم لوگ دشمن تھے اور صرف دشمن۔ اپنوں کے بھی دشمن، بیگانوں کے بھی دشمن۔ اگر ملک ملکوں کے دشمن تھے، تو میں، قوموں کی دشمن تھیں، قبیلے قبیلوں کے دشمن تھے، خاندان، خاندانوں کے دشمن تھے، پھر گھر کے اندر بھائی، بھائیوں کے، باپ بیٹوں کے اور بیٹے باپ کے دشمن تھے حتیٰ کہ انسان خود اپنا بھی دشمن تھا اور اپنے آپ کو بھی دوزخ کی طرف گھسیٹ رہا تھا۔ اپنے آپ کو جہنم کی طرف لے جانا اپنے ساتھ کوئی دوستی نہیں ہے۔ تو فرمایا! تم صرف دشمن تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت نے اور آپ کی برکات نے "فالف بین قلوبکم" "تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی، محبتیں پیدا کر دیں اور تم اپنے دوست ہوئے، اپنوں کے دوست ہوئے حتیٰ کہ بیگانوں کے بھی دوست ہوگئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے آپ ﷺ کی حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ مظلوم کی مدد کرو اور ظالم کی بھی مدد کرو۔ عرض کی گئی، یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو کریں ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ فرمایا! اسے ظلم سے روکنا اس کی مدد ہے۔ ظالم کی مدد کا یہ مفہوم ہے کہ اسے ظلم سے روکا جائے۔ جنہیں برکات نبوت نصیب ہوئیں ان لوگوں نے صفحۂ ہستی سے ظلم کو نابود کر دیا اور بڑے بڑے ظالموں کو ظلم کے ارتکاب سے روک دیا۔ بڑی بڑی بلند گردنیں جھک گئی یا کٹ گئیں۔ اور صدیوں کے ظالمانہ نظام جنہیں قرآن حکیم طوق اور زنجیریں کہتا ہے جو بنی نوع انسان کی گردنوں میں ڈلی ہوئی تھیں انہیں کاٹ کر پھینک دیا اور انسانیت کو، آدمیت کو حقیقی آزادی سے روشناس کیا۔ ایک ایسی آزادی کہ ایک بہت وسیع سلطنت جس کی سرحدیں دنیا کے گوشوں تک پھیل چکی تھیں اس کے امیر کو ایک بیوہ بڑھیا بھی گلی میں روک کر سوال کر سکتی تھی۔ یہ تصور آزادی رائے کا، آزادی کا، اپنے حقوق مانگنے کا، اسلام سے پہلے تاریخ انسانی میں کہیں نہیں تھا۔ بلکہ حقوق کا تصور نہیں تھا۔ جو کچھ طاقتور کمزور کو دے دیتا وہی اس کا حق سمجھا جاتا تا۔ اسلام نے کمزوروں کو طاقتور بنایا اور طاقتوروں کا غرور توڑا اور انسانوں کو انسانی حد پر کھڑا کیا۔

الحمدللہ، اللہ کریم نے توفیق بخشی، بہت خوبصورت وقت گزرا، بہت اچھے اہتمام سے اجتماع اپنے کمال کو پہنچا۔ بے شمار ساتھیوں کو استفادہ کرنے کی توفیق ہوئی اور حاضری بھی بہت زیادہ رہی۔ اسی حساب سے لوگوں کو نعمتیں بھی نصیب ہوئیں۔ سینکڑوں بیعتِ نبوی سے سرفراز ہوئے اور سینکڑوں بالائی منازل سے سرفراز ہوئے۔ یہ سب اللہ کریم کا احسان اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات ہیں۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ نعمتیں دیتا ہے، وہ زندگی دیتا ہے، طاقت دیتا ہے، صحت دیتا ہے، اقتدار دے دیتا ہے اب اس کا شکر ادا کرنے کا موقع تب آتا ہے کہ جب اس اقتدار سے انسان انصاف کرے اس کی طاقت حق کیلئے کام آئے، اس کی زندگی سچائی کیلئے کام

آئے تو اس کا شکر ادا ہوتا ہے۔

اللہ کریم نے نعمتیں عطا کیں، انعام فرمائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان انعامات کا ہم کس حد تک شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ انعامات شمعیں ہیں جو راہ حیات کی تاریکیوں میں ہماری راہنمائی فرماتی ہیں۔ ذکر الٰہی ایک شمع ہے جو زندگی کی تاریکیوں میں روشنی بن کر صراط مستقیم دکھاتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ انسان تادم واپسیں مکلف ہے۔ جب تک دم میں دم ہے تب تک اس کے ساتھ نفس بھی ہے۔ شیطان بھی اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے اور یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اس لمحے میں ہوتا ہے جو لمحہ غفلت کا ہوتا ہے۔ اللہ کریم اگر غفلت سے محفوظ رکھیں، اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائیں، اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ ذکر قلبی پر متوجہ رہئے یا زبانی پڑھنا ہو تو درود شریف پڑھتے رہئے، کسی لمحے کو اس طرح نہ جانے دیجئے جو شیطان کے کام آسکے۔ اگر ہم اللہ کے ہوں گے خلوص نیت سے تو پھر شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا کہ اللہ کریم کا وعدہ ہے "انّ عبادی لیس لک علیھم من سلطٰن" شیطان کے سارے مکروفریب بڑے کمزور ہوتے ہیں لیکن بندہ اگر خود مکھی بن جائے تو پھر مکڑی کے جالے میں اُلجھ جاتا ہے لہٰذا یہ اہتمام کیجئے۔۔۔۔ جیسے ہمارے ہاں رواج ہے کہ رمضان شریف ختم ہو گیا، اس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ اب نماز، روزے کی، عبادت کرنے کی، مسجد جانے کی اب ضرورت نہیں ہے، اگلے سال چلے جائیں گے۔ تو اس طرح سے ذکر کا اجتماع ختم نہیں ہوا بلکہ یہ اجتماعات ایک اور سپورٹ بنتے ہیں، مددگار بنتے ہیں زیادہ کام کرنے کیلئے۔ جس طرح نہروں میں جھال بنائی جاتی ہے، جھال سے پانی گرتا ہے تو اگلی جھال تک اور تیز رفتاری سے جاتا ہے اسی طرح رمضان شریف بھی زندگی کو پاکیزہ کرنے کیلئے اور پاکیزگی اختیار کرنے کیلئے، اطاعت الٰہی اور اتباع سنت اختیار کرنے کیلئے ایک ریفریشر کورس کرایا جاتا ہے ایک مہینے کا جو باقی گیارہ مہینوں کیلئے کافی ہونا چاہئے۔ جس طرح رمضان ختم نہیں ہوتا بلکہ زندگی کا ایک نیا باب شروع کراتا ہے اسی طرح یہ سالانہ اجتماع ختم نہیں ہوتا بلکہ اگلے سال تک ایک

> **شیطان کے سارے مکروفریب بڑے کمزور ہوتے ہیں لیکن بندہ اگر خود مکھی بن جائے تو پھر مکڑی کے جالے میں الجھ جاتا ہے۔**

نئی تڑپ، ایک نئی امنگ، ایک نیا جذبہ، ایک نیا ولولہ عطا کرتا ہے۔ زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ اور انسان دنیا میں رہ کر ہر طرح کی سہولت کا تصور کرے تو وہ بے وقوف ہے کیونکہ ہر طرح کا آرام جنت کی خصوصیات میں سے ہے اور یہ دنیا جنت نہیں بن سکتی۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں میرے لئے کوئی مسئلہ نہ ہو تو وہ بندہ اتنا سادہ ہے کہ اسی زمین پر جنت بسانا چاہتا ہے۔ چونکہ یہ خصوصیت جنت کی ہے کہ وہاں اہل جنت میں سے کسی کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ دنیا مختلف مسائل کی آماجگاہ ہے، مختلف ضرورتوں کی محتاج ہے، مختلف مسائل کا شکار ہے اور یہی آزمائش ہے کہ ان سب مصیبتوں میں رہتے ہوئے میرا بندہ مجھے یاد رکھتا ہے کہ نہیں میرا شکر ادا کرتا ہے کہ نہیں میری اطاعت کی تڑپ اس کے دل میں رہتی ہے کہ نہیں ورنہ تو فرشتے، روز آفرینش سے لے کر جب تک اللہ انہیں باقی رکھے گا، زندگی میں کبھی نافرمانی نہیں کرتے، ہمیشہ اطاعت کرتے ہیں لیکن ان کے منازل میں ترقی تو نہیں ہوتی، جس کو جہاں اللہ نے پیدا فرمایا، جو ذمہ داری دی وہی مقام و مرتبہ اس کا ہمیشہ رہے گا اس سے آگے تو نہیں بڑھے گا۔ کیوں آگے نہیں بڑھتا؟ حالانکہ مخلوق نوری ہے، کبھی خطا نہیں کرتا، ہمیشہ اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے، احکام الٰہی کی تعمیل کرتا ہے۔ اس کی صرف ایک وجہ ہے وہ یہ کہ اس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ انسان کو ترقی اس لئے نصیب ہوتی ہے کہ اس کے سامنے بے شمار رکاوٹیں آتی ہیں جن کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ استقامت علی الدین دکھاتا ہے اور اللہ کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے، اس کی اطاعت کو اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہے یہ اس کی ترقی درجات کا سبب ہے۔ اس لئے یہ تصور کرنا کہ میں اللہ اللہ کرتا ہوں، میں کبھی بیمار نہیں ہوں گا۔ میں ذکر کرتا ہوں مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا، یہ فضولیات میں سے ہے بلکہ ذکر رضائے الٰہی کیلئے ہے اور دنیا کا اپنا ایک نظام ہے اس کے اپنے قاعدے ہیں۔ کوئی ذاکر بھی غلط کام کرے گا تو دھوکا کھائے گا۔ کسی فریبی کو پیسے دے بیٹھے گا تو وہ اس کے کھا جائے گا۔ کاروبار میں کوئی غلط روش اختیار کرے گا

www.naqshbandiaowaisiah.com

تو اس سے بھی نقصان ہو سکتا ہے، کوئی غلط چیز کھا لے گا تو وہ بھی بیمار ہو سکتا ہے۔ تو دنیاوی امور کو شرعی حدود کے اندر دنیا کے طریقوں سے نپٹانے کا علم سیکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دنیا میں کس طرح سے رہنا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقی عبادت ہی یہی ہے کہ امور دنیا کو اللہ جل شانہ کے بتائے ہوئے قاعدے اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق نپٹایا جائے۔

ہمارا طریق کار تبلیغ میں بھی بدل گیا ہے۔ ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہم بات تو دین کی کرتے ہیں لیکن ہمارا انداز یہ ہوتا ہے کہ جیسے دوسرے کو ہرانا چاہتے ہیں اور خود جیتنا چاہتے ہیں کہ تم غلط ہو اور میں صحیح ہوں۔ اللہ کی طرف بلانے کا یہ انداز درست نہیں ہے۔ اللہ کی طرف آپ جس بندے کو بھی بلانا چاہیں، بنیادی طور پر آپ کو اللہ کے بندوں سے محبت ہو گی تو آپ بلا سکیں گے۔ فالف بین قلوبکم، وہ الفت جو نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائی اگر وہ دل میں ہو گی تو اللہ کے ہر بندے کے ساتھ محبت ہو جائے گی۔ کافر ہے تو کفر سے نفرت ہو گی فرد سے نہیں۔ جس طرح ڈاکٹر کو مرض سے دشمنی ہوتی ہے مریض سے محبت ہوتی ہے اسی طرح گناہگار ہے تو گناہ سے نفرت کی جائے گی۔ گناہگار سے محبت ہو گی کہ اسے بچایا جائے۔ تو تبلیغ کا وہ انداز موثر ہے جس میں مخاطب کو یہ احساس ہو...... یہ دلوں کی ایک اپنی زبان ہے اور یہ سمجھ جاتے ہیں...... کتنے لوگ ہیں جو سارا دن امراء کے دروازے پر پہرہ دیتے ہیں کیا وہ ان سے محبت کرتے ہیں... وہ دل میں انہیں گالیاں بک رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں دھوپ میں کھڑا کیا ہوا ہے خود گزرتا تھا ابھی تک گزرا نہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو ان کے محفل میں آنے پر اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ظاہری طور پر وہ احترام اور محبت کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں جبکہ دل میں وہ کڑھ رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جب بھی کوئی بات کرتا ہے...... کسی سے آپ محبت نہیں کرتے، اس کی خوشامد بھی کریں تو بھی وہ آپ سے محبت نہیں کرے گا اور جس سے محبت کرتے ہیں اس سے آپ لڑ بھی پڑیں تو وہ آپ سے محبت کرے گا۔ ماں بیٹے کو تھپڑ بھی مار دے، چیز نہ دے، اس کے ہاتھ سے چیز چھین لے، بیٹا پھر بھی اس سے نفرت نہیں کرتا، اسے پتہ ہے کہ ماں مجھ سے محبت کرتی ہے، وہ محبت ہی کرتا ہے۔ لیکن اگر دل نفرت کرتا ہو تو آپ خوشامد بھی کرتے رہیں اگلے کے دل میں بھی نفرت ہی پیدا ہو گی۔ لہٰذا تبلیغ کا اصول بھی یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق سے محبت کی جائے نہ کہ اللہ کے بندوں کو بے گناہ مارا جائے، لوٹا جائے، ان کے گھر جلائے جائیں۔ اگر کوئی کافر بھی ہے تو اس کا مال، جان اور آبرو مسلمان پر حرام ہے۔ بلکہ اگر اسلامی ریاست میں رہتا ہے تو اس کی حفاظت کرنا مسلمان ریاست کی ذمہ داری ہے معمولی اختلاف پر مسلمانوں کو ہی قتل کر دیا جائے اور فروعی اختلاف پر مساجد میں اور عبادت گاہوں میں بم چلائے جائیں اور گولیاں چلائی جائیں۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اسلام کی تبلیغ کیلئے ہمیں مساجد میں گولیاں چلانا پڑ رہی ہیں تو یہ کون سی تبلیغ ہے اور یہ تبلیغ کا کونسا انداز ہے۔ لہٰذا اس ظلمت کدے میں کچھ لوگ تو ایسے ہوں جن کے پاس محبت کا پیغام ہو جو دوسروں کا بھلا چاہتے ہوں، جو دوسروں کو نقصان سے بچانا چاہتے ہوں۔ کچھ تو اللہ کے بندے ایسے ہوں جو بات کریں تو اس میں سے الفت مترشح ہو۔ کسی کو آواز دیں تو اسے پیاری لگے اور پھر اللہ سے بڑھ کر محبت کرنے والا کوئی نہیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ایک لشکر کی سالاری سونپتے ہوئے جو نصیحتیں فرمائیں ان میں ایک نصیحت یہ تھی کہ یہ بات یاد رکھنا کہ ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے کسی ایک کافر کو مسلمان کر لینا اور دوزخ سے بچا لینا اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کو یہ بات زیادہ پسند ہے کہ اس کے کسی ایک بندے کو جہنم سے بچا لیا جائے بجائے اس کے کہ اسے بحالت کفر قتل کر دیا جائے۔ تو یہ بات یاد رکھیئے کہ جو نعمتیں، جو انعامات نصیب ہوئے ہیں ان کے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ سے محبت کیجئے۔ اپنے آپ سے محبت کا حاصل یہ ہو گا کہ آپ اپنے

اس ظلمت کدے میں کچھ لوگ تو ایسے ہوں جن کے پاس محبت کا پیغام ہو جو دوسروں کا بھلا چاہتے ہوں، جو دوسروں کو نقصان سے بچانا چاہتے ہوں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

کو اللہ کی اطاعت پر کاربند کیجئے کہ آپ کی زندگی ان کیلئے دعوت الی اللہ کا نمونہ بن جائے۔ غیروں سے محبت کیجئے کہ وہ بھی آپ جیسا بننے کی سعی کریں۔ صحابہ کرام کے عہد میں کوئی لمبی تقریر نہیں ملتی، کوئی دینی جلسے کا تصور نہیں ملتا کہ کسی جگہ وعظ کے لئے جلسہ ہوا ہو، کہیں کسی تاریخ میں آپ نے پڑھا ہے؟۔ خطبات جو ہیں خلفائے راشدین کے وہ چند سطروں سے زیادہ نہیں ہیں، ایک دو پیرے ہیں پورے جمعہ کا خطبہ جو ہے وہ پانچ منٹ یا دس منٹ کی بات ہے۔ کوئی لمبی تقریر نہیں ہوتی لیکن مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک اسلام کیسے پھیل گیا۔۔۔۔ انہیں دیکھ دیکھ کر، ان کا طرز عمل دیکھ کر، لوگوں کے ساتھ ان کا برتاؤ دیکھ کر، ان کا حسن سلوک دیکھ کر، ان کے جینے کے انداز دیکھ کر، عملی طور پر ان کے وجود جو تھے وہ تبلیغ کا سبب تھے۔ جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب بدر کے بارے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! میں اس میدان میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں۔ یہ عرض نہیں کیا کہ میں اپنے غلام لایا ہوں۔ فرمایا، اے اللہ! میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں۔۔۔۔ افراد نظریے میں بدل گئے۔ تو تبلیغ کا انداز یہ ہوتا ہے کہ انسان خود مجسم نظریہ بن جائے۔ اس کے ہر فعل سے وہ بات عیاں ہو جو وہ کہنا چاہتا ہے۔ اس کے طور طریقوں سے، اس کے کاروبار سے، اس کے معاملات سے ان باتوں کا پتہ چلے جو وہ ہم تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اگلا بھی تلاش کرے کہ یہ بندہ ایسا کیوں کرتا ہے۔ اسے لاکھوں روپے رشوت مل رہی ہے یہ کیوں نہیں لیتا۔ یہ چھوٹا سا جھوٹ بولے تو اس میں اسے کروڑوں کا فائدہ ہے یہ کیوں نہیں بولتا، اس کے پاس اتنی رقم ہے، اس کو بلا پوچھے کئے اتنا سود مل سکتا ہے یہ کیوں نہیں لیتا۔ یہ سوال اگلے کے دل میں ایک جذبہ پیدا کرے گا کہ اس کے پیچھے وجہ کیا ہے، اس کے پاس کون سی ایسی دولت ہے جس نے ان چیزوں سے اسے بالاتر کر دیا ہے۔ اس کے پاس کون سی ایسی نعمت ہے؟۔ ہم تقریریں کرتے ہیں، گھنٹوں

کافر کو تو چھوڑ دیں مسلمان بھی برائی میں کیوں دھنستا جارہا ہے۔ مسلمان کیوں ظالم ہوتا جارہا ہے۔

لوگوں کو مصروف رکھتے ہیں، بے شمار رسالے چھپتے ہیں، ہر گلی میں کئی کئی مدرسے ہیں۔ اس ساری تبلیغ کا سارا اثر منفی کیوں جارہا ہے۔ تبلیغ کے نام پر اتنی بڑی جماعت بن گئی کہ روئے زمین پر اپنے خرچ پر پھر لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر ان ساری کوششوں کے باوجود، کافر کو تو چھوڑ دیں مسلمان بھی برائی میں کیوں دھنستا جارہا ہے، مسلمان کیوں ظالم ہوتا جارہا ہے، جس کا کام ظلم کو روکنا تھا وہ ظلم شعار کیوں ہوتا جارہا ہے۔ شاید اس لئے کہ ہم باتیں کرتے ہیں، ہمارے دل میں درد نہیں، ہمارے اپنے اعمال اور کردار میں صلاحیت نہیں۔ ہم بھی محض باتیں کرتے ہیں، سب سے خطبات دیتے ہیں، ہم بھی تقریریں کرتے ہیں لیکن ہمارے اعمال میں وہ صلاحیت نہیں رہی جس کو آقائے نامدار ﷺ سے نسبت ہو، ہماری سوچوں میں وہ درد نہیں رہا جو قرب الٰہی کی طلب سے ہوتا ہے۔

تو اس ساری محنت کا، اجتماع کا حاصل یہ ہے کہ جہاں جہاں آپ کے مراکز ذکر ہیں انہیں پہلے سے زیادہ منظم کیجئے، ذکر میں باقاعدگی کا اہتمام کیجئے، صاحب مجاز حضرات جو ہیں وہ یہ نہیں ہیں اور زیادہ معتبر نہیں ہیں کہ ان کی جوابدہی دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہوگی اور ایک عام ساتھی کی بہ نسبت انہیں زیادہ محنت اور اہتمام کرنا چاہئے، احباب کے اذکار کا، معمولات کا اور جو لوگ نہیں جانتے ان کو بتانا چاہئے لیکن پیار سے، محبت سے اور اس درد سے کہ اللہ کا یہ بندہ بھی اللہ کی طلب کی تڑپ سے آشنا ہو جائے۔ یہ بندہ بھی عشق نبوی کا کوئی ذرہ پالے۔ اس بندے کی آخرت بھی سنور جائے۔ اس کی دنیا بھی سدھر جائے۔

یاد رہے کہ دنیا بھی اسی کی سدھرتی ہے جس کی آخرت سدھرتی ہے۔ اگر آخرت نہ سدھرے تو دنیا میں حکومت تو مل سکتی ہے سکون کا ایک لمحہ نہیں مل سکتا، دولت تو مل سکتی ہے لیکن سکون کا ایک لمحہ نہیں مل سکتا۔ سکون انہیں دلوں میں ہوتا ہے جن کی آخرت سدھر جاتی ہے۔ کیونکہ دنیا کمزور ہے، عارضی ہے۔ آخرت دائمی ہے اسلئے آخرت کا پرتو انسانی زندگی کو اپنی زد میں رکھتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

لہٰذا کسی کیلئے آخرت میں جہنم بھڑکائے جا رہے ہیں تو یہاں اس کے دل میں جہنم بھڑکنا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ دل دنیا میں بے قرار ہی رہتا ہے اور اگر کسی کیلئے آخرت میں جنت بسائی جا رہی ہے تو اس کے دل میں جنت بس جاتی ہے وہ ہزاروں تکلیفوں میں بھی پر سکون ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے انعامات کے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی اطاعت میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو جائیں۔ اپنے سے محبت کریں، اپنوں سے محبت کریں، ایک دوسرے سے محبت کریں۔ ایک بہت بری بات جس سے نبی کریم ﷺ سے بہت منع فرمایا وہ ہے لگائی بجھائی۔ کہیں سے چھوٹی سی بات سن لی پھر اسے بڑھاتے بڑھاتے اس کا بتنگڑ بنا دیا۔ کوئی غلط بات سنی جائے تو اسے بلا تحقیق قبول نہیں کرنا چاہئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرتا پھرے۔ تو اگر یہ تحقیق نہ کرے کہ میں نے جو سنا ہے وہ سچ ہے لیکن بیان تو جھوٹ ہی کر رہا ہے تو اس کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے۔ اور جھوٹ ایک ایسی مصیبت ہے کہ پہلی قوموں پر جو عذاب آئے تو بنی اسرائیل کے ایک قبیلے کا ذکر فرماتے ہوئے قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ، کہ یہ حرام کھاتے تھے اور جھوٹ سنا کرتے تھے۔ صرف جھوٹ بولنا نہیں، جھوٹ سننا ایسا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے قومیں تباہ ہو گئیں اور ان پر عذاب الٰہی آ گیا۔

اگر کسی کی برائی آپ سنتے ہیں تو جو برائی کرتا ہے اسے بھی روکیں کہ برائی کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ آپ اگر سمجھتے ہیں کہ کسی نے غلطی کی ہے تو کیا آپ اس کیلئے دعا نہیں کر سکتے۔ دوستی کا تعلق تو یہ ہے کہ اگر آپ اسے روک نہیں سکتے تو دعا تو کر سکتے ہیں۔ پھر ہر آدمی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اس نے اگر نماز نہیں پڑھی، لیٹ کر پڑھی ہے تو یہ بڑا برا آدمی ہے۔ کیا پتہ وہ بیٹھ سکتا ہی نہ ہو اس کے پاس عذر شرعی ہو۔ اس نے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھی بیٹھ کر پڑھی تو ہم اس پر فتویٰ لگا دیں لیکن اس سے پہلے اس سے یہ تو پوچھ لیں کہ وہ کھڑا ہو بھی سکتا ہے یا اللہ نے اسے رخصت دی ہے کہ اس طرح سے پڑھ لو۔ تو بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہم اپنی نظر میں ایک جرم تصور کر لیتے ہیں حالانکہ جس سے ہو رہی ہوتی ہیں اس کے پاس اس کا شرعی جواز موجود ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بلا تحقیق ہر ایک پر فتویٰ لگانا درست نہیں ہے۔ اگر کوئی غلط بھی ہے تو آپ اس کے سامنے صحیح طریقے سے کام کریں شاید اللہ اسے صحیح کام کرنے کی توفیق دے دے۔ آپ سے چھوٹا ہے تو آپ اسے پیار سے سمجھائیں، آپ سے بڑا ہے تو بھی اسے پیار سے بات کریں، نہیں رہ سکتے زیادہ تجسس ہے تو اس سے پوچھ لیں۔ لیکن بلا تحقیق چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر آگے بیان کرنا یہ سخت نادانی ہے، سخت گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے جس سے قوموں پر عذاب الٰہی وارد ہوا۔

اللہ ستار وعیوب ہے اور وہ بندے سے بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی کے عیب اچھالے۔ جو کسی کے عیب اچھالتا ہے ایک دن اسے بھی اللہ رسوا کرے گا۔ ہر عمل جو ہم کرتے ہیں اس کا ایک ردعمل بھی ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی ذات پر آتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی ناپسندیدہ بات نظر آئے، ایسی ضروری ہو کہ اس کی اصلاح ضروری ہے تو اس کی اصلاح کی کوشش کیجئے۔ آپ نہیں کر سکتے تو اپنے سے کسی بڑے کے گوش گزار کیجئے کہ اس کام کی اصلاح ہونی چاہئے۔ لیکن دشمنی کیلئے نہیں، اگلے کی رسوائی کیلئے نہیں بلکہ اگلے کی محبت کیلئے کہ اس سے غلطی ہو رہی ہے اسے اس غلطی سے بچانا چاہئے۔ جب محبت ہو گی، الفت ہو گی تو فساد نہیں پڑے گا۔ الفت نہیں ہو گی تو آپ ایک دوسرے کو یا کسی بھی دوسرے کو آپ رسوا کرنا چاہیں گے تو آپ بھی بچ نہیں پائیں گے، اس رسوائی میں سے کچھ حصہ رسوا کرنے والے کے حصہ میں بھی آ جائے گا۔

اللہ اللہ کرنے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات سے اور جو بندہ روحانی بیعت سے مشرف ہو جائے خصوصاً اسے اپنی زبان پر بہت کنٹرول کرنا چاہئے۔

حضرت عثمانؓ سے آخری عمر میں کسی نے پوچھا تو وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے انتہائی ضرورت میں بھی، اگر میرا یہ ہاتھ بیمار بھی ہو گیا اور میں بازو نہیں ہلا سکتا تو بھی میں نے اس ہاتھ سے شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ دائیں ہاتھ سے زندگی بھر نہیں چھوا۔ کب سے۔۔۔۔۔؟ جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔۔۔ کہ یہ ہاتھ میں نے محمد رسول اللہ کے ہاتھوں میں دے دیا اس کے بعد میں نے شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ اور آپ کی عمر 85,84 سال تھی، 80 سال سے اوپر تھی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک صدی تک اس ہاتھ کی حفاظت فرماتے رہے کہ اپنے بدن کا بھی، وہ پاک بھی ہو تو ناپسندیدہ حصہ نہ چھوا جائے اس بندے نے کیا کسی ناپاک چیز کو ہاتھ لگایا ہوگا۔ جو اپنے بدن کے ناپسندیدہ حصے کو نہیں چھوتا اگر چہ وہ پاک بھی ہو، غسل بھی کر چکا ہو، پاک ہو جائے پھر بھی نہیں چھوتا، اس لئے کہ اس ہاتھ کو میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں میں دیا ہوا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ حدیبیہ میں اہل مکہ نے عثمانؓ کو روک لیا تھا اور جب موت پر بیعت ہوئی، بیعت رضوان ہوئی تو نبی علیہ السلام نے اپنا دست مبارک، اپنے دوسرے دست مبارک میں دے کر فرمایا کہ میرا ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے اور میں عثمان کی طرف سے موت پر بیعت کرتا ہوں۔

جنہیں یہ شرف روحانی طور پر نصیب ہوتا ہے انہیں اپنے ہاتھوں کا خیال کرنا چاہئے۔ جنہیں بارگاہ نبوی کی حاضری نصیب ہوئی ہے انہیں اپنی زبان پر کنٹرول کرنا چاہئے۔ انہیں اپنی آنکھوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ انہیں آپ کو پھر اس احساس کے ساتھ زندہ رکھنا چاہئے کہ اللہ نے مجھ پر کتنا انعام فرمایا اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور محبتیں بانٹنی چاہئیں کہ نفرتوں کی آگ تو ہر طرف لگی ہوئی ہے۔ کفر کی دنیا میں تو نفرت ہے ہی، کفر تو ہے ہی سراپا نفرت لیکن اب تو نام نہاد مسلمان جو ہم ہیں، ہمارے ہاں بھی محبت ناپید ہو گئی ہے۔ ہمارے ہاں بھی ظاہر داری ہے، بندہ آئے تو ہم اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کیلئے چائے منگواتے ہیں، پانی منگواتے ہیں، خاطر داری کرتے ہیں، اٹھتا ہے تو اسے گالیاں دیتے ہیں، ہمارے ہاں بھی عام یہ ہے کہ آئے تو خوشامد کرتے ہیں، اٹھ کر جائے تو وہیں اس کی برائی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ لہذا یہ برکات امانت ہیں، سیڑھیاں چڑھنے کیلئے، ایک ایک سیڑھی چڑھنا پڑتا ہے لیکن گرنے کیلئے پھسلتا ہوا ایک قدم ہی کافی ہوتا ہے۔ منازل کے حصول کیلئے مجاہدہ اور محنت کرنا پڑتی ہے۔ خدا نہ کرے ضائع ہونے لگے تو کوئی ایک غلط قدم کتنی بلندی سے گرا دینے کیلئے کافی ہوتا ہے۔ گرنے کیلئے پھر قدم بقدم کوئی نہیں گرتا۔ لہذا زندگی محتاط انداز میں بسر کیجئے۔ جو کام آپ کر نہیں سکتے اس کا حساب نہیں ہوگا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا، جو کام کسی کے اختیار میں نہیں وہ اس کا مکلف نہیں ہے۔ ہمارے بہت سے دفتری دوست افسروں کی پریشانیاں اپنے سر لے لیتے ہیں اور اس سے پریشان ہوتے ہیں۔ آپ اس حد تک دیانتداری کے مکلف ہیں جو کام آپ کے اختیار میں ہو۔ آپ سے بالاتر اگر کوئی کرتا ہے تو اس میں آپ کو مداخلت کی ضرورت نہیں اس کا حساب آپ سے نہیں ہوگا۔ جو سمجھ دار لوگ ہیں وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں یا تو ہم بددیانت ہو جاتے ہیں یا پھر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر ہم ایک دفتر میں کلرک ہیں تو مجھ سے لیکر پرویز مشرف تک سارے ایک جیسے ہو جائیں۔ اس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ جو ہم سے اوپر بیٹھے ہیں ان کا ہاتھ پکڑنے کے ہم مکلف نہیں ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں وہ ان سے خود حساب لے لے گا۔ آپ کیا کر رہے ہیں آپ اپنا حساب رکھئے تو میرا خیال ہے کہ آپ کی زیادہ پریشانیاں جو ہیں وہ ختم ہو جائیں گی۔ ہم زیادہ پریشانیاں وہ مول لے لیتے ہیں جن کی ہماری ذمہ داری نہیں ہوتی۔ تو قرآن کریم کا اصول ہے "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا" اللہ اس بندے کو اتنا ہی تکلیف دیتا ہے جتنا وہ بھی کر سکے۔ اتنا ہی وہ مکلف ہے، اتنا ہی اس پر فرض عائد ہوتا ہے جتنی اللہ نے اس کو استطاعت دے رکھی ہے۔ جو اس کی استطاعت سے باہر ہے اس کے بارے اس سے سوال نہیں ہوگا۔ لہذا اپنے کام سے کام رکھئے۔ آپ کسی دفتر میں ہیں تو جو آپ کی ذمہ داری ہے اس میں اللہ کے بندوں کو تکلیف نہ ہو۔ آپ سے اوپر ہے کوئی تو اس کیلئے دعا کر سکتے ہیں آپ اس کے ساتھ لڑائی نہیں کر سکتے۔ اور کوشش کیجئے کہ محبت تقسیم ہو سکے، الفتیں بانٹی جائیں، پیار بانٹا جائے یہ ہے اسلام کی کامیابی اور دین کی خدمت ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ نصیحت میں سے عظیم نعمت محبت کی تقسیم ہے۔

اللہ کریم تمام حاضرین کی حاضری قبول فرمائے۔ جو اجتماع میں حاضر نہیں ہو سکے اور دنیا کے مختلف گوشوں میں بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہے ہیں ان کا مجاہدہ قبول فرمائے۔ جو ملک میں تھے لیکن کسی وجہ سے نہ آ سکے اللہ انہیں بھی ان نعمتوں سے نوازے، ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے، استقامت علی الدین نصیب فرمائے، اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذکر کا پھل

نزولِ رحمت بند نہیں ہوا، اس صرف سے کمی نہیں ہوئی، ہم نے اپنی توجہ رحمت قبول کرنے سے ہٹالی ہے ہمارا کردار یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم نے اپنے دامن اس سے ہٹا لیے ہیں اور ہم اتباعِ شریعت چھوڑ کر شیطان کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ رحمت الٰہی کا نزول ... رحمت آج بھی جاری ہے۔ ذکر کا ثمر یہ ہے کہ اگر کسی نے سالہا سال گناہ میں بسر کر دئیے ہوں اور صدقِ دل سے توبہ کرے تو واپسی کیلئے ایک لمحہ چاہئے۔ یہی "ایک لمحہ" جس میں صدقِ دل سے توبہ کرتا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع.... دار العرفان
منارہ، 10-08-2002

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم O

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ و اصیلا O ھو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ لیخرجکم من الظلمٰت الی النور و کان بالمؤمنین رحیما O

اللّٰھم سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم O

مولای صل و سلم دائما ابدا علی حبیبک من زانت بہ العصور O

سورۃ احزاب میں بائیسویں پارے میں یہ آیۂ کریمہ انسان کو دنیا میں کرنے کا کام جسے کہتے ہیں، جسے آپ مقصد یا نصب العین کہتے ہیں اس کا سبق دے رہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے یا ایھا الذین امنوا۔

قرآن کریم میں ارشاد کے مختلف انداز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو تین انداز سے پکارا ہے۔ تین سے "یا ایھا الناس" جہاں الناس کہہ کر پکارا گیا ہے وہاں کریمانہ مشورہ سے نوازا گیا ہے۔ جیسے یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم۔

اے اولادِ آدم، اے لوگو، اے انسانو! اس اللہ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ کہیں یا ایھا الکٰفرون کے خطاب سے پکارا گیا ہے۔ جہاں بھی کٰفرون کا لفظ آیا ہے اس کے آگے غیض غضب کی بجلیاں لپکتی ہیں۔ اور عذاب کی وعید اور غضب الٰہی کی بات ہوتی ہے۔ تیسرا خطاب ہے "یا ایھا الذین امنوا" جہاں بھی یہ لفظ آیا لطف و کرم کی نوید لے کر آیا ہے۔ عفو تقصیر کے وعدے لے کر آیا ہے، وصالِ الٰہی کی بات لے کر آیا ہے۔ بالکل ایسے ہے کہ جیسے کسی چاہنے والے کو اس کا محبوب پکارے۔ اصول تو یہ ہوتا ہے کہ جو چاہنے والا ہوتا ہے، محبت کرنے والا ہوتا ہے وہ محبوب کی جستجو میں ہوتا ہے لیکن اگر کسی محبت کرنے والے کو اس کا محبوب آواز دے، وہ پکارے، وہ تلاش کرے تو اس جیسی کوئی عجیب اور مسرت افزا لمحہ زندگی کا ایک انوکھا لمحہ ہوگا۔ یہی حال یہاں ہے کہ طالب کو بارگاہِ الوہیت سے آواز دی جاتی ہے، چاہنے والے کو اللہ کی بارگاہ سے خطاب سے نوازا جاتا ہے اور بات ہوتی ہے الذین امنوا کہ اے وہ لوگو! جن کے دل میں میری طلب ہے، جن کے دل میں میرے لئے تڑپ ہے، جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوا "اذکروا اللہ ذکرا کثیرا" اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، کرتے ہی رہو۔ و سبحوہ بکرۃ و اصیلا اور رات دن کا لمحہ ایسا نہ ہو کہ جس میں تم اس کی تسبیح نہ کر رہے ہو۔ بکرۃ و اصیلا سے مراد صبح شام ہے۔ جسے آپ انگریزی میں Round the clock کہتے ہیں اسے عربی میں بکرۃ و اصیلا یا اردو میں صبح و شام کہہ دیا جاتا ہے۔ اس سے صرف صبح یا صرف شام مراد نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ دن رات کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہ ہو۔ اللہ وہ کریم ذات ہے ھو الذی یصلی علیکم وہ ایسا کریم ہے کہ وہ تم پر اپنی برکات نازل فرماتا رہتا ہے۔ اللہ کا ... وہ جنہیں یہ ... یہاں سورۃ

www.naqshbandiaowaisiah.com

صلوٰۃ صلّی کا ترجمہ درود کیا ہوا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اللہ کا درود پڑھنا کیا ہوتا ہے؟۔۔۔ بندے کا درود یہ ہے کہ وہ رحمت الٰہی کیلئے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! ہمیشہ اور بے حساب رحمتیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما۔ درود، دَرَّ یا دُرٌّ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے ایسا عمل جو ہمیشہ جاری رہے، جس میں انقطاع نہ آئے چونکہ اللہ کریم درود بھیجتے ہیں، اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اللہ کے بندے درود بھیجتے ہیں تو یہ ایک ایسا عمل ہے کہ دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جب یہ رحمت باری متوجہ نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ کی طرف اس لئے اسے درود کہا جاتا ہے۔ اللہ کا درود بھیجنا کیا ہے۔۔۔؟ ہم تو دعا کرتے ہیں تو کیا اللہ کریم بھی درود پڑھتے ہیں جس طرح ہم دعا کرتے ہیں؟ نہیں، وہ تو رحمت بھیجنے والا ہے۔ اس کا درود یہ ہے کہ وہ خود رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ "ھُوَ الَّذِیْ" اللہ وہ ہے "یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ" جو تم پر ہمیشہ ہر لمحہ جو بھی ایمان لائے، جسے بھی نور ایمان نصیب ہو۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہر مومن کا ولی ہے اللہ۔ اور ولی ایسا لفظ ہے جس کا معنی بنتا ہے دوست۔ تو جب دو آدمیوں کے یا دو افراد کے درمیان "دوست" بولا جاتا ہے جیسے آپ کہتے ہیں کہ الف، ب کا دوست ہے تو اس کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ "ب" بھی "الف" کا دوست ہے۔ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں، فلاں کا دوست ہے تو اس سے یہ بھی از خود سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ بھی اس کا دوست ہے یہ نہیں کہ وہ اس کا دشمن ہے اور یہ اس کا دوست ہے یہ تو ممکن نہیں ہے۔

کسی بندے کے متعلق یہ کہنا کہ اللہ کا ولی ہے بہت مشکل بات ہے کہ ہمیں کیا پتہ اللہ اس بندے کو دوست رکھتا ہے یا نہیں۔ ہمارا حسن ظن ہے کہ ہم کسی کو ولی اللہ سمجھتے ہیں، یہ ہمارا حسن ظن ہے۔ لیکن جو بھی ایمان لاتا ہے،

قرآن کریم میں ارشاد کے مختلف انداز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو تین انداز سے پکارا ہے۔

اللہ فرماتا ہے کہ میں اس کا دوست ہوں۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر مومن ولی اللہ ہے اور مومن اللہ کا دوست ہے کیونکہ اللہ مومن کا دوست ہے۔ یہی دوستی ہے جو اس کے نزول رحمت کا سبب بن جاتی ہے کہ وہ جن کو دوست رکھتا ہے ان پر ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ تم پر ہمیشہ رحمت نازل کرتا رہتا ہے اور جب وہ تم پر ہمیشہ رحمت نازل فرماکر خوش ہوتا ہے "وَمَلٰئِکَتُہٗ" تو اس کے فرشتے بھی تمہارے لئے دست بہ دعا رہتے ہیں۔ سارے فرشتے بھی ان لوگوں کیلئے دست بہ دعا رہتے ہیں جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنیوں کے شہروں میں بسایا جائے، نور میں لایا جائے، کردار کے اندھیروں سے، نظریات کے اندھیروں سے، عقائد کے اندھیروں سے، اعمال کے اندھیروں سے، ہر طرح کے اندھیروں سے "ظلمات"۔۔۔ جمع کا لفظ آیا ہے۔ چونکہ ظلمتیں بہت قسم کی ہوتی ہیں۔ عقیدے کی تاریکی ہے، فکر کی تاریکی ہے، عمل کی تاریکی ہے، اخلاقیات کی تاریکی ہے، عبادات کی جہاں جہاں غفلت ہوتی ہے وہیں تاریکی ہوتی ہے لیکن روشنی اور نور ایک ہی ہے۔ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لایا جائے وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا اور وہ تو ازل سے ہی ایسے لوگوں کیلئے سراپا رحمت ہے جو ایمان لائے۔

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ آیۂ کریمہ کو دیکھا جائے تو دو باتیں تو بڑی واضح ہیں کہ ہر بندہ جو کلمہ پڑھتا ہے، جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے وہ ولی اللہ ہے ہر وہ بندہ جو دعویٰ ایمان کرتا ہے اس پر اللہ کی رحمت بھی مسلسل نازل ہوتی ہے۔ اللہ کے فرشتے بھی اس کیلئے دعا کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم اپنے آپ کو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو دیکھتے ہیں تو بات سمجھ میں نہیں آتی کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ان پر کون سی رحمت ہو رہی ہے جو قتل عام کر رہے ہیں، جو دہشت گردی کر رہے ہیں، جو جھوٹ بولتے ہیں جو سود کھاتے ہیں، جو دوسروں کی عزتیں لوٹتے ہیں، گلی گلی خون بہہ رہا ہے، گھر گھر آگ لگی ہوئی ہے۔ تو یہ مظاہر تو غضب الٰہی کے ہیں جو غضب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں ان کے کرتوت ایسے ہوتے ہیں۔

اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ جو کچھ اللہ نے ارشاد فرما دیا (معاذ اللہ) اس میں کچھ شک کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ کردار اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ ہم نے اپنے دامن الٹ دیئے ہیں نزول رحمت بند نہیں ہوا، اس طرف سے کمی نہیں ہوئی، ہم نے اپنی توجہ رحمت قبول کرنے سے ہٹالی ہے اور ہم اتباع شریعت چھوڑ کر شیطان کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ وہاں سے نزول رحمت آج بھی جاری ہے اور اس کا کرم ایسا ہے کہ اگر کسی نے ساٹھ ستر سال گناہ میں بسر کر دیئے ہیں، خلوص دل سے توبہ کرے تو واپسی کیلئے ایک لمحہ چاہئے۔ وہی ایک لمحہ جس میں صدق دل سے توبہ کرتا ہے وہ زندگی بھر کی خطاؤں کو صفا کر کے دل کو منور کرنے کیلئے کافی ہے۔ یعنی نزول رحمت میں تعطل نہیں ہے، وہ مسلسل ہے۔ پھر مسلمان کیوں پریشان ہیں؟ اس لئے کہ مسلمان نے اپنا دامن جھٹک دیا، دامن تار تار کر دیا، دامن پھاڑ دیا یا دوسرے دروازے پر جا پھیلایا۔ اللہ کا دروازہ ہی چھوڑ دیا۔ جہاں سے نزول رحمت ہو رہا ہے اس در کو ہی خالی کر دیا اور مخلوق کے اور دوسروں کے اور غیر مسلموں کے، دنیاوی طاقتوں کے دروازے پر اپنا دامن پھیلا کر کھڑا ہے۔

ایک تو سزا جرم کی یا گناہ کی ہوتی ہے لیکن گستاخی اور روگردانی کی سزا کیا ہوتی ہے۔ آپ کا کوئی ایک ملازم ہو۔۔۔۔ میں بھی انسان ہوں، میرا ملازم بھی انسان ہے۔ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے، میں بھی اللہ کی مخلوق ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مجھے اللہ نے اس سے

> **ایسے لوگ بھی ہیں جو خود کو مسلمان تو کہلواتے ہیں لیکن کلمہ ترک کر چکے ہیں۔ اور بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب انسانیت ہے۔**

زیادہ رزق دے دیا ہے۔ میں اسے کچھ پیسے دیکر اس سے کام لیتا ہوں۔ مثلاً وہ میری گاڑی چلاتا ہے، میر ائرکنڈ چلاتا ہے، میرے لئے میرا کام کرتا ہے میں اسے اس کی اجرت دے دیتا ہوں، انسان ہونے میں تو کوئی فرق نہیں۔ اب میں اس ملازم سے کہوں کہ تم نے کسی سے نہیں مانگنا، یہ جو تمہاری تنخواہ ہے وہ تو میں تمہیں دے ہی رہا ہوں اس کے علاوہ تمہارا بچہ بیمار ہو جائے، تمہاری بیوی بیمار ہو جائے، تمہیں کوئی ناگہانی ضرورت پڑ جائے، مکان بنانا پڑ جائے تو مجھ سے بات کرنا۔ اور میں نے ساری زندگی ملازموں سے اس طرح کیا ہے، الحمدللہ! ۔ اب اگر وہ میرے دشمن کے پاس قرض مانگنے جائیں تو میں اسے کتنا انعام دوں گا۔ یہ ساری سہولتیں دینے کے بعد پھر وہ میرے دشمن کے پاس جاکر کہے کہ جی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے تو میں اس سے کتنا خوش ہوں گا۔ یہ حال آج مسلمان کا ہے۔ میرا ملازم۔۔۔۔۔ تو میں بھی مخلوق وہ بھی مخلوق۔۔۔۔ اس طرف خالق کائنات ہے اور وہ فرماتا ہے کہ میں تیرا ٹھیکہ لیتا ہوں، ہر لحظہ تجھ پر میری رحمت دائمی نازل ہوتی رہے گی، میرا ہر فرشتہ تیرے لئے دعا کرتا رہے گا، میں نے تجھ میں محمد رسول اللہ مبعوث کیا، میں نے تیرے ساتھ اپنی باتیں، اپنا قرآن بھیجا اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لیا کہ قیامت تک کے مسلمانوں کو میری بات بعینہٖ جیسے میں نے فرمائی ہے ایسے ہی پہنچانے کا ذمہ بھی میرا ہے پھر اس کا در چھوڑ کر جب ہم غیر اللہ کے سامنے دامن پھیلاتے ہیں۔۔۔۔۔۔ گناہ ثواب کو چھوڑو، صرف اس کی سزا سوچ لو۔ پھر ہمیں شکوہ یہ ہوتا ہے کہ صحابہ پر تو وہ رحمت نازل ہوئی ہم پر کیوں نہیں ہوئی۔ کیا صحابہ اسی طرح قیصر و کسریٰ کے سامنے دامن پھیلانے گئے یا وہ شمشیر بکف تھے؟ کیا صحابہ نے کسریٰ کے خزانوں سے خیرات مانگی تھی یا شمشیر بکف گئے تھے۔ ہم تو باطل کے سامنے گداگری کرنے جاتے ہیں۔ ہم سے چھوٹ گیا تو صرف اللہ کا در اور دنیا کا کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

دروازہ بھیک کیلئے ہم نے چھوڑا ہی نہیں۔ یہ تو پھر اس کا کرم ہے کہ ہمیں کلمہ پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے ورنہ اس جرم کی سزا یہ ہے کہ ہم سے کلمے کی توفیق بھی سلب ہو جانی چاہئے تھی۔ اور وہ رحیم ہے۔۔۔۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو خود کو مسلمان تو کہلواتے ہیں لیکن کلمہ ترک کر چکے ہیں۔ اور بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب انسانیت ہے۔۔۔ ایک بات یقین سے سمجھ لو! اسلام کے باہر انسانیت کا کوئی تصور نہیں یہ جو بین الاقوامی مذہب ہے ناں "انسانیت" اس میں کسی کی آبرو کیا ہے؟ کہیں کوئی اخلاقیات کا تصور ہے؟ کیا کہیں انسانیت تک کا تصور ہے؟ کیا حیوانوں جیسی زندگی نہیں ہے اس میں۔ وہ انسانیت ہے یا حیوانیت ہے، درندگی ہے جسے ہمارے بڑے بڑے نام دانشور انسانیت کہتے ہیں حقیقتاً وہ درندگی اور انسانیت سے محرومی ہے۔ ساری انسانیت دین برحق کے اندر سمو دی گئی ہے۔

اب اللہ نے جو حکم دیا ہے کہ ذکر کثرت سے کرو۔۔۔ یہ کیسے کثرت سے کیا جائے۔ لیکن ذکر کے مختلف مدارج ہیں۔ سب سے پہلا ذکر ہے کہ جو ہم ایمان لاتے ہیں، زبان سے اقرار کرتے ہیں تو وہ زبانی ذکر ہے اور دل سے قبول کرتے ہیں تو یہ قلبی ذکر ہے کہ ہم نے اللہ کو اپنے دل میں بسا لیا۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب۔ اب اس کے بعد جو ہم سیکھتے ہیں، قرآن سیکھتے ہیں، اس کا ترجمہ سیکھتے ہیں، اس کی تفسیر سیکھتے ہیں، فقہ سیکھتے ہیں، دین سیکھتے ہیں تو یہ سارا زبانی ذکر ہے۔ دنیاوی علوم، فنون جو حلال رزق کمانے کیلئے ہم سیکھتے ہیں یہ بھی ذکر الٰہی ہے۔ چونکہ رزق حلال کا حصول فرض عین ہے۔ اور فرض کی تکمیل ذکر الٰہی ہے۔ دنیا کے فنون حصول رزق کیلئے سیکھنا بھی فرض ہو جاتا ہے۔ اب وضو بجائے خود فرض نہیں ہے لیکن جب نماز فرض ہوتی ہے تو اس کیلئے وضو بھی فرض ہو جاتا ہے۔ بعض چیزیں خود

> کسی بندے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ اللہ کا ولی ہے۔ بہت مشکل ہے۔ ہمیں کیا پتہ اللہ اس بندے کو دوست رکھتا ہے یا نہیں لیکن جو بھی ایمان لاتا ہے اللہ فرماتا ہے کہ میں اس کا دوست ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر مومن ولی اللہ ہے۔

فرض نہیں ہوتیں لیکن دوسرے کی وساطت سے فرض ہو جاتی ہیں۔ جب رزق حلال فرض ہے اس کیلئے ہنر یا اس کیلئے علم یا اس کا طریقہ سیکھنا بھی اس کی وساطت سے فرض ہو گیا۔ لہٰذا علم دین سیکھنا، فرائض کا جاننا فرض ہے، دنیا کے علوم سیکھنا فرض ہے، دنیا کے ہنر سیکھنا فرض ہے۔ یہ بھی ذکر ہو گیا۔ پھر جب ہم کام کرتے ہیں، پھر ذکر کا موقع آ جاتا ہے کہ فوراً اللہ کی یاد آتی ہے کہ اللہ کا حکم کیا ہے اس کے مطابق کروں۔ کہیں اللہ کی نافرمانی تو نہیں کر رہا۔ شریعت کے مطابق کام کرنا عملی ذکر ہے۔ پڑھنا پڑھانا زبانی ذکر ہے، ایمان لانا قلبی ذکر ہے، یعنی دن بھر کے ہمارے جو اعمال ہیں یہ عملی ذکر ہے بشرطیکہ شریعت کے مطابق ہو۔ اور اگر شریعت کے خلاف ہیں تو ناشکری ہے۔ اس میں عبادات بھی آ جاتی ہیں معاملات بھی آ جاتے ہیں، اخلاقیات بھی آ جاتے ہیں لیکن مطالبہ ذکر کثیر کا ہے۔ زندگی کا کوئی کام کثیر نہیں ہوتا۔ ہر کام محدود ہے۔ حصول روزگار کا وقت بھی محدود ہے، آرام کا وقت بھی محدود ہے، کھانا بھی ایک حد تک بندہ روز کھاتا ہے، باتیں بھی ایک حد تک روز کرتا ہے۔ آپ کثیر کا حکم کس پر لگائیں گے کہ جس کی کوئی حد نہ ہو۔

زبان سے ذکر بھی لسانی ذکر ہے لیکن ذکر کثیر صرف ذکر قلبی ہے۔ کہ دل کی دھڑکنیں اللہ کے نام سے آشنا ہو جائیں تو پھر یہ اس طرح سیکھ جاتا ہے کہ دھڑکتا تو ایک بار ہے لیکن اللہ کا نام کئی بار لیتا ہے۔ جب تک زندگی قائم ہے تب تک دل کی دھڑکن تو بند ہونے والی نہیں۔ سب سے عمل کثیر جو آدمی کا جسم کرتا ہے وہ یہی دل کی دھڑکن ہے اور یہی انعام تھا صحابہ کرام پر کہ نگاہ مصطفوی نے (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے وجود کے ہر ذرے کو ذاکر بنا دیا تھا جس کے بارے قرآن حکیم فرماتے ہیں ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ۔ کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ان کا ہر ذرہ بدن جو تھا وہ اللہ کا ذکر کرتا تھا۔ دل ذاکر ہو جائے تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ کا بڑا احسان ہے، دل ذاکر ہو جائے تو پھر اس سے بڑی بات کیا ہے۔۔۔۔ پھر ذکر کثیر کا مفہوم سمجھ میں آ جاتا ہے۔

تو اگر آدمی ایمان لائے پھر اللہ اسے توفیق دے وہ شریعت سیکھ لے، اسے اللہ توفیق دے دنیا کا ہنر سیکھے، حلال رزق کمائے، صالح زندگی گزارے تو اسے ذکر کثیر، ذکر قلبی نصیب ہو یعنی آپ ایک آم کا پیڑ لگاتے ہیں تو یہ سارا ایک پیڑ ہے ناں سیکھنا، سمجھنا، عمل کرنا۔ تو پھر اس پر پھل لگتا ہے، وہی آم۔ اب اس پھل کو اگر بویا جائے تو پھر درخت اگ آئے گا، پھر آم نہیں گے۔

یعنی صوفیاء کا طریقہ ہے کہ ذکر شیخ پھل ہے۔ ایمان بیج ہے۔ علم درخت ہے عمل اس کی شاخیں اور پتے ہیں اور ذکر کثیر اس کا پھل ہے۔ تو صوفی یہ پھل طالب کے دل میں بو دیتے ہیں بیج کے طور پر۔ اس کا حاصل یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ اللہ اللہ کرنے سے کیا مجھے کوئی دینی واقفیت حاصل ہو رہی ہے، دین سے رغبت ہو رہی ہے۔ تو پھر تو وہ پودا پھوٹ رہا ہے۔ توفیق عمل ہو رہی ہے تو اس میں شاخیں بھی آ رہی ہیں اور پھر اگر اس کے ساتھ توفیق ذکر قلبی بھی نصیب ہو گئی تو اس پر پھل پھول بھی آ گئے ہیں۔

تو یہ شروع سے ذکر پر لگا دیا جاتا ہے۔۔۔۔ زندگی بھر الحمد للہ بے شمار تجربے ہوئے ان میں یہ ایک تجربہ یہ بھی ہے کہ ہم نے ایک نان مسلم کو بھی اللہ اللہ پر لگا دیا کہ اس طرح سے ہے۔۔۔۔ اس سے اللہ لفظ کہلوانا مشکل ہو رہا تھا اس سے "اللہ" کی Pronunciation جو ہے وہ نہیں ہو رہی تھی۔۔۔۔ لگا دیا۔۔۔۔ اس طرح کرتے رہو یہ جو تمہاری ہے تکلیف پھیپھڑوں کی یہ ٹھیک ہو جائے گی۔ پھیپھڑوں کے علاج کیلئے کرتا رہا نتیجتاً بالآخر مسلمان ہو گیا۔

ذکر ایک ایسی دولت ہے کہ جیسے

> کھڑے بیٹھے، لیٹے ہر حال میں۔ ہر وقت ذکر ہی کرتے رہو۔ اور رات دن کا کوئی لمحہ ایسا نہ ہو کہ جس میں تم اس کی تسبیح نہ کر رہے ہو۔

آپ توجہ سے کریں تو بہت زیادہ فائدہ ہو گا لیکن اگر کوئی عدم توجہی سے بھی کرے تو علمائے حق لکھتے ہیں کہ ہر عمل میں "خلوص" شرط ہے۔ منافقت سے یا بے دلی سے کیا جائے تو اس پر پھل نہیں آتا لیکن ذکر الٰہی ایسی چیز ہے کہ کوئی دکھاوے کیلئے بھی شروع کرے، کرتا رہے تو خلوص آ جاتا ہے لیکن دوسروں کو دکھانے کیلئے اس نے شروع کیا تھا لیکن [illegible] کرتا رہے، چھوڑے نہیں تو خلوص آ جاتا ہے۔ [illegible] اگر آپ عدم توجہی سے بھی [illegible] کرتے رہیں تو زیادہ خرچ ہو گا، وقت زیادہ لگے گا لیکن میل تو کاٹے گا۔ تو اس لئے یہ بیج دل میں بویا جاتا ہے اور اس کا امتحان لیا کہ آدمی خود اپنے نظریات کو سمجھے کہ میرے عقائد شریعت کے مطابق ہیں اور الحمد للہ۔۔۔۔۔ ذکر شروع کر دو۔۔۔۔ ہم نے آج تک نہ کسی کو روکا نہ ٹوکا اور نہ بتانے کی کوشش کی کہ یہ سنت ہے، یہ بدعت ہے۔۔۔۔ اک تجسس پیدا ہو جاتا ہے دل میں اور بندہ خود صحیح چیزیں تلاش کر کے ان کو اپنا لیتا ہے۔ کسی کو آج تک نہ حضرتؒ نے کہا ہے نہ میں نے کہا کہ داڑھی رکھ لو، کسی سے نہیں کہا۔۔۔۔ رکھ لیتے ہیں۔۔۔۔۔ کیوں رکھ لیتے ہیں۔۔۔۔؟ ہم نے کسی سے نہیں کہا کہ یہ بدعت ہے یہ سنت ہے، نہیں۔ جو کرتا ہے کرتا رہے۔۔۔۔ اللہ اللہ تو کرے۔۔۔۔ ایسی جالا لگی ہے دل کو کہ وہ اچھائیاں چن لیتا ہے اور خرافات کو چھوڑ دیتا ہے۔

الحمد للہ! یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسی جگہ اکٹھا کر دیا جہاں ذکر قلبی کی نعمت ہمیں نصیب ہوئی۔ اللہ اس پر استقامت اور خلوص اور اس کے ثمرات عطا فرمائے۔ زندگی میں ایک یہ سب سے اہم بات ہے اور پوری زندگی کے اعمال کی اصلاح کا اس پہ دارومدار ہے یہ جائیں اس سے نہ کیجئے کہ کس کے مراقبات کہاں [illegible] کے بعد اس سے کیجئے کہ عملی زندگی میں کس قدر اصلاح ہوئی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

شیطان کی پیروی مت کرو

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع، منارہ 09-08-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ اے لوگو! جنہیں ایمان نصیب ہوا ہے۔ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ۔ خُطُوٰات، خطوۃ کی جمع ہے اور خطوۃ نقش قدم کو کہتے ہیں۔ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ شیطان کے نقوش ہائے قدم پر مت چلو، ان کی پیروی نہ کرو۔ اور اس کی پہچان یہ ہے۔

وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ تو وہ بے حیائی اور برائی پھیلانے والا بن جاتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ خود بے حیائی اور برائی میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ بے حیائی اور برائی کی اشاعت کا سبب بن جاتا ہے۔ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بے حیائی اور برائی کی اشاعت کا باعث بنتا ہے۔

اب رہی بات یہ کہ تم میں کون پارسا ہے، کون کتنا نیک ہے۔ کس کو اپنی نیکی پر ناز ہے۔ تو فرمایا! کہ یہ بھی بھول جاؤ۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ اور اگر اللہ کا فضل تمہارے شامل حال نہ ہوا اور تم پر اللہ کی رحمت نہ ہوتو مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۔ تو کبھی بھی تم میں سے کوئی بھی پاک صاف اور نیک نہیں ہو سکتا۔ نیکی، پاکیزگی، اچھائی، یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور رحمت الٰہی عطا کی جاتی ہے، خریدی نہیں جاتی۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاک اور صاف کردیتا ہے۔ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اللہ سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔ ہر بات کو سنتا بھی ہے اور جو باتیں کہی نہیں جاتیں، دلوں میں پوشیدہ ہوتی ہے، وہ انہیں بھی جانتا ہے۔

> **اللہ کی بے پناہ رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے پتھر کھا کر بھی نعمتیں بانٹیں۔**

یہ پاکیزگی، نیکی اور طہارت کا مدار اس بات پر ہے کہ کس کے دل میں قرب الٰہی کیلئے کتنی تڑپ ہے۔ جتنی طلب ہوتی ہے، جتنی تڑپ ہوتی جتنی انابت ہوتی ہے۔ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ اسی طلب، اسی تڑپ کو انابت کہا گیا ہے۔ جتنا رجوع الی اللہ ہوتا ہے، جتنی دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے، جتنا دل آرزو کرتا ہے اس سے زیادہ وہ عطا فرماتا ہے۔ چونکہ وہ عطا اپنے فضل سے فرماتا ہے، وہ عطا اپنی رحمت سے فرماتا ہے، بندے میں جتنی بھی طلب ہو، انسانی حدود سے متجاوز تو نہیں ہوگی۔ انسان کی ساری خصوصیات کی ایک حد ہے۔ اس کی طاقت کی ایک حد ہے، اس کی نظر کی ایک حد ہے، اس کے علم کی ایک حد ہے، اس کی فکر کی ایک حد ہے، اسی طرح اس کی آرزو کی بھی ایک حد ہوگی، بہت بڑی طلب بھی اس کے دل میں آ جائے تو بھی انسانی حدود کے اندر ہوگی لیکن جب وہ عطا کرتا ہے تو اس کی کسی صفت کی، اس کے کسی کام کی کوئی حد نہیں ہے، نہ اس کی ذات کی کوئی حد ہے، نہ اس کی صفات کی کوئی حد ہے، وہ حدود سے بالاتر ہے، وہ حدود کا بھی خالق ہے، حدود بھی مخلوق ہیں، حدیں بھی مخلوق ہیں، اول و آخر ہر شے مخلوق ہے اور وہ سب سے بالاتر ہے، وہ خالق ہے۔ اس کی عطا کی کوئی حد، کوئی شمار نہیں ہوتا، وہ پھر اپنی شان کے مطابق عطا کرتا ہے۔ آدمی مانگتا اپنی جرأت کے مطابق ہے، وہ عطا اپنی شان کے مطابق کرتا ہے۔ لہٰذا تقاضائے ایمان یہ ہے کہ بے حیائی اور برائی کو روکا جائے شیطان کی پیروی اگر کریں گے تو بے حیائی

www.naqshbandiaowaisiah.com

پھیلانے والے ہوں گے۔ برائی پھیلانے والے ہوں گے۔ اور یاد رکھیں! برائی، بے حیائی کا پھل ہوتی ہے۔ جب بے حیائی پھیلتی ہے، جب باتوں میں اخلاقیات کی پرواہ نہیں کی جاتی، جب تحریروں میں اخلاقیات کی پرواہ نہیں کی جاتی، جب میڈیا اخلاقی حدود پھلانگ جاتا ہے تو بے حیائی کی تشہیر ہوتی ہے۔ اور بے حیائی کی یہ تشہیر جو ہے یہ انسانوں کو برائی پر آمادہ کرتی ہے اور یہ بے حیائی گویا ایک درخت ہے جس کا پھل برائی ہوتا ہے۔ اور یہ سارا عمل شیطان کا اتباع ہے۔

یاد رکھیں! اسلام ایک فلسفہ حیات ہے۔ اسلام پوری زندگی پہ محیط ہے۔ اسلام زندگی کے کسی ایک رکن، کسی ایک عمل کا نام نہیں ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک تعلق باللہ اور دوسرا تعلق بالخلق۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں طرف کامل ہوتے ہیں۔ جتنی کسی کی ذمہ داری ہے۔ جس نبی کو جو امت نصیب ہوئی، جو زمانہ نصیب ہوا، جتنا وقت نصیب ہوا اس میں ہر ہر متنفس کی راہنمائی کرنے کی اہلیت و استعداد اس نبی کو عطا فرمائی۔ اور جتنی ضرورت برکات کی اس مخلوق کو ہوتی اور جتنا تعلق باللہ چاہیے تھا اس میں بھی وہ کمال اس نبی کو عطا فرمایا۔ آقائے نامدار ﷺ امام الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء کو جو برکات بھی پہنچیں۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین عالم ارواح کی بات ہے، جب صرف روحیں تخلیق کی گئیں اس وقت ارواح انبیاء سے نبی اکرم ﷺ کی بیعت لی گئی۔ اور تمام انبیاء کو اس کی تکمیل کیلئے شب اسریٰ یا شب معراج، بیت المقدس میں آپ کی اقتداء میں دوگانہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو پہلی امتوں کو بھی جو نعمتیں، جو اللہ کا فضل، اللہ کی رحمتیں نصیب ہوئیں وہ آپ ﷺ کی وساطت سے ہوئیں کیونکہ آپ کی ذات جو ہے وہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ عالمین، اللہ کے علاوہ باقی سب کو محیط ہے۔ اس میں اگلے پچھلے سب آجاتے ہیں۔ لیکن الحمدللہ امت مرحومہ پہ یہ احسان

یہ بے حیائی گویا ایک درخت ہے جس کا پھل برائی ہوتا ہے۔

ہے رب جلیل کا کہ سب آپ ﷺ کی بیعت ہوئی اس وقت سے لے کر قیامت تک ہر طالب کو براہ راست بارگاہ نبوی سے برکات ملتی رہیں گی۔ اگر وساطت بنتی ہے، وسائل بنتے ہیں تو اس بارگاہ تک پہنچانے کے بنتے ہیں آپ کے ارشادات ہم تک پہنچانے کے بنتے ہیں۔ صحابہ کرام سب سے پہلا وسیلہ ہے جن کی وساطت سے اللہ کی کتاب ہم تک پہنچی۔ کیونکہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا وہ تو صحابی ہے۔ چنانچہ تمام امت پر احسان ہے صحابہ کرام کا کہ وہ ذریعہ بنے اللہ کی رحمت کے اور ہمارے درمیان۔ صحابہ سے تابعین کو، تابعین سے تبع تابعین کو، علیٰ ھذا القیاس، آج تک اللہ کے وہ بندے، جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جس کا مفہوم ہے کہ تم میں سے افضل وہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور قرآن کو سکھایا۔ اسی طرح جن لوگوں کو اللہ کریم نے دینی علوم سیکھنے کی سعادت بخشی ہے اور انہوں نے ارشادات نبوی کیلئے، احادیث مبارکہ سیکھیں، فقہ سیکھی، قرآن اور قرآن کی تفسیر سیکھی پھر اسے اللہ کی مخلوق تک پہنچایا۔ یہ ان برکات کے پہنچانے کا سبب بن گئے، اپنی گرہ سے کچھ نہیں دے رہے۔ عطا وہیں سے ہو رہا ہے۔ مل وہیں سے رہا ہے، بجلی ساری پاور ہاؤس سے جنریٹ ہوتی ہے۔ لیکن جو تاریں لاتی ہیں وہ بھی راستہ اور ذریعہ بن جاتی ہیں، اگر تار کٹ جائے تو پاور ہاؤس اپنی جگہ بجلی تقسیم کرتا رہتا ہے لیکن جس کی کٹ جائے اس تک نہیں پہنچتی۔

اسی طرح روحانی برکات، تزکیہ، جس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ما زکیٰ منکم من احد ابدا کبھی بھی، کوئی بھی تم میں سے تزکیے کا حامل نہیں ہوسکتا۔ ما زکیٰ منکم من احد ابدا لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے پاک کر دیتا ہے۔ اس کا تزکیہ فرما دیتا ہے اور اللہ کن کو چاہتا ہے، واللہ سمیع علیم جو مانگتے ہیں ان کی بات سنتا بھی ہے اور جن کے دل میں تڑپ اٹھتی ہے ان کے دل کے حال سے واقف بھی ہے۔ جہاں درد پیدا ہوتا ہے وہاں دوا دیتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے، جہاں آرزو اور تمنا پیدا ہوتی ہے وہاں وصال کی خوشخبری دیتا ہے۔ جہاں طلب پیدا ہوتی ہے وہاں عطا کرتا ہے تو احسان عظیم ہے ان لوگوں کا اللہ کی کروڑوں، کروڑوں رحمتیں ہوں ان پر جن کی ساری زندگیاں برکات نبوی علیٰ صاحب الصلوٰۃ والسلام کو سمیٹتے بسر ہوئیں اور تقسیم کرتے بیت گئیں۔ کیا ہی خوش نصیب لوگ تھے کہ جن کے طفیل جس کسی کے دامن میں اک ذرہ بھی پڑا وہ اسے خورشید بنا گیا۔ اگر شیشہ صاف ہو جائے اس پر سورج کی ایک کرن بھی پڑ جائے تو وہ ایسے لگتا ہے جیسے اس میں پورا سورج نکل آیا۔

یہ کیسے عجیب لوگ تھے کہ جنہوں نے اپنی ساری عمریں صرف کیں، اپنی ساری راتیں قربان کیں، اپنے آرام قربان کئے اور ہم جیسے ناکارہ لوگوں پر محنت کر کے ہمیں

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ، ہم کہاں، یہ بات کہاں جو سمجھ میں نہیں آسکتی جو سوچی نہیں جاسکتی، جس پر بحث نہیں کی جاسکتی کیسے عجیب لوگ تھے کہ جنہوں نے صدیوں کے فاصلے پاٹ کر مدتوں کو آگے سے ہٹا کر اللہ کے بندوں کو واصل باللہ اور واصل بارگاہ رسالت کر دیا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دل میں طلب ہی پیدا ہو جائے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دل میں آرزو، طلب پیدا ہو جائے، ایسا کوئی سبب بھی پیدا ہو جائے۔ کتنے ایسے لوگ گزرے ہیں، کتنے اہل اللہ ایسے گزرے ہیں جنکی عمریں طلب میں گزر گئیں۔ کہیں سے ایک درس، ایک سبق مل گیا، ایک لطیفہ مل گیا، قلب کو ذکر کرنے کی توفیق نصیب ہوئی، ساری زندگی اس ایک کو لے کر روئے زمین پر پھرتے رہے، تلاش کرتے رہے کہ اس سے آگے کوئی سبق دینے والا مل جائے، عمریں تمام ہوگئیں لیکن کوئی بندہ نہ مل سکا۔ کتنے ایسے تھے جنہیں کوئی ایک سبق دینے والا بھی نہ ملا۔ یہ اللہ کی مرضی کہ وہ انہیں برزخ میں کیا کچھ عطا کر دے، یہ تو اس کی

سنگریزے اکٹھے
کرتا رہتا ہوں،
تجھے کیا خبر ان
میں کون سا ہیرا
ہاتھ آجائے۔

عطا ہے لیکن زندگی بھر آرزو لئے پھرتے رہے، تمنا لئے پھرتے رہے، خواہش لئے پھرتے رہے اور انہیں ایسا کوئی مل نہ سکا۔

اور کیسے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے دل میں طلب بھی کسی نے پیدا کی اور دامن مراد بھی کسی نے بھر دیا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ جو اس راہ سے ہی بے خبر و بے گانہ تھے، کتنے ایسے لوگ ہیں جن کی راتیں کلبوں میں بسر ہوتی تھیں، کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے دل فحاشی کی نذر ہو گئے تھے، کتنے لوگ ہیں جو مختلف نشوں کے عادی تھے، کتنے ایسے لوگ ہیں جن کی راتیں سینماؤں میں گزر جاتی تھیں۔ لیکن اللہ کے بندوں کی کیا نرالی ادائیں ہیں کہ لوگوں کو قحبہ خانوں سے پکڑا، لوگوں کو بازاروں سے پکڑا، لوگوں کو دنیا داری میں دھنسے ہوئے پکڑا اور پھر انہیں طلب بھی دی، آرزو بھی دی، دامن بھی دیا اور پھر دامن کو بھر بھی دیا، یہ کیسی عجیب بات ہے جو سوچی نہیں جاسکتی، جو سمجھی نہیں جاسکتی۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی تھا

یعنی ایسے لوگ بھی ہیں جو آپ کے دامن کو بھی وسعتیں دے دیتے ہیں۔ ذرا طلب تو بڑھاؤ، مانگو تو سہی، پکارو تو سہی، محنت تو کرو۔ مانگنا ہے دینا تو کچھ نہیں... لینے کیلئے اٹھنا ہے کچھ دینے کیلئے نہیں۔ حاصل کرنے کیلئے جانا ہے کچھ دینے کیلئے نہیں کچھ قربان کرنے کیلئے نہیں۔ وہ کیسے عجیب لوگ تھے۔

یہ سب کس لئے تھا؟ حضرتؒ کی دو باتیں میں آپ کو سناؤں گا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اتنے سارے لوگوں کو، جو آتا ہے اسے اللہ اللہ سکھا دیتے ہیں، کوئی کسی طرح کا ہے، کوئی کسی طرح کا ہے، کسی میں اہلیت ہے، استعداد ہے، کسی میں سمجھ اور شعور ہے اور اکثر میں ہے نہیں۔ وہ ناقدری کرتے ہیں، وہ بہہ جاتے ہیں پھر گمراہ ہو جاتے ہیں، آدھے ایسے ہیں جو آپ پر اعتراض کرتے ہیں، آدھے ایسے ہیں جو آپ پر بہتان لگاتے ہیں۔ ایک ساتھی نے ایک غزل کہی تھی فارسی میں، مجھے اس کا ایک شعر ہی یاد ہے۔ وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

انہوں نے حضرتؒ کی تعریف میں کہی تھی اس کا ایک شعر میرے ذہن میں ہے۔

صد ہزاراں جاں بر قدمت فدا
کہ رسانیدی بہ حضور مصطفٰی ﷺ

جب اسے فنافی الرسول ہوا تھا تو اس نے ایک منقبت سی لکھی تھی حضرتؒ کی تو اس کا یہ شعر تھا کہ لاکھوں جانیں بھی ہوں تو میں آپ کے قدموں پر نچھاور کردوں کہ آپ نے مجھے بارگاہ نبوی میں پہنچا دیا۔ پھر اس شخص کو میں نے دیکھا کہ حضرت پر بہتان لگایا کرتا تھا کہ کوئی دن ہے یہ شخص امام مہدی ہونے کا دعوی کرے گا۔ یہی شخص جس کا یہ شعر ہے اس پر پھر وہ وقت بھی آیا کہ اس کے وہ منازل بھی گئے، وہ سلوک بھی گئے، وہ نمازیں گئیں، وہ دین گیا اور جب پوچھا جاتا کہ تم نے حضرت کا دامن کیوں چھوڑ دیا تو کہتا تھا کہ بس آپ دیکھیں کہ کوئی دن ہے کہ یہ امام مہدی ہونے کا دعوی کرے گا، یہ نئی نئی باتیں کرتا ہے۔

مشکل ہوتا ہے کہ لوگ آپ کا شکریہ ادا کریں، آپ کے ہاتھ چومیں، آپ کا احسان مانیں اور آپ ان پر عطا کے بادل برساتے جائیں، یہ بھی مشکل ہے لیکن یہ کتنا مشکل ہے کہ لوگ پتھر برسائیں اور آپ پھول بانٹ رہے ہوں۔ کتنا مشکل ہے کہ لوگ آپ پر کانٹے برسائیں اور آپ ان کے لئے بھی پھول بانٹیں اور مسنون طریقہ یہی ہے کہ جنہوں نے پتھر برسائے تھے ان کی مروت کیلئے حضور نے دعا فرمائی۔ لیکن سنت سیدہ پر قائم رہنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔

انسان کا مزاج دیکھو، اس کی ناشکری دیکھو! جب یہ اپنے پیدا کرنے والے کی ناشکری کر سکتا ہے، جب یہ رحمت اللعالمین کی ناشکری کر سکتا ہے، جب یہ ناشکری پر آتا ہے تو یہ نہ پھر والدین کی پرواہ کرتا ہے، نہ مشائخ کی پرواہ کرتا ہے، گزر جاتا ہے لیکن اللہ کی بے پناہ رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے پتھر کھا کر بھی نعمتیں بانٹیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ لوگوں کو طلب دی کہ اللہ طلب پر دیتا ہے۔ محنت خود کی، آرزو بھی خود

> **میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں کچھ لوگ باقی رہ جائیں جنہیں دیکھ کر کوئی یہ کہہ سکے کہ مسلمان ایسے ہوا کرتے تھے۔**

دی کہ یہ ہونی چاہئے تمہارے دل میں۔ اور اس پر ثمرات بھی لکھوا دیئے۔ اب حضرت سے کسی نے پوچھا کہ ہر آدمی کو اللہ اللہ کروا دیتے ہو۔ فرمایا! میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں کچھ لوگ باقی رہ جائیں جنہیں دیکھ کر کوئی یہ کہہ سکے کہ مسلمان ایسے ہوا کرتے تھے۔ کہ جو زمانہ آ رہا ہے اس میں لوگ جب اسلام اور مسلمانوں کی حکایات پڑھیں گے، تو شاید پڑھیں گے، ان لوگوں کے احوال پڑھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو افسانے ہیں، ایسا بندہ تو کوئی نہیں ہوتا۔ اس طرح کا کون ہوتا ہے، ہمارے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے ہم ہیں۔ اس طرح کا بندہ ہونا تو ممکن نہیں ہے۔ تو فرماتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ لوگ زمین پر ایسے ہوں جنہیں دیکھ کر دیکھنے والا کہہ سکے کہ ایسے ہی ہوتے ہوں گے مسلمان جیسا یہ بندہ ہے۔

ایک دفعہ کسی نے کہا، حضرت آپ ہر آنے والے کو اللہ اللہ کروا دیتے ہیں، یہ لوگ باہر جا کر الٹ ہو جاتے ہیں، فرمایا! میں سنگریزے اکٹھے کرتا رہتا ہوں۔ تجھے کیا خبر ان میں کون سا ہیرا ہاتھ آ جائے۔ میں تو سنگریزوں کی بوریاں بھرتا رہتا ہوں۔ اور جنہیں ہیرے چاہئے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ سنگریزے چنتے ہیں انہی میں سے کوئی ہیرا نکل آتا ہے۔ ہیرے راستے میں پڑے ہوئے نہیں ملتے۔ میری تو یہ دعا ہے کہ رب جلیل ہر ساتھی کو وہ ہیرا بنائے جو حضرت چاہتے تھے۔ ہر ساتھی کو صحیح فکر عطا کرے، صحیح عمل عطا کرے صحیح طلب عطا کرے اور اس کا صحیح ثمر عطا کرے۔

لیکن یاد رکھیں! یہ کسی کی قربانیاں ہیں جن کے طفیل آپ کو یہ اللہ اللہ نصیب ہے، کسی کی محنت ہے جس کے سہارے پر آپ جاگ رہے ہیں، یہ کسی کی دی ہوئی طلب ہے جس کے سہارے آپ مانگ رہے ہیں۔ یہ کسی نے آپ کو دامن عطا کر دیا جسے آپ پھیلائے ہوئے ہیں۔ نہ مجھ میں یہ طلب تھی نہ آپ میں یہ آرزو تھی۔ میں تو شاید سب سے گیا گزرا آدمی تھا، مجھے تو اس راستے کی خبر ہی نہیں تھی بلکہ میرا تو اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

طرف آنا...... میرے جاننے والے لوگ حضرت کی یہ بہت بڑی کرامت سمجھا کرتے تھے کہ اس شخص کو بھی اللہ اللہ پر لگا دیا۔

اب ہماری آزمائش، ہمارا امتحان یہ ہے کہ اس معاشرے میں، اس ماحول میں، شیطانی اقدار کتنی پھلتی پھولتی ہیں اور اس کے مقابلے میں سنت کی اشاعت ہم کس قدر کر پاتے ہیں۔ ہماری آزمائش یہ نہیں ہے کہ کس کے مراقبات کتنے ہیں، ہماری آزمائش یہ نہیں ہے کہ کس کا منصب کیا ہے روزِ حشر اگر کسی کو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ منصب مفت عطا کر دے تو کوئی اس کے دستِ رحمت کو پکڑے گا۔ کسی بڑے سے بڑے صاحب منصب کی کسی ایک بات پر وہ فرما دے کہ میں تیرے سارے مناصب ضبط کرتا ہوں یہ کیوں کیا تھا تو کوئی اس کے دستِ غضب کو روک سکے گا۔

بات تو اس کے دستِ قدرت میں ہے اور امور کا انجام دیکھا جاتا ہے۔ کام تو ہوتے رہتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہے۔ اس کا خاتمہ کیا ہے اور خاتمے کا پتہ روزِ حشر کو چلے گا کہ کس کا منصب کیا ملے اور کس کا مقام کیا ہے۔ کون کس جگہ کھڑا ہے اس کا فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں ہوگا۔ ہم اس کا حق شکر کس طرح ادا کر سکتے ہیں؟ اس طرح ادا کر سکتے ہیں کہ عبادات اور تعلق باللہ کے معاملے میں کمر بستہ رہیں جتنی بساط ممکن ہے جتنا مقدور ہے اللہ کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حجرہ مبارک میں تھے، رات کو فرمانے لگے کہ اگر اجازت دیں تو میں آج کی رات عبادت میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا! یارسول اللہ، جیسے آپ کی رضا، خوشی ہو، تو چونکہ کاشانہ نبویؐ میں بستر مبارک ایک ہی ہوتا تھا کسی دولت کدے پر ایک کمبل تھا جو گرمیوں میں سارا نیچے بچھا لیتے، سردیوں میں آدھا اوپر لے لیتے۔ کھجور کا گدا اور اس پر ایک چادر ہوتی تھی لیکن جس بھی حجرہ مبارک میں ہوتے بستر ایک ہی

> اللہ کے بندوں کی کیا نرالی ادائیں ھیں کہ لوگوں کو قحبہ خانوں سے پکڑا، انھیں طلب دی، آرزو دی، دامن دیا اور پھر دامن کو بھر بھی دیا۔

ہوتا تھا ام المومنین کا بھی اور نبی اکرم ﷺ کا بھی۔ دو بستر نہیں تھے کاشانہ نبوی میں۔ تو فرمایا کہ میں لیٹ گئی اور حضور کھڑے ہو گئے۔ جب آپ رکوع سجود کرتے تو میں ٹانگیں سمیٹ لیتی جب آپ کھڑے ہوتے میں ٹانگیں لمبی کر لیتی۔ لیکن فرماتی ہیں کہ آپ کھڑے رہے، کھڑے رہے اپنے قیام میں، میں نے سمجھا کہ آج کی رات قیام ہی میں گزر جائے گی۔ سینہ اقدس سے اس طرح آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کھول رہی ہو اور اشک مبارک رواں تھے اس قدر برسے، اس قدر برسے کہ ریش مبارک تر ہو کر ٹپ ٹپ قطرے سینہ اقدس پر گر رہے تھے۔ پھر آپ رکوع میں گئے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ باقی رات رکوع میں گزاریں گے اور سجدے میں گئے تو بھی میں نے یہی سوچا، غرض دو رکعت میں رات تمام ہوئی۔ تہجد کا وقت ہو گیا۔ قدوم مبارک سوج گئے، متورم ہو گئے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرماتی ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! دنیا کو آپ کی شفاعت کی امید ہے، روئے زمین کی ساری امتیں، انبیاء، صلحاء، نیک اور گنہگار مسلمان، سب ہی آپ کی شفاعت کے امیدوار ہیں۔ لوگ آپ کے طفیل اللہ کی بخشش چاہیں گے اور آپ اتنی مشقت فرما رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ "اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا" کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ اگر اتنا مجھ پر اللہ کا احسان ہے تو اس کا شکر مجھے کتنا ادا کرنا چاہئے یہ بھی کبھی سوچا؟

تو ادائے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ عبادات میں عزیمت کو اختیار کیا جائے اور ممکن حد تک اللہ کی عبادت بروقت صحیح طریقے سے، وضو سے لے کر نماز تک اور تلاوت سے لیکر تسبیح تک اپنے اوقات پر ادا کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔ پھر انسانی کمزوریاں درمیان میں آتی ہیں، بیماریاں درمیان میں آتی ہیں، مصروفیات آتی ہیں۔ اللہ رحم فرمانے والا ہے لیکن اپنی طرف سے اپنے لئے رخصتیں ایجاد نہ کی جائیں بلکہ مجاہدہ اختیار کیا جائے۔ یہ شکر ادا کرنے کا طریقہ ہے۔

باقی صفحہ نمبر 113 پر ملاحظہ کریں

www.naqshbandiaowaisiah.com

تکبر اور اپنا محاسبہ.....یقین محکم

جہاد ہند یا غزوہ ہند جو ہے اس کے آثار نمایاں ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ ایک گلوبل صورت حال، ایک پوری دنیا کی صورت حال ایسی بن گئی ہے کہ پوری دنیا کا کفر اور نام نہاد مسلمان بھی اس کے ساتھ متفق ہیں جبکہ چند باعمل مسلمان اس خطے میں محصور ہیں جو ابھی اسلامی ریاست کا خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنے اس خواب سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں۔ باقی دنیا میں کہیں ایسا نہیں ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع، منارہ 5 اور 7 اگست 2002ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا فَاعْبُدْہُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِہٖ ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا ○

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ ذَاتُہٗ بِہِ الْعُصُوْرُ۔

سولہویں پارہ میں سورۃ مریم کی یہ آیۃ کریمہ عظمت الٰہی کا، اس کی ربوبیت کے حوالے سے جائزہ پیش کرتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وہ رب ہے تمام آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان میں ہے، سب کا۔

رب کا سادہ سا معنی یہ ہوتا ہے کہ جو کسی کی ہر ضرورت، ہر وقت، ہر حال میں، ہر موقع پر پوری کر رہا ہو۔ رب وہ ہوتا ہے جو اپنے مربوب کی تمام ضروریات ہمہ وقت پوری فرماتا ہے اور درجہ بدرجہ اس کی تربیت فرماتا ہے۔ تربیت بھی ربوبیت ہی سے نکلی ہے۔ فرمایا۔ کائنات کے بارے جتنا تمہارے پاس علم ہے، انسانی علوم کی حدود آسمانوں تک ہے۔ انسانی علوم کی حدود زمین تک ہے، یا، ارض و سما کے درمیان جو خلا ہے اس میں جو ستارے، سیارے یا جو مخلوق ہے وہ انسانی علوم کی رسائی میں ہے۔ وہ تو تمام کائناتوں کا رب ہے لیکن یہاں جس حوالے سے بات ہو رہی ہے کہ جہاں تک انسان سوچ سکتا ہے، جہاں تک انسانی علوم کی رسائی ہے وہاں تک ہر ذات، ہر وجود کا پیدا کرنے والا بھی وہ ہے، قائم رکھنے والا بھی وہ ہے، اسے مختلف اوصاف عطا کرنے والا بھی وہ ہے، اس کی ساری ضروریات کی تکمیل کرنے والا بھی وہی اکیلا ہے۔ جب یہ بات ہے تو فَاعْبُدْہُ پھر اسی ایک کی غلامی کو اختیار کرو۔

عبادت کا اصطلاحی معنی تو مخصوص ارکان کی ادائیگی ہے جیسے فرائض، سنن و واجبات لیکن عبادات کا حقیقی معنی یہ ہے، لغوی معنی یہ ہے کہ نفع کی امید پر یا نقصان کے ڈر سے کسی کا حکم مانا جائے، اسے عبادت کہتے ہیں۔ ہم کسی کا ایک ایسا حکم جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو اگر اس سے ڈرتے ہوئے بھی مانتے ہیں تو ہم نے اسے اللہ کا شریک سمجھا اور کسی کا ایسا حکم جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو اسے کسی نفع کی امید پر بھی مان لیں تو یہ بھی شرک ہے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بیانات خدام الدین میں چھپا کرتے تھے اس میں ایک خطبے میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اذان ہوتی ہے، مسجد میں نماز ہو جاتی ہے، مسجد کے پڑوس میں بیٹھا ہوا ایک آدمی دکان سے اس لئے نہیں اٹھتا کہ خیر ہے، نماز تو بعد میں بھی ادا کر لوں گا، یہ وقت گاہکوں کا ہے، دکانداری کا ہے تو انہیں مایوس نہ کروں، تو فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ کی عبادت پر ترجیح دیتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ روزی مجھے یہاں سے ملے گی، اس کا رب اس کی دکان ہے، اس نے اللہ کی ربوبیت کو نہیں سمجھا بلکہ اس نے سمجھ رکھا ہے کہ اس کا رب یہ دکان ہے۔ تو جب پیدا وہ فرماتا ہے، تمام کمالات، تمام خصوصیات وہ عطا کرتا ہے تو پھر اطاعت بھی اس کی ہوگی اور اطاعت سے مراد بلوغت سے لے کر موت تک کی زندگی ہے۔ اس لئے کہ آگے فرمایا۔ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِہٖ اس کی عبادت پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

تم جانتے جاؤ، اس کی اطاعت پہ ڈٹے جاؤ اور جم جاؤ۔ اور یہ یاد رکھو ھل تعلم لہ سمیا۔ تم نے کوئی دوسرا ایسا نام سنا ہے جو یہ دعوی کرے کہ اس کائنات کا رب میں ہوں اور اس مخلوق کو میں پال رہا ہوں۔

رب کریم فرماتے ہیں کہ ایسا دعوی تو کسی نے جھوٹے موٹے میں بھی نہیں کیا کیونکہ وہ خود مخلوق ہے۔ خود پیدا ہوتا ہے۔ خود مرتا ہے۔ خود اسے بھوک لگتی ہے، نیند آتی ہے، بیمار ہوتا ہے، صحتمند ہوتا ہے تو وہ دوسروں کے بارے میں کیسے کہہ سکتا ہے کہ ان کو صحت میں نے دی ہے۔ ان کو زندگی میں نے دی ہے جب وہ خود موت کا شکار ہے۔ ھل تعلم لہ سمیا تم نے کوئی ایسا دوسرا نام سنا ہے جو اس ساری کائنات کا رب ہو اور ساری کائنات کی ہر شے، ہر ذرے، ہر نفس، ہر شجر حجر دریا، پانی، ہوا کی مخلوق، زمینی مخلوق، ہر مخلوق کی ہر ضرورت ہر وقت پوری کر رہا ہو۔

جو عبادات فرض کی گئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کریم سے ایک تعلق اور ایک رشتہ قائم ہو جائے۔ اطاعت کے لئے جبر اللہ نہیں چاہتا اگر اللہ جبراً اطاعت کروانا چاہتا تو جس طرح اس کے حکم سے سب پیدا ہوتے ہیں اس کے حکم سے سارے مر جاتے ہیں، اسی طرح اس کے حکم سے سارے سجدے بھی کرتے رہتے۔ اس نے اپنی اطاعت کے لئے انسان پر ایک شرط لگائی ہے کہ انسان اس کی عظمت کو سمجھے۔ اسے پہچانے۔ پھر اپنی پسند سے، اپنے دل سے فیصلہ کر کے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے اور اس فیصلے کے ساتھ اس کی عبادت کرے کہ وہ ایسا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ سفر ہائے فراخی دے یا خدانخواستہ تنگی آ جائے۔ وہ صحت کی نعمت سے سرفراز کرے یا کوئی بیماری آ جائے۔ وہ آرام دہ زندگی دے یا کبھی مصیبت آ جائے یہ حالات بھی بدلتے رہتے ہیں لیکن اس کی عظمت و جلالت میں کوئی فرق نہیں آتا، وہ ہر حال میں رب العالمین ہے اور ہر حال میں اس قابل ہے کہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔

جتنے احکام الہی مانے جاتے ہیں انبیاء علیہم الصلوۃ کی وساطت سے فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے میرے رسول ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی آپ اپنی پسند سے کوئی حکم شرعی نافذ نہیں فرماتے، کوئی کام کرنے کا نہیں کہتے۔ کسی کام سے روکتے نہیں، اپنی پسند سے ارشاد نہیں فرماتے بلکہ جو وحی الہی ہوتی ہے وہ پہنچاتے ہیں۔ لب ہائے مبارک آقائے نامدار ﷺ کے ہلتے ہیں اور بات اللہ کی ہوتی ہے۔ اسی طرح جو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اسے جو ہم تک آگے پہنچا ہے اس کا احسان ہے وہ قابل احترام ہے لیکن اس حد تک جب تک وہ باتیں ہم تک پہنچائے جو آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمائیں۔ یہ یاد رکھیں! دین حضور ﷺ کی دنیاوی زندگی میں مکمل ہو گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

دین وہی ہے جو حیات طیبہ میں مکمل ہو گیا اور جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ کرام کو تعلیم فرما کر اپنے سامنے ان سے عمل کروا کر اس کی تصدیق کر کے یہاں سے پردہ فرما گئے۔ اس کے بعد جتنی ایجادات آتی ہیں، نئی نئی چیزیں سواری میں آئیں، نئی نئی چیزیں کھانے پینے میں آئیں نئی نئی چیزیں پہننے میں آئیں، نئے نئے طریقے سفر کے آئے، نئے نئے طریقے علاج کے ہیں، ان سب کو اگر ہم دنیاوی اسباب کی حد تک رکھ کر، گناہ ثواب سے الگ رکھ کر حلت و حرمت کے تحت استعمال کریں جو نبی علیہ السلام نے فرما دی تھی ۔۔۔ ایک کھانا پکتا ہے اس میں خنزیر کی چربی ہے۔ سارا کھانا حلال ہے، خنزیر حرام ہے لیکن ایک کھانا پکتا ہے جس میں ساری چیزیں حلال ہیں تو وہ عہد نبوی میں نہیں تھا، آج ہے، اس میں حرج نہیں ہے۔ اس زمانے میں گھوڑا اور اونٹ سواری کے لئے تھے آج ہوائی جہاز ہے، کار ہے۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ جہاز پر سواری کرنا ثواب ہے تو یہ شرعی بدعت بن جاتی ہے۔ شریعت میں نئی چیز ایجاد ہو

> پاکستان کے بننے کا سبب وہ دینی تحریکیں تھیں جو انگریز کی آمد اور مغلوں کی شکست کے ساتھ ہی مجاہدین نے شروع کر دی تھیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

جاتی ہے۔ بدعت شرعی کسے کہتے ہیں؟ ایسا کام جس کا ثواب ہونا یا گناہ ہونا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن وسنت سے ثابت نہ ہو کوئی بندہ اپنے پاس سے ایک بات گھڑ لے اور اسے گناہ و ثواب کا درجہ دے دے۔ تو گناہ، ثواب متعین کرنا یہ دین ہے اور دین وہی ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں مکمل ہو گیا اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، نہ اس میں کوئی کمی کر سکتا ہے نہ اس میں کوئی زیادتی کر سکتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن کریم میں جب آیا۔ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر ہوا تو آپ کو یاد ہے کہ قرآن کریم میں آپ روز پڑھتے ہیں کہ ایک آبادی میں تشریف لے گئے اور انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا، ایک دیوار گر رہی تھی جو حضر(ت خضر) علیہ السلام نے درست فرما دی اور موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ کھانے کو تو انہوں نے دیا نہیں، آپ نے تو مفت اوان کی دیوار درست کر دی۔ تو اس صورت حال میں بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے کہ فابوا ان یضیفوھما کہ انہوں نے کھانا دینے سے انکار دیا۔ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور ان بستیوں تک یہ بات پہنچی (وہ بستی موجود تھی عہد نبوی ﷺ میں) تو ان کا ایک وفد مدینہ منورہ میں حاضر ہوا جو عمائدین تھے قبیلے کے وہ سارے ساتھ آئے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے ارشاد کے مطابق قرآن تو رہتی دنیا تک رہے گا، اللہ کی آخری کتاب ہے، اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے، جو بات قرآن میں ہے یہ تو قیامت قائم ہونے تک لوگ پڑھتے چلے جائیں گے تو یہ بعد بھی ساتھ رہے گا ہمارے خاندان کے بارے، ہمارے قبیلے اور ہماری بستی کے بارے کہ دو بندوں کو کھانا دینے سے پوری بستی نے انکار کر دیا تھا۔

آپ اگر کرم فرمائیں اور ایک نقطے کا اضافہ فرمائیں اور "ب" کی جگہ "ت" ہو جائے، لفظ وہی رہے، جملہ وہی رہے، آیت وہی رہے لیکن جہاں "ب" ہے وہاں "ت" ہو جائے تو مطلب بن جائے گا فاتوا ان یضیفوھما جس کا معنی بنتا ہے کہ وہ اس بات پر تیار ہو گئے کہ ان کی میزبانی کریں اور انہیں کھانا دیں تو ہمارے سر سے ہمیشہ کے لئے یہ جو بدنامی کا سبب ہے، جو غلطی ہمارے آباؤ اجداد سے ہوئی، ہمارے بڑوں سے ہوئی اس کا طعنہ ہمارے سر سے اتر جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا! کہ اس کے کسی نقطے کو بڑھانا یا گھٹانا میرے بس میں نہیں ہے۔ یہ جو رب العالمین نے فرما دیا وہی رہے گا اور قیامت تک وہی رہے گا۔

اب اگر کوئی بعد میں کوئی چیز ایجاد کر کے ہمیں بتاتا ہے کہ یہ ثواب ہے یا یہ گناہ ہے تو یہ کتنی بڑی زیادتی کی بات ہے۔ اور آج اگر ہم اپنے روزمرہ کے معمولات کو دیکھیں تو اس میں احکام سنت اور احکام شریعت کم ہیں اور خود ساختہ مسائل زیادہ ہیں جنہیں ثواب و گناہ کا درجہ بھی دیا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا جرم ہے جس نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو اسلام جیسے عادلانہ نظام سے محروم کر دیا ہے۔ بے شمار کوششیں صدیوں سے ہوتی چلی آ رہی ہیں بلکہ پاکستان کے بننے کا سبب بھی سیاسی جماعتوں کی محنت نہیں تھی۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ پاکستان کے بننے کا سبب بھی وہ دینی تحریکیں تھیں جو انگریز کی آمد اور مغلوں کی شکست کے ساتھ ہی مجاہدین نے شروع کر دیں انگریزوں کی غلامی سے نجات کے لئے۔ اور انگریز کے سو سالہ عہد میں کوئی دن خالی نہیں جس دن مسلمان شہید نہ ہوئے ہوں۔ اکیلے اکیلے بھی لڑتے رہے، تحریکیں بنا کر بھی محنت کرتے رہے جہادی تحریکیں بنا کر بھی جہاد کرتے رہے اور یہ ایک مسلسل عمل تھا جس کے نتیجے میں جب انگریز کو جانا پڑا تو ان ساری جہادی تحریکوں کا حاصل یہ تھا کہ انگریز نے برصغیر مسلمانوں سے لیا ہے، مسلمانوں کے سپرد کرے جس میں انگریز نے بدمعاشی کر کے آبادیاں تقسیم کیں، تقسیم میں بھی ڈنڈی ماری، مسلمانوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اس وقت برصغیر میں تیس کروڑ مسلمان تھے۔ دس کروڑ بنگال میں رہ گئے، دس کروڑ ادھر ہندوستان میں رہ گئے اور دس کروڑ مغربی پاکستان میں رہ گئے۔ تیس کروڑ مسلمانوں کو بھی یکجا نہ رہنے دیا گیا۔ تین حصوں میں بانٹ دیا گیا جبکہ باقی تمام غیر مسلمان عوام کو یکجا کر کے ایک بہت بڑی ریاست بنا دی گئی۔ یہ بدمعاشی انگریز نے کی اور سیاسی تحریکیں بعد میں بنیں جب ہٹلر نے حملہ کر کے انگریزی استعمار کو زک پہنچائی وہ جیسا بھی تھا لیکن انگریز کی طاقت توڑنے میں اس نے سب سے زیادہ کردار ادا کیا اور نو آبادیاتی نظام پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

انگریز کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور بے شمار نو آبادیات انگریز کے چنگل سے نکل گئیں جن میں سب سے زیادہ جدوجہد اور کوشش اور جہاد جو آزادی کے لئے کیا گیا وہ مسلمانوں کے حصے میں آیا جو برصغیر میں رہتے تھے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ انگریز کی باقی نو آبادیات کی تاریخ بھی پڑھ لیں سب سے زیادہ مجاہدہ مسلمان مجاہدین نے کیا اور مسلسل شہادت سے سرفراز ہوتے رہے۔ ہمیں عمارتیں نظر آتی ہیں سو سو منزلہ لیکن جو مضبوط چٹانیں سو سو منزلہ عمارت کی بنیاد اٹھائے کھڑی ہوتی ہیں وہ ہمیشہ زیر زمین ہوتی ہیں وہ ہماری سرسری نظر میں نہیں آتیں۔ ان شہدا کا خون اور ان مجاہدین کی قربانیاں جو انگریزی استعمار کے خلاف دیتے رہے اور پیوند زمین ہو گئے، ان کے خون، ان کی ہڈیاں، ان کے گوشت پوست پر آپ کی اس ریاست کا ڈھانچہ کھڑا ہے۔

مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان میں اسلامی نظام عدل قائم رکھا اور اس کے مطابق چلتا رہا۔ یہ الگ بات ہے کہ انگریز نے ساری تاریخ مسخ کر دی۔ ڈاکوؤں کو ہیرو بنا کر پیش کیا اور عادل اور نیک مسلمانوں کو عیاش بنا کر تاریخ میں لکھا اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہمارے مدارس میں اور ہمارے نصاب میں وہی مسخ شدہ تاریخ پڑھائی جاتی ہے جبکہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔ یہ ثمر تھا اس سارے جہاد کا جو انگریز نے سیاستدانوں کی گود میں ڈال دیا اور سیاستدانوں نے پھر اسے اسی نو آبادیاتی نظام کے سپرد کر دیا۔

اس نو آبادیاتی نظام سے نجات کے لئے ایک صدی یا ڈیڑھ صدی جہاد ہوتا رہا۔ شومئی قسمت دیکھئے یا شامت اعمال دیکھئے کہ جس جال سے نکلنے کے لئے ہم ڈیڑھ صدی تڑپتے رہے، ہمارے آباؤ اجداد تڑپتے رہے، جانیں دیتے رہے...... شکاری بدل گئے مگر جال وہی رہا۔ اور آج تک ہم اسی نو آبادیاتی نظام کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں ہمارا نظام عدل وہی ہے۔ ہمارا نظام معیشت وہی ہے جو انگریزوں نے دیا تھا۔ ہمارا نظام تعلیم وہی ہے جو لارڈ میکالے نے دیا تھا

بھیڑیوں کا سردار سب سے تکڑا خونخوار بھیڑیے کو بنایا جاتا ہے کسی دنبے کو نہیں بنایا جاتا۔

حتیٰ کہ ہمارا سیاسی ڈھانچہ بھی وہی جو انگریز نے نو آبادیاتی ہندوستان کو دیا تھا۔ جس کا موجد انگریز ہے اور جو اس نے دیا ہے۔

اسلام بندوں کو گنتا نہیں ہے تولتا ہے۔

اسلام میں جمہوریت کا مقصد مختلف ہے اور مغرب میں جمہوریت کا مقصد مختلف ہے۔ اسلام میں جمہوریت کا مقصد یہ ہے کہ تمام امت میں جس شعبے کی بات ہے اس شعبے سے متعلق جاننے والے لوگوں کی اکثریت جس طرف رائے دے وہ جمہور ہے۔ یعنی تفسیر کی بات ہے تو مفسرین کی اکثریت کی رائے جمہور کی رائے ہوگی لیکن اگر فقہ کی بات ہے تو فقہا کی اکثریت جو ہے وہ جمہور ہوگی اور اگر حدیث کی بات ہے تو محدثین کی رائے جمہور کی رائے مانی جائے گی۔ اسی طرح دینوی امور میں اگر قانون کی بات ہے تو قانون دانوں کی اکثریت کی رائے جمہور کی رائے ہوگی نہ یہ کہ چرواہوں کے ووٹ اس کا حصہ بنیں گے۔ آئین اور دستور کی بات ہے تو جو آئین اور دستور کو جاننے والے ہیں، سمجھنے والے ہیں، ان کی اکثریت کی رائے جمہور کہلائے گی کہ جو اس شعبے سے اس فن سے واقف ہوں گے۔

انگریز کی جمہوریت سارا دھوکا ہے، فراڈ ہے کہ بندے گن لو اور مرضی سے گن لو، تعداد بھی اپنی مرضی سے گھٹا بڑھا لو اور اسی نظام میں ہم پستے چلے جا رہے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ ہم جب بات بھی کرتے ہیں تو اسی کی کرتے ہیں اور اسی کے لئے جدوجہد ہو رہی ہوتی ہے لیکن احکام الٰہی کی طرف اگر آئیں تو فرمایا!

فَاعْبُدْهُ اس اکیلے کی اطاعت کرو۔ زندگی موت، صلح جنگ، کاروبار، یہ جو پنج وقتہ نماز ہے یا ایک مہینہ اگر رمضان شریف کا ہے یا زندگی میں ایک حج ہے یا ڈھائی فیصد زکوٰۃ، یہ بہت چھوٹا سا معاملہ ہے اور یہ اس لئے نہیں ہے کہ اس سے اسلام نافذ ہو جائے گا۔ یہ اس لئے ہے کہ بندے کا اللہ سے تعلق قائم ہو جائے اور اس کی پسند اس قابل ہو جائے کہ وہ اللہ کی اطاعت کا فیصلہ کر لے۔ نفاذِ اسلام کا تعلق ہمارے کردار سے ہے۔ جب سے پاکستان بنا تب سے نفاذِ

اسلام کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ پاکستان تو بنا ہی ان تحریکوں کے طفیل تھا جو نفاذ دین کے لئے انگریزی استبداد کے خلاف چلتی رہیں۔ پاکستان بننے کے بعد چونکہ انگریز چلا گیا لیکن انگریزی استبداد وہی رہا، انگریزی نظام وہی رہا، اس کا ظلم وستم وہی رہا، انداز ظلم وہی رہے افراد بدل گئے تو وہ تحریکیں بھی جاری رہیں لیکن کیا یہ تحریکیں جن میں ہم بھی شامل ہیں، یہ تحریکیں اور حکومت مل کر اسلامی نظام نہیں دے سکیں گی۔ بڑا قابل غور سوال یہ ہے کہ ہماری ساری محنت بھی، ہمارے سارے نعرے بھی، ہمارے سارے جلسے جلوس بھی، باقی دینی اکابرین کی بہت بڑی بڑی جماعتیں، ان کے مطالبے، ان کے جلسے جلوس، ان کے جہاد، ان کی قربانیاں ...... یا حکومت ہماری بات مان لیتی ہے تو کیا شریعت نافذ ہو جائے گی۔ اس کا جواب نفی میں ہے، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

ہم جو محنت کر رہے ہیں، ہم جو مجاہدہ کر رہے ہیں، حکومت کے ساتھ کبھی تعاون کرتے ہیں کبھی جھگڑا کرتے ہیں، کبھی انہیں چیلنج کرتے ہیں، کبھی ان کی بات ماننی پڑتی ہے، اس سارے کا حاصل کیا ہے؟ .... صرف اتنا کہ جو بھی قانون، جو بھی ملکی قاعدہ، جو بھی حکومت کا انداز اسلام کے مطابق ہوتا جائے گا اس میں اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچے گا، انصاف پہنچے گا، آرام پہنچے گا لیکن ایک اسلامی ریاست نہیں بنے گی۔

مثلاً ہم نے کوشش کی کہ سودی نظام ختم ہو جائے، الحمد للہ وہ بہت دور تک گئی، حکومت بھی اس پر قائل ہوگئی، سسٹم بھی بن گیا پھر درمیان میں بین الاقوامی طاقتیں آگئیں اور وہ رک گیا اس کے بعد افغانستان کا مسئلہ آگیا اور وہ ساری باتیں پس دیوار چلی گئیں لیکن اگر بلاسودی نظام رائج بھی ہو جاتا تو کیا اسلامی نظام رائج ہو جاتا، کیا ریاست اسلامی ہو جاتی؟ نہیں، ایک کام اسلام کے مطابق ہو جاتا عام آدمی جو افلاس کا شکار ہے اس کی مدد ہو جاتی۔

ہم میں سے ہر آدمی دوسروں پر اسلامی نظام چاہتا ہے۔ اپنا جو چار پانچ ہاتھ کا وجود اس کے پاس ہے، اس کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ رحیم ہے، معاف کرنے والا ہے، مجھ ایک سے کیا ہوتا ہے، میری خیر ہے لیکن دوسروں کو ضرور ایسا ہونا چاہئے۔ یا جب سب ہو جائیں گے پھر میں بھی ہو جاؤں گا۔ اگر سب اسی طرح کہتے رہیں گے کہ جب سب ہو جائیں گے تو میں بھی ہو جاؤں گا .... پرائمری میں ایک نظم ہم نے پڑھی تھی ''بارش کا پہلا قطرہ'' بادل گر کر آئے ہوئے تھے، کسی شاعر کا تخیل تھا اور مزیدار تھا۔ کہ سارے قطرے آپس میں مشورہ کر رہے تھے بحث کر رہے تھے۔ ہر ایک کہہ رہا تھا کہ میں ایک چھوٹا سا قطرہ ہوں مجھ سے کیا ہوگا۔ زمین بھی سیراب نہیں ہوگی اور میں بھی اپنی جان سے جاؤں گا۔ ان میں سے ایک قطرے نے کہا کہ زمین سیراب ہو یا نہ ہو میرا کام تو برسنا ٹپکنا ہے۔ میں تو جاتا ہوں تم جانو تمہاری بحث جانے۔ وہ ایک ٹپکا اس کے پیچھے کوئی ایک اور ٹپکا پھر دو چار اور ٹپکے حتیٰ کہ موسلا دھار بارش ہوئی اور زمین پر جل تھل ہوگیا۔

بارش کا وہ پہلا قطرہ کون بنے گا؟ سوچنا تو یہ ہے کہ اگر ہم اسلام کے ساتھ مخلص ہیں تو نفاذِ اسلام کے لئے اپنے آپ کو سب سے پہلے کون پیش کرتا ہے۔ اپنے معاملات کو اسلام کے مطابق کون پیش کرتا ہے۔ اپنے معاملات کو اسلام کے مطابق کون ڈھالتا ہے۔

آپ اندازہ کر لیجئے کہ جتنی کم وبیش دینی جماعتیں اور ان کے اراکین ہیں اگر یہ اپنے سارے معاملات شریعت کے مطابق کر لیں تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آدھے سے زیادہ پاکستان میں شریعت نافذ نہیں ہو جائے گی۔

عدالتی قانون اگر انگریزی ہے تو ملک میں یہ قانون بھی ہے کہ اگر قتل بھی ہو جائے، مدعی اور مدعا علیہ کسی بات پر متفق ہو جائیں اور آپس میں طے کر لیں تو عدالت اسے قبول کر لیتی ہے۔ ہم میں سے کتنے ہیں جن کا قتل ہو جائے تو وہ کسی شرعی فیصلے پر کسی مفتی صاحب سے فتویٰ لے کر متفق ہونے پر تیار ہوں۔ ہم یہ تو کہتے ہیں کہ عدالت میں انگریزی قانون ہے، نہیں ہونا چاہئے اسلامی ہونا چاہئے لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو اسلام کے پاس اس لئے جانے کو تیار ہیں کہ مجھے شریعت کا فیصلہ منظور ہے، میں انگریزی قانون کی طرف نہیں جاتا۔ قانون میں یہ گنجائش موجود ہے لیکن ہم نہیں جاتے۔

اسی طرح معاملات میں .... جہاں تک میں جانتا ہوں میرے خیال میں پاکستان میں سود دینے والوں کی بہ نسبت سود خوروں کی تعداد زیادہ ہے۔ یعنی یہ ایک باقاعدہ تجارت اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

برنس کی شکل اختیار کر گیا ہے جس طرح ظہور اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں تھا پاکستان میں اس وقت وہی صورت حال ہے۔ آپ کو یہاں کاروبار کرنے والے لوگ تھوڑے نظر آئیں گے، جتنا کاروباری مرکز بنا ہوا ہے اور اس میں سود خوروں کی تعداد زیادہ ہے۔ ہر کاروباری سود خوروں کا مقروض ہے اور جتنا منافع آتا ہے اس میں سے سود میں زیادہ جاتا ہے اور وہ خود انبار تلے دبتا چلا جاتا ہے۔ کتنے لوگ یہاں سے سود خوروں کی وجہ سے دیوالیہ ہو کر اور کپڑے جھاڑ کر چلے گئے گاؤں کو۔ جہاں تک میں جانتا ہوں، جس کے پاس دس روپے ہیں اس نے پانچ روپے سود پر دیئے ہوئے ہیں۔ کمال ہے یار! یہ کیا قوم ہے، یہ کیسے لوگ ہیں پرسوں یہاں ایک پیر صاحب آئے ہوئے تھے۔ صبح بات ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ پیر صاحب کرتے کیا ہیں جی! کہنے لگے کہ کرتے کچھ نہیں، ان کے پاس کچھ پیسے تھے وہ سود پر دیئے ہوئے ہیں اور اپنا آرام سے بسر کر رہے ہیں۔

عام آدمی کو تو چھوڑو، اب پیشوا اس حد تک پہنچ گئے ہیں۔ ربا بینک سے سود لینا اسے تو حرام سمجھتے ہی نہیں کہتے ہیں کہ اپنے پیسے نہیں رکھے؟ بھئی جو سود لیتے ہیں وہ کیا پرائے پیسوں پر لیتے ہیں، وہ بھی تو اپنے پیسوں پر ہی لیتے ہیں۔

تو نفاذِ اسلام کا اصل طریقہ جو ہے جو سنت نبی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہے وہ یہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ریاست نہیں مانگی تھی بلکہ ریاست پیش کی گئی اور آپ نے ٹھکرا دی۔ اہل مکہ نے آپ کی خدمت عالیہ میں اتنے سے معاہدے کے لئے ریاست پیش کی تھی کہ آپ اپنا مذہب بھی رکھیں، اپنا دین بھی رکھیں، جو مانیں ہم اسے بھی نہیں روکتے صرف ہمارے دین کی برائیاں بیان کرنا چھوڑ دیں اور آپ اگر چاہتے ہیں تو ہم آپ کو حکمران تسلیم کر لیتے ہیں۔ دولت چاہتے ہو تو اتنی دولت جمع کر دیں گے کہ عرب میں کسی دوسرے کے پاس نہ ہو۔ حکومت بھی ہو، دولت بھی ہو، کسی بڑے سے بڑے سردار کے ہاں شادی کرنا چاہتے ہیں تو

اس غلط فہمی میں نہ رہیئے کہ جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے وہ نفاذِ اسلام کے لئے ہو رہا ہے۔

آپ اشارہ فرما دیں ہم آپ کی اس کے ہاں شادی کروا دیں گے اور یہ شرط بھی نہیں لگاتے کہ آپ اپنا دین چھوڑ دیں، اپنے دین پر بھی رہیں، اپنی نبوت پر بھی رہیں۔ ہمارا جو بھی ہے ہمارے دین کو غلط کہنا چھوڑ دیں، ہمارے بتوں کی برائی کرنا چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک پر سورج لا کر رکھ دیں تو بھی وہی کروں گا جو میرا رب کرنے کا حکم دے گا۔ حکومت لے لیتے شہنشاہ بن جاتے اور نفاذِ اسلام کرتے رہتے نہیں۔ معاشرہ ایسا ترتیب دیا جس کے نتیجے میں اسلامی حکومت بن گئی۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں اگر مصائب اٹھائے تو مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد......

مدینہ منورہ میں اتنا مضبوط معاشرہ بن گیا کہ کل تین ہزار آبادی تھی لیکن ہر گھر مجسم اسلام تھا، ہر فرد مجسم اسلام تھا۔ اب ان میں جس نے اوپر آنا تھا وہ ان میں سے بہتر مسلمان تھا۔ لہٰذا اسلامی حکومت اور اسلامی نظام نافذ ہو گیا۔

تو امتیں معاشرے سے بنتی ہیں۔ اگر ہم بدکردار رہیں گے، بے دین اور بے عمل رہیں گے، اگر ہم سود خور رہیں گے تو حکومتیں بھی ہم میں سے جو تگڑا سود خور ہوگا وہ حکومت میں چلا جائے گا۔ ہم اگر بدکار رہوں گے تو ہم میں سے جو تگڑا بدکار ہوگا وہ وہاں چلا جائے گا۔ بھیڑیوں کا سردار سب سے تگڑے خونخوار بھیڑیے کو بنایا جاتا ہے کسی دنبے کو نہیں بنایا جاتا۔ اگر ہم، اگر عوام، اگر پبلک، اگر افراد بھیڑیے ہوں گے تو یہ توقع رکھیں کہ اقتدار میں جو آئے گا وہ ہم سے تگڑا بھیڑیا ہوگا۔ لہٰذا نفاذِ اسلام کی اصل راہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ پر اسلام نافذ کریں، اپنے معاملات میں، اپنے کاروبار میں، اپنے لین دین میں، اپنی اخلاقیات میں، اپنی معاشرت میں، اپنے رشتوں ناتوں میں، اپنی دوستی، دشمنی میں شریعت مطہرہ کو اپنا "حکم" مانیں، اس کے مطابق کام کریں، اس کو اپنا "فیصل" مانیں یہ حقیقی عبادت ہے۔ زندگی بھر کی جو عبادت ہے وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ اس کی عبادت پر جم جاؤ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

شریعت کے سامنے مومن کو ایسے ہونا چاہئے جیسے غسال کے ہاتھ میں میت۔ کہ وہ ہلائے تو ہلتا ہے نہ ہلائے تو نہیں ہلتا۔ جو جگہ دھو دے وہ دھل جاتی ہے جو جگہ چھوڑ دے وہ چھوٹ جاتی ہے۔ وہ بولتا نہیں، آواز نہیں نکالتا، انکار نہیں کرتا، شریعت کے سامنے بندۂ مومن ایسا ہے جیسا غسال کے ہاتھ میں میت۔ شریعت جہاں جو حکم دے اس کے مطابق کام کرے۔ اگر پاکستان میں صرف دینی جماعتوں کے اراکین ہی اپنے آپ پر اسلام نافذ کر لیں، اپنے معاملات کو شرعی فیصلوں کے مطابق طے کرنا شروع کر لیں، اپنے لین دین کو سود سے پاک کر کے اسلامی طریقے پر لے آئیں، باقاعدگی سے زکوٰۃ دیں، باقاعدگی سے عبادات کا اہتمام کریں تو حکومتیں بھی مجبور ہو جائیں گی۔

دوسرا شعبہ جس میں ہم حکومت سے کوشش کرتے رہتے ہیں کبھی منت سے، کبھی رعب سے، کبھی لڑائی سے، کبھی دوستی سے اس کا صرف ایک فائدہ ہے کہ کسی شعبے میں بھی کوئی اسلامی ضابطہ اپنا لیا جائے۔ اسلامی ضابطے بالکل اس طرح سے ہیں، ظاہراً اس طرح سے ہیں کہ ایمان نہ بھی ہو، ظاہری فائدہ پھر بھی ہوتا ہے۔ جس طرح سورج طلوع ہوتا ہے تو کیا وہ صرف مومن کے لئے ہے کافر کو روشنی اور گرمی نہیں پہنچتی؟ ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو مومن کی پیاس بجھتی ہے کیا کافر کی نہیں بجھتی؟ اسی طرح جو ظاہری ارکان اسلام کے ہیں ان پر عمل کیا جاتا ہے تو اس شعبہ میں دنیاوی سہولت کافر کو بھی ملتی ہے پھر مومن اس سے کیوں محروم رہے۔

آپ ترقی یافتہ دنیا، یا مغرب کی دنیا کو دیکھ لیں، ان کی ترقی کا راز بھی ان اصولوں میں ہے جن کی خوشہ چینی انہوں نے اسلام کے دامن سے کی ہے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا اور روئے زمین پر اسلام امن اور عدل بانٹ رہا تھا، اس وقت یہ مغربی ریاستیں کہاں تھیں۔ سارے یورپ کو، مورّخ The Cave Men لکھتا ہے یعنی ''غاروں میں رہنے والے لوگ'' مکان بنا کر رہنے کی تمیز ان میں نہیں تھی اور مزید مغرب کو اور امریکہ کو The Wild Wild West لکھتا ہے مورّخ۔ تاریخ میں دو دفعہ وحشی وحشی مغرب لکھا جاتا ہے اتنے وحشی لوگ تھے۔

بغداد میں جب پختہ گلیاں تھیں، پیرس کی گلیوں میں اس وقت گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ ہوا کرتا تھا اور ان کی اس دور کی کوئی مووی آپ دیکھ لیں یہ مُردوں کے تابوت چُرا کر اس میں سامان رکھ کر رسہ باندھ کر یہاں گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ میں گھسیٹ رہے ہوتے تھے۔

اسلام جب ایک صحرا کے دامن سے اٹھا اور روئے زمین پر پھیل گیا تو ان لوگوں نے ریسرچ کی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا، ان کی دعوت کو نہیں مانا، قرآن کی کتاب کو نہیں مانا، ایمان نہ لائے لیکن یہ انہوں نے تحقیق ضرور کی کہ اتنی انسانیت اسے قبول کیوں کرتی گئی۔ اس میں کیا کیا اصول ہیں جس میں ہر بندے کا فائدہ ہے۔ جو جو اصول انہوں نے اپنائے اس میں ترقی کرتے گئے۔ دنیاوی فائدہ تو وہ لے رہے ہیں۔ ساری سائنسی تحقیق کے موجد مسلمان ہیں، آج کافر موج کر رہے ہیں۔ یہ دیانت، و امانت لین دین میں اسلام نے دی تھی، آج وہ موج کر رہے ہیں۔ اسی طرح قانون کی پاسداری اور قانون کی نظر میں سب کا برابر ہونا، یہ اصول اسلام نے دیا تھا، اسلام سے پہلے قانون تھا کہاں۔ شہنشاہیت ہوتی تھی، جو بادشاہ نے کہہ دیا وہ قانون ہے۔

آج ان کے پاس وہ ہے اور یہاں جتنا بڑا ظالم، جتنا بڑا ظلم کرے اتنا ہی زیادہ وہ ایک یا دو سال بعد معصوم ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہم بھول جاتے ہیں کہ اس نے قوم کے ساتھ کیا کیا تھا پھر ہماری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہوتی ہیں کہ اس پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ یہ ہم بھول جاتے ہیں کہ اس نے کیا کیا تھا۔ لیکن وہاں صدر امریکہ پر ایک اعتراض آتا ہے تو اک عام وکیل کو جج بنا دیا جاتا ہے اور امریکہ کا صدر جو پوری دنیا کا پولیس مین بنا ہوا ہے، تھانیدار بنا ہوا ہے وہ اس کے سامنے لوہے کی کرسی پر بیٹھا جواب دے رہا ہے، چھ چھ گھنٹے بحث ہو رہی ہے۔ یہاں سپریم کورٹ نے وزیراعظم کو طلب کیا تو اگلوں نے مار مار کر ججوں کے بوتھے توڑ دیئے۔

جسے ہم اسلامی ریاست اور خود کو مسلمان کہتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ کافر ہمارے لئے مصیبت نہ بنیں لیکن ان کافروں کے پاس اصول وہ ہیں جو ہمارے پاس ہونے چاہئیں۔

سو تعمیر ریاست کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایجوکیٹ (Educate) کیا جائے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو توفیق دی ہے الحمد للہ ہم کر رہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں۔ یہ سارے اجتماعات، یہ ہفت روزہ، ہشت روزہ اور تین ہفتوں اور پانچ ہفتوں کے کورسز، عملی تربیت باقاعدہ نماز روزہ، کھانا پینا، اخلاقیات، ایک دوسرے کا احترام یہ سب کچھ جو یہاں تربیت کا حصہ ہے یہ اس لئے ہے کہ اللہ کرے کچھ لوگ تو ایسے ہوں جن پر نفاذ اسلام کا اثر نظر آئے اور پھر یہ لوگ اس قابل ہو جائیں کہ اپنے دوسرے جاننے والوں کو، تعلق والوں کو، جہاں تک ان کا دائرہ اثر ہو، جب یہ معاشرہ اسلام قبول کر لے گا تو اللہ ریاست بھی اسلامی عطا کر دے گا، نظام بھی اسلامی دے دے گا۔ ضابطے بھی اسلامی بن جائیں گے اور اگر معاشرہ ایسا ہی رہا خدانخواستہ تو پھر ریاست نہیں بنے گی۔ ہاں، یہ کہ ریاست کے قوانین خواہ کیسے بھی ہوں ان میں جتنی بہتری اسلام کے مطابق آئے گی اتنی عام آدمی کو سہولت بھی ہوگی اور اتنا اس کا دل صاف بھی ہوگا اگر اس کو رزق حلال ملتا ہے تو اتنی اس میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد بھی آئے گی تو یہ ایک دوطرفہ عمل ہے، یہ ایک دو دھاری تلوار ہے جس میں بندے کو دوطرف جہاد کرنا ہے، ایک اپنے آپ کے ساتھ، ایک معاشرے کے ساتھ۔

وہ مالک ہے، وہ جب چاہتا ہے، جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ اس کے اسباب وہ خود پیدا فرماتا ہے، اسباب پر نتائج وہ خود پیدا فرماتا ہے۔ انشاء اللہ العزیز پورے برصغیر پر اسلام نافذ ہوگا، وہ کون لوگ ہوں گے کیسے ہوں گے، وہ خود پیدا فرما دے گا، وہ خود بندے بدل دے گا، انہیں میں سے چن لے گا، نئے لے آئے گا یہ اس کی اپنی حکمت ہے، وہ خود جانتا ہے، جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ میں یہ اس لئے جانتا ہوں کہ آپ ﷺ کی پیش گوئیوں میں فرمایا ہوا موجود ہے اور جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ برحق ہے، وہ ضرور ہوگا۔ تو یہ ایک اور سبب بن گیا ہماری تیاری کا کہ ہم اپنے آپ کو، اپنے آپ پر اسلام نافذ کریں تا کہ اللہ کریم اپنے ان بندوں میں ہمارا شمار بھی فرما لے جو برصغیر میں نفاذ اسلام کے لئے کوشش کریں گے۔

لوگوں سے محبت کیجئے
نفرت سے کوئی بات نہیں سنتا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے امت کے آخر آخر کے بارے میں۔ فرمایا: آخر امت میں دو جماعتیں ایسی ہوں گی جو بلا حساب، جنت میں داخل ہوں گی۔ میدان حشر میں جن کا مواخذہ نہیں ہوگا، پڑتال نہیں ہوگی، پوچھا نہیں جائے گا۔ کوئی ان سے سوال نہیں کر سکے گا کہ کون تھے، کہاں سے آئے اور کیا کرتے رہے بلکہ وہ آئیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ فرمایا: ایک وہ جماعت ہوگی جو الہند کے جہاد میں حصہ لے گی۔ اور ایک وہ ہوگی جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو ان کے ساتھ شامل ہو کر باطل کے مقابلہ میں معرکہ آرا ہوگی۔ جہاد ہند یا غزوۂ ہند جو ہے اس کے آثار نمایاں ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ ایک گلوبل صورت حال، ایک پوری دنیا کی صورت حال ایسی بن گئی ہے کہ پوری دنیا کا کفر اور نام نہاد مسلمان بھی اس کے ساتھ متفق ہیں جبکہ چند باعمل مسلمان اس خطے میں محصور ہیں جو ابھی اسلامی ریاست کا خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنے اس خواب سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں۔ باقی دنیا میں کہیں ایسا نہیں ہے۔ بے شک جہاد ہو رہا ہے کشمیر کی آزادی کے لئے، بے شک جہاد ہو رہا ہے فلسطین میں فلسطین کی آزاد ریاست کے لئے، نفاذ اسلام کا نام کوئی نہیں لیتا۔ اس غلط فہمی میں نہ رہیے کہ جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے وہ نفاذِ اسلام کے لئے ہو رہا ہے لیکن اس زمین پر جو بات کرتا ہے وہ نفاذِ اسلام کی کرتا ہے۔ طالبان نے اگر مجاہدہ کیا اور شہادتیں پائیں تو نفاذِ اسلام کی خاطر۔ اس سرزمین میں اللہ کا کوئی بندہ بات کرتا ہے تو نفاذِ اسلام کی خاطر کرتا ہے۔ کب وہ جہاد ہوگا، کب وہ انقلاب آئے گا اس بات کو چھوڑ دیں، جو آج حقیر ترین کوشش بھی کر رہا ہے وہ بھی گر تو اسی غزوۃ الہند کے لئے رہا ہے۔ اس کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ اسے محروم کر دے۔

حکایات اولیاء ایک کتاب ہے، اس میں بہت سے اولیاء اللہ کے حالات ہیں۔ اور ایک کتاب ہے "تعارف فی حالات اہل تصوف"

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ ایک ولی اللہ کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ بندہ کفن چوری کیا کرتا تھا۔ وہ جو کسی سلسلہ کے مشائخ میں آتا ہے اس کا تذکرہ بیان کرتے ہیں کہ یہ تو کفن چوری کیا کرتا تھا اور ایک خاتون کا وصال ہوا اور یہ اس کے جنازے میں شامل ہوا۔ عابدہ، زاہدہ نیک خاتون تھیں اس کے جنازے میں شامل ہوا اور پہلی صف میں کھڑا ہوا کہ دیکھوں کفن کچھ قیمتی ہے، کسی کام کا ہے تو پھر تو کھدائی کی محنت کی جائے اور اگر فضول ہے تو پھر کیا فائدہ۔

تو، رات کو اس نے قبر میں سرنگ لگائی اور اللہ قادر ہے جب اس نے قبر کے اندر سر داخل کیا تو اس پر برزخ منکشف ہو گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک خاتون بیٹھی ہوئی تلاوت کر رہی ہیں اور خوبصورت سا باغیچہ ہے اور درمیان میں تخت بچھا ہوا ہے اس پر بیٹھی ہوئی ہیں تو انہوں نے دیکھ کر کہا کہ ارے تم کہاں پھرتے ہو، تمہارے لئے تو اللہ نے جنت کی بشارت دی ہے اور تم کفن چراتے پھرتے ہو۔ وہ مضبوط دل گردے کا آدمی تھا، پرانا کفن چور تھا اور کوئی ہوتا تو گھبرا جاتا۔ اس نے کہا، بی بی! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میں تو پیشہ ور کفن چور ہوں، میرے لئے جنت کی بشارت کہاں سے آ گئی۔ اس نے کہا مجھے یہ نہیں پتا کہ تم کون ہو لیکن میں جب بارگاہ الوہیت میں پیش ہوئی تو مجھے اللہ نے یہ انعام فرمایا کہ تیرے جنازے میں جتنے لوگ شامل ہوئے میں نے ان سب کو بخش دیا۔

جنازہ ہوتا ہے میت کو بخشوانے کے لئے لیکن کچھ مرنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کے طفیل جنازہ پڑھنے والے بخشے جاتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ وہ بی بی کہنے لگی کہ اللہ نے مجھ پر یہ انعام کیا ہے، احسان کیا ہے، کرم فرمایا ہے اور فرمایا کہ نہ صرف تجھے بلکہ تیرے جنازے میں جتنے لوگ شریک ہوئے میں نے ان سب کو بخش دیا۔ تو اس نے کہا کہ میں تو کفن چوری کے ارادہ سے آیا تھا، جنازہ پڑھنے کی نیت سے تو نہیں آیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ نے یہ شرط نہیں لگائی۔ اس نے صرف یہ فرمایا کہ جتنے جنازے

> **ہمارا نظام عدل، نظام معیشت، نظام تعلیم، حتیٰ کہ ہمارا سیاسی ڈھانچہ بھی وہی ہے جو انگریز نے نو آبادیاتی ہندوستان کو دیا تھا۔**

میں شامل تھے ان میں تو شامل تھا۔ اور جب وہ وہاں سے اٹھا تو اس کا دل توبہ سے لبریز ہو چکا تھا۔ پھر اہل اللہ کی محفل میں گیا اور اللہ اللہ سیکھی اور پھر دنیا میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ لوگوں کو اللہ اللہ کرائے لیکن تبدیلی کا سبب یہ واقعہ بن گیا۔

اگر اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ کوئی کفن چور بھی جنازے میں کھڑا تھا تو فرمایا جب سب کو بخشا تو وہ بھی بخشا ہی گیا اور ولی بن گیا۔ تو آج جو تھوڑی سی کوشش بھی کر لیتا ہے کہ شاید میری یہ حقیر کوشش اس جہاد تک اس بات کو لے جائے، اس کے لئے کوئی کام میں بھی کروں میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ کرے، غزوۃ الہند ہماری زندگی میں ہو اور ہم اس میں شامل ہوں اور نفاذِ اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ لیکن یہ ہماری آرزو ہے۔ پتہ نہیں اس کی مرضی کیا ہے۔

ایک بات کا یقین رکھئے کہ آج جو بھی نفاذ اسلام کی دل سے کوشش کرے، اپنے معاملات کو اپنی حد تک اسلام کے تابع کرنے کی کوشش کرے، میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا رب کریم اسے اس جماعت میں شامل فرمالے گا جو بے حساب جنت میں جائے گی۔

تو میرے بھائی! کوشش کیجئے اللہ کریم ہمیں توفیق عمل عطا فرمائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

لوگوں سے محبت کیجئے نفرت سے کوئی بات نہیں سنتا۔ کسی کے سینے پر بندوق رکھ کر منوانے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی بندے کی جان لینا شرافت نہیں ہے، اسلام نہیں ہے۔ قتل و غارت گری اور دہشت گردی اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام محبتوں کا پیغام ہے۔ فرمایا فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محبتیں بانٹی ہیں۔ جب ہر بندہ دوسرے کا دشمن تھا تو آپ نے ہر دل کو محبت سے لبریز کر دیا۔

یاد رکھو! جس دل میں اسلام کے لئے خلوص آئے گا اس میں محبت آئے گی۔ نفرتیں کم ہوتی جائیں گی۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہ کوئی گن نہیں سکتا، زمین کے چپے چپے پر، گلی گلی میں مسجد ہے اور ہر مسجد میں ایک خطیب ہے۔ ہر جمعہ کا خطاب ہو رہا ہے، روزانہ کے درس و قرآن کتنے ہوتے ہیں، طالب علموں کی تعداد یقیناً لاکھوں سے تو متجاوز ہوگی۔ اس سب کے ہوتے ہوئے مسلمان کی من حیث القوم اور اسلام کی من حیث النظریات کوئی حیثیت نہیں رہی۔ جان بوجھ کر اہل مغرب نے وہ تیمور میں ہنگامہ کرایا، عیسائیوں نے ہڑتال کر دی، طوفان مچا دیا کہ پولیس فائرنگ سے دو چار مر گئے، حکومت چونکہ وہاں مسلمانوں کی تھی، میرا خیال ہے کہ دو ہفتے کے اندر اندر وہاں اقوام متحدہ کی فوجیں پہنچ گئیں اور پوری دنیا میں شور ہو گیا کہ وہاں بڑا ظلم ہوا ہے۔ مسلمانوں کی حکومت بدل کر، علاقہ آزاد کرا کے عیسائیوں کے سپرد کر دیا گیا اور مسلمانوں فوجیں نکال دی گئیں اور شاید سارا دو ہفتوں میں ہو گیا۔

ادھر کشمیر نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے، لوگ مر رہے ہیں، فلسطین میں مسلمان مر رہے ہیں۔ نہ فلسطین پر یہودیوں کا کوئی کسی طرح کا حق بنتا ہے، نہ کشمیر پر ہندوستان کا کوئی حق بنتا ہے، زبردستی قبضہ کر کے بیٹھے ہیں روزانہ اس بے دردی سے قتل عام ہو رہا ہے نہ اقوام متحدہ پوچھتی ہے نہ کوئی ان کی فوج آتی ہے نہ کوئی فریاد سنتا ہے نہ کوئی اور پوچھتا ہے۔

پورے ملک کے اندر دیکھ لیں کہ جب مساجد میں بندوق کے بغیر نماز ادا کرنا مشکل ہے تو باہر کیا عام ہوگا۔ پہرہ نہ ہو تو مسجد میں خطرہ ہے کہ بندے قتل ہو جائیں گے تو باہر بازاروں اور پر کیا عالم ہوگا حالت یہ ہے کہ اسلام آباد کی توسیع کیلئے کتنے لوگ مارے گئے پولیس کی گولیوں سے اور کتنے زخمی ہوئے کہ گاؤں خالی کرو یہاں اسلام آباد کا بلاک بنانا ہے۔ بڑے لوگوں کے رہنے کیلئے جگہ بنانی ہے۔

میرے خیال میں حکومت جگہ تو لے لیا کرتی تھی ہر زمانے میں اور حکومت کو حق حاصل ہوتا ہے، لے لیتی ہے لیکن کبھی بھی گولی کے زور پر جگہ نہیں لی گئی۔ معاوضہ دیا جاتا ہے یا متبادل جگہ دی جاتی ہے یا کوئی اور انتظام کیا جاتا ہے۔ پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔ تو اس سارے کا سبب کیا ہے۔

> جن ملکوں کو ہم اپنا ملک کہتے ہیں ان کی پالیسیاں ہم اپنی مرضی سے نہیں بنا سکتے، ان میں نظام ہم اپنی مرضی کا رائج نہیں کر سکتے۔ ان کی صلح و جنگ پر ہمارا کوئی احتسار نہیں، کوئی ہمیں لڑا دیتا ہے تو ہم لڑپڑتے ہیں، کوئی ہمیں ہٹا دیتا ہے تو رک جاتے ہیں۔

یقیناً کوئی چیز ایسی ہے جو عہد نبوی علیہ السلام میں تھی اور آج نہیں ہے۔ عہد نبوی کے بعد آپ چودہ سو سال کی تاریخ دیکھیں تو صرف زوال ہی نہیں عروج و زوال کی بہت سی داستانیں ملتی ہیں۔ عروج بھی ہوا، زوال بھی ہوا۔

ایک چھوٹی سی بات کی مثال سے عرض کرنا چاہوں گا۔۔۔۔۔۔ میری طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں اور گلا ابھی درد کرتا ہے، کل چونکہ بیان نہیں کر سکا تو سوچا کہ چلو کچھ تھوڑا بہت ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔ تاتاریوں کا جو لشکر تھا وہ ایک بلائے عظیم تھا۔ وحشت میں وہ حد سے گزرے ہوئے لوگ تھے، یہی نہیں کہ آبادیوں کو تہس نہس کرتے تھے، جنگلوں سے گزرتے تو جنگلی جانوروں کو بھی ہلاک کرتے جاتے تھے۔ جہاں پانی کے کنوئیں یا چشمے ہوتے تو وہاں زہر ڈالتے جاتے تھے۔ جس شہر کو فتح کرتے تو وہاں انسانی سروں کے مینار بناتے اور پھر اسے اور اونچا کرنے کیلئے حاملہ عورتوں کے پیٹ سے بچے نکال کر ان کا سر کاٹ کر اس میں شامل کرتے تھے۔ رحم یا انسانیت نام کی کوئی چیز ان میں نہیں تھی۔ وحشی ایسے تھے کہ جس گھوڑے پر سوار ہوتے اگر بھوک لگ جاتی تو اسی کے خنجر مار کر اس کا خون پی لیتے، زندہ جانوروں کا گوشت کاٹ لیتے تھے اور بھون کر کھا جاتے تھے اور جانور کو تڑپتا چھوڑ دیتے تھے۔ بہت وحشی قوم تھی۔ آپ۔ اسلامی ریاستوں کو ایک سرے سے لے کر۔۔۔ بڑی بڑی ریاستیں تھیں، خوارزم شاہ کی حکومت تھی، بغداد کی بڑی مرکزی خلافت اور حکومت تھی۔ تقریباً تمام ریاستوں کو انہوں نے تہس نہس کر دیا۔ سروں کے بڑے بڑے مینار بنائے، بڑے بڑے لوگوں کو شہید کیا۔ ایک لاکھ بیالیس ہزار معروف پیر اور گدی نشیں ہیں جو تاتاریوں کی تاریخ میں ملتے ہیں جو گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔ بڑے بڑے جو معروف پیر تھے، ایک لاکھ بیالیس ہزار ان کی تعداد تاریخ میں ملتی ہے۔ وہ جو گرفتار ہو کر آئے اور قتل ہوئے، جو لڑائی میں مارے گئے وہ ان سے علیحدہ ہیں خوارزم شاہ نے ان کی اطاعت قبول کر لی تھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

بالآخر اطاعت میں بھی انہوں نے قتل کر دیا لیکن اس کا بیٹا اطاعت کے خلاف تھا، لڑتا رہا، اس کے ساتھی شہید ہو گئے، وہ لڑتا بھڑتا اٹک تک پہنچ گیا ـــــ خیر، جب حضرت بختیار کاکیؒ کا وصال ہوا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کی امامت وہ شخص کرے گا جس نے کبھی بے وضو آسمان نہ دیکھا ہو، جان بوجھ کر تہجد قضا نہ کی ہو اور عصر اور عشاء کی سنتیں جان بوجھ کر نہ چھوڑی ہوں۔ یہ تین باتیں جس میں ہوں وہ میرے جنازے کی امامت کرے گا۔ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مریدین میں بڑے بڑے مشائخ، بڑے بڑے صوفی، بڑے بڑے عالم اور ہندوستان کے نامور لوگ، امراء، خود بادشاہ مرید تھے، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا لیکن کوئی امامت کیلئے آگے نہیں نکل رہا تھا ـــــ وہ شمس الدین التمش تھا جس نے یہ جملہ کہا کہ حضرت آپ جاتے جاتے مجھ غریب کو بے نقاب کر گئے۔ اور سلطان نے نماز جنازہ پڑھائی ـــــ

یہ تھے وہ لوگ، یہ بات تھی ان میں، یہ کمال تھا ان میں جس نے روئے زمین کو مسخر کر دیا۔ قرآن کریم صحابہ کا جو کمال بتاتا ہے وہ یہی ہے۔ "ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ" کہ کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ہر ذرہ بدن ان کا ذاکر ہو گیا۔ اور آپ تاریخ کو دیکھ لیں۔ جہاں جہاں آپ کو اسلام کا، مسلمانوں کا عروج ملے گا وہاں کے حکمران بھی ذاکر ملیں گے، علماء بھی ذاکر ملیں گے، عوام بھی اللہ اللہ کرنے والے ہوں گے اور جہاں جہاں اللہ اللہ چھوٹ گئی، ظاہری اعمال بے شک ہوں گے، اصل وہ قوت نہیں رہی۔ ہاتھ پاؤں تو سلامت ہوتے ہیں مرنے والے کے بھی، آنکھیں سر میں موجود ہوتی ہیں، دماغ سر میں موجود ہوتا ہے، دل سینے میں موجود ہوتا ہے لیکن جب روح نکل جاتی ہے تو سب کچھ بے کار ہو جاتا ہے۔

ہمارے پاس اسلام کا ظاہر موجود ہے، نمازیں ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں لیکن مغلوب ایسے ہیں کہ اس کے باوجود سود

مسلمان کی من حیث القوم اور اسلام کی من حیث الطرز حیات کوئی حیثیت نہیں رہی۔

کھانا پڑتا ہے۔ سودی نظام میں ہم اس طرح گھرے ہوئے ہیں۔ ایسے مغلوب ہیں غیر مسلم قوتوں سے کہ ہم اپنے مقدمات کا فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق نہیں کر سکتے۔ غیر مسلموں نے جسے آئین و دستور بنایا اس کے مطابق کرتے ہیں۔ یعنی ہمارا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ جیسے وجود میں روح نہ رہے۔ ہاتھ پاؤں ہر چیز سلامت ہوتی ہے لیکن اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ تو اصل جو ہماری گم شدہ طاقت یا روح ہے من الحیث القوم مسلمانوں کی وہ ہے برکات نبوی۔ تعلیمات نبوت کے ساتھ روح ہے برکات نبوت۔ جو تعلیمات سے مقدم ہے وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ ہم نے اس میں غفلت برتی۔

سلطان بیبرس ایک عام آدمی تھا لیکن اللہ کا بندہ تھا۔ اللہ اللہ کرتا تھا، اس کے پاس حکومت بھی نہیں تھی۔ پہلے تو اس نے ایک مجاہدین کا لشکر بنایا ـــــ حسن بن الصباح نے جن پہاڑوں میں جنت ارضی بنا رکھی تھی ـــــ حسن بن الصباح باطنیوں کا امیر ہوا ہے، شیخ ہوا ہے۔ اسے شیخ الجبال بھی کہتے ہیں ـــــ پہاڑوں میں رہتا تھا۔ اس نے باطنی فرقہ ایجاد کیا تھا جو بظاہر مسلمان ہوتے ہیں اور ولی اللہ کا روپ دھارے ہوئے ہوتے ہیں لیکن اندر سے اسلام کے سخت خلاف ہوتے ہیں۔ اور قرآن کے اپنے طرز کے معنی ایجاد کرتے ہیں کہ قرآن کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور ہے۔ اس طرح کی خرافات بکتے رہتے ہیں۔ یہاں بھی کئی نامور مزار ہیں ایسے ایسے کہ جو "صوفی" نہیں بلکہ "باطنی" ہیں۔ جیسے لاہور میں میاں میر صاحب ملتان میں شمس تبریز۔ یہ معروف باطنی ہیں کفر کیلئے بڑی خدمات ہیں جن کی، جو بظاہر مسلمانوں کے مرشد بنے بیٹھے ہیں۔ اور بھی بہت سے ہیں ـــــ بہر حال ـــــ موضوع نہیں ہے۔ حسن بن الصباح نے بڑی دولت جمع کی تھی اور اس نے جنت ایسی بنائی تھی کہ دیواروں پر سونے کے پترے چڑھا دیئے۔ چاندی کے پترے چڑھا دیئے سونے چاندی کی دیواریں، شیشے کی دیواریں ان میں مشک وغیرہ بھر دیا۔ سونے اور چاندی کے درخت بنائے، ان پر

جواہرات اور ہیروں کے پھل لگا دیئے۔ پرندے کباب جو کھانا یا کباب کی پوٹلی اٹھا کر لے جاتے تھے اور انہیں دیتے تھے۔ یعنی لمبا اس کا ایک سلسلہ تھا۔ یہ باطنی لڑائی کے بڑے ماہر تھے۔ خنجر زنی میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہوتا تھا۔ یہ اس میں بڑی مشق حاصل کرتے تھے اور ہر باطنی کی آستین میں ایک چھوٹا سا خنجر ہوتا تھا۔ بیبرس نے ان کی جنت کو لوٹنا شروع کیا۔ کسی نہ کسی کونے سے گھس جاتا، پہرے داروں کو قتل کرتا اور جتنے اٹھا سکتا تھا۔۔۔۔ وہ دو ڈھائی من اٹھا لیتا تھا، اتنے جواہرات کی گٹھڑی باندھ کر لے آتا۔ انہیں بیچ بیچ کر مجاہدین کا لشکر تیار کیا اور بالآخر مصر کا تخت اس نے حاصل کر لیا۔

تاتاریوں نے اپنا لشکر بھیجا بیبرس کی سرکوبی کیلئے۔ ایک عیسائی عورت تھی۔ تاتاریوں کو عیسائی اور یہودی، مسلمانوں کے خلاف لاتے تھے۔ ہلاکو کے چچا یا باپ کو جب بہت ضعیف تھا ایک عیسائی عورت پیش کی گئی تھی ہلاکو چاہتا تھا کہ یہ عورت میرے حرم میں آ جائے۔ باپ اس کا مر گیا۔ اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ تم بیبرس کی کھال اتار کر لاؤ جو مصر کا فرماں روا ہے۔ اس کا بستر بناؤ تب میں تمہارے بستر پر آ جاؤں گی۔ ہلاکو کا بھتیجا تھا قبلائی خاں، پوتا تھا چنگیز خان کا، اور قبلائی خاں کو ہلاکو نے بیبرس کے مقابلہ کیلئے بھیجا اور وہ عورت بدبخت جو تھی وہ اس لشکر کے ساتھ گئی کہ میں اپنے ہاتھوں سے بیبرس کی کھال اتاروں گی۔ سلطان بیبرس نے شہر سے باہر نکل کر میدان میں ڈیرہ ڈال دیا اور کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ قبلائی خان قتل ہوا، ہزاروں تاتاری مارے گئے، سلطان کو فتح ہوئی اور اس خاتون کو سلطان نے پکڑ کر گھوڑے کے آگے لگا دیا اور وہاں سے بھگا کر مصر تک لایا۔ کنیزوں میں شامل فرمایا اور حکم دیا کہ قبلائی خان کی لاش کے اتنے ٹکڑے کیے جائیں جتنے شہر کے دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ایک ایک ٹکڑا لٹکا دیا جائے۔ لوگوں کو جو وہم ہو گیا ہے کہ تاتاری ناقابل تسخیر ہیں، لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ بھی عام انسان ہیں۔ قبلائی خان کے ٹکڑے دروازوں پر لٹکا دیئے اور ہلاکو خان کو خط لکھا کہ تم از

> **وہ شمس الدین التتمش تھا جس نے یہ جملہ کہا کہ حضرت آپ جاتے جاتے مجھ غریب کو بے نقاب کر ہی گئے۔**

خود آ کر اپنے جرنیل کے بدن کے ٹکڑے تو اتار کر لے جاؤ۔۔۔۔ تاتاریوں کے لشکر نے اس طرف منہ نہیں کیا۔ ساری مسلمان ریاستوں کو روند ڈالا۔ لیکن اپنا جرنیل مروا کر بھی ادھر مصر کا رخ نہیں کیا، ہندوستان میں آنے کی جرأت بھی نہیں کی۔۔۔۔ وجہ کیا تھی؟۔۔۔۔ ان کے پاس برکات نبوت بھی تھیں، ان کے دل روشن تھے، ان کے سینے روشن تھے اور وہ عام انسان نہیں تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے گوشت پوست کے اندر انوار نبوت اور تجلیات باری بھی تھیں اور یہی مسلمان کی قوت ہے۔ خدانخواستہ اگر یہ قوت مائنس کر دیں تو پیچھے عام انسان رہ جاتا ہے۔ عام انسانی خصوصیات کسی غیر مسلم میں مسلم کی نسبت زیادہ ہو سکتی ہیں۔ اسلحہ کا وہ زیادہ ماہر ہو سکتا ہے، سائنس میں وہ زیادہ ترقی کر سکتا ہے، میڈیکل کو وہ شاید ہم سے زیادہ سمجھ سکتا ہے۔ لڑائی کی چالیں بھی وہ شاید ہم سے زیادہ سمجھے لیکن جب بات آتی ہے اس قوت پر، تجلیات باری پر، انوارات نبوت پر، برکات نبوت پر تو یہ دولت کافر کے پاس نہیں ہوتی اور ایمان کی اساس یہی ہے۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب۔ زبانی اقرار کے ساتھ تصدیق قلبی ضروری ہے اور یہ اساس ہے تصدیق قلبی ایمان کی اسی کو اگر پروان چڑھایا جائے تو یہی ایمان ایک ایسی قوت بن جاتا ہے جو انقلاب آفریں ہوتا ہے۔ اللہ کریم پھر سے مسلمانوں کو یہ دولت گم گشتہ عطا کرے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی ایک مسلمان کو بھی ذکر سے آشنا کر دیا جائے تو یہ بہت بڑا جہاد ہے۔ جہاد صرف تلوار سے ہی نہیں ہوتا۔ تلوار سے جہاد کی باری تب آتی ہے جب کوئی تلوار کے دھنی پیدا کیے جائیں۔ کوئی تلوار اٹھانے والے بازو بھی بنائے جائیں۔ کوئی تلوار سہنے والے جگر اور سینے بھی بنائے جائیں۔ تو کسی ایک مسلمان کو اللہ اللہ سے آشنا کرانا ایسے ہے کہ گویا آپ نے عالم اسلام کو ایک غازی، ایک سپاہی دے دیا۔

اللہ کریم قبول فرمائے، اس پر محنت کریں اور انشاء اللہ یہ لوگ ایسے ہوں گے اور اتنے ہوں گے کہ پھر سے انقلاب آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ کی راہ میں کوشش

پرانے ساتھیوں کو بھی حضرت جیؒ کی یہ بات یاد ہوگی اور مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے۔ میرے سامنے حضرتؒ نے بارہا فرمایا کہ یہ جماعت نہ صرف یہ کہ اپنے عہد میں نفاذِ اسلام کے لئے سرگرمِ عمل رہے گی بلکہ جو جہاد نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت ہوگا اس وقت تک بھی یہ لوگ جائیں گے اور اس جہاد میں بھی اویسیہ جماعت کے لوگ شامل ہوں گے۔

خطابِ امیر محمد اکرم اعوان

سالانہ اجتماع، منارہ 04-08-2002

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○

وَالَّذِينَ جٰهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ○

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وَالَّذِیْنَ جٰھَدُوْا فِیْنَا جہاں تلاش کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے اللہ کریم نے کہ جو مجھے پانے کے لئے، میرے جمال کو پانے کے لئے، میرے قرب کے حصول کے لئے محنت کرتے ہیں، مجاہدہ کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں، ان کی محنت، ان کی طلب ضائع نہیں جاتی۔ ایک نہیں، ہم ان کے لئے کئی راستے کھول دیتے ہیں۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کتنے ہی راستے جو میری بارگاہ کی طرف آتے ہیں، جو میرے حضور پہنچتے ہیں...... متعدد راستوں سے مراد متعدد مذاہب نہیں ہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں، اللہ کے وہ بندے جو زمین پر کسی جگہ، کہیں، کسی ملک، کسی قوم، کسی خطے میں ہیں لیکن راہنمائی اللہ ہی کی طرف کرتے ہیں۔ جیسے ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہے کہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں کہ ان میں سے جس کا دامن تھام لو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ اس کا مطلب ہے کہ جتنے صحابہ کبار تھے اتنے راستے بن گئے اگرچہ وہ پہنچتے ایک ہی مرکز پر ہیں اور وہ ہے وصالِ الٰہی، طریقہ سب کا ایک ہے اور وہ ہے اتباعِ سنت، زندگی سب کی ایک ہے اور وہ ہے اتباعِ شریعت۔

اختلاف کیا ہے؟ کہیں طریقِ ذکر مختلف ہوگا، کہیں وظائف مختلف ہوں گے لیکن منزل سب کی ایک ہے اور یہی حال سلاسلِ تصوف کا ہے کہ منزل سب کی ایک ہے، انداز اپنا اپنا ہے، راستہ اپنا ہے، طریق سفر اپنا ہے۔ کوئی پیدل چلتا ہے، کوئی سائیکل پر، کوئی گھوڑے پر، کوئی کار پر، کوئی اونٹ پر، کوئی جہاز پر۔ جو جو وسائل کسی کے پاس ہوں۔ لیکن تمام سلاسل کی منزل وصول الی اللہ ہے اور طریقہ اتباعِ شریعت اور اتباعِ سنت ہے۔ اور یہ طریق کار بعثتِ عالی سے لے کر تا بہ امروز قائم ہے اور تا بہ قیامِ قیامت، جب تک سورج طلوع وغروب ہو رہا ہے، جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، جب تک بنی آدم اس زمین پر بستے ہیں یہ قائم رہے گا انشاء اللہ العزیز۔ اس میں کوئی نئی نبوت نہیں آئے گی، کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی، کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی، یہی اتباعِ سنت اور آقائے نامدار ﷺ کی غلامی وصول حق کی دلیل ہے۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ جٰھَدُوْا فِیْنَا یہ دو باتیں بڑی غور طلب ہیں۔ جاھدوا اور فینا جہد محنت شاقہ کو کہتے ہیں، جہاد بھی اس سے نکلا ہے کہ وہ سخت محنت ہے۔ زخم کھانے پڑتے ہیں، جان گنوانی پڑتی ہے، جگر چھلنی کرانا پڑتا ہے یعنی جو میرے لئے...... فینا ...... مجھ میں، میری ذات میں، میرے وصال کی خاطر، میرے قرب کی خاطر عام فہم زبان میں، میری رضا کی خاطر محنت شاقہ برداشت کرتا ہے...... اس محنت کے بھی دو مراحل ہیں۔ پہلی بات تو طلب ہوتی ہے، تلاش ہوتی ہے کہ کہیں کوئی اللہ کا بندہ ایسا مل جائے جو مجھے اس راہ پر لے جا سکے۔ اس کے لئے بھی فرمایا کہ جب یہ طلب پیدا ہوتی ہے، تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ جب انابت دل میں پیدا ہوتی ہے اور یہ طلب پیدا ہوتی ہے خلوص کے ساتھ، صدق کے ساتھ، سچائی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے ساتھ کہ مجھے کوئی اللہ کی بارگاہ میں حاضر کر دے۔ اللہ فرماتے ہیں میں اسے راستہ دکھا دیتا ہوں۔

اس آیہ کریمہ کے تحت مفسرین کرام اس کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ راستہ دکھانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اسے کسی ایسے بندے کے پاس یا ایسے لوگوں کی محفل میں پہنچا دیتا ہے جو اسے وصول حق کے راستے پر چلنے کا انداز بتاتے ہیں، جو اس کے لئے سبب بن جاتے ہیں قرب الٰہی کے حصول کا۔ لیکن یہ یاد رہے، یہ بڑی کڑی شرط ہے کہ جٰھدوا فینا مجاہدہ، محنت، مشقت میری ذات کی تلاش میں کرتے ہیں۔ اس میں بڑی نزاکت ہے کہ جب تک مجاہدے میں ''فینا'' رہے گا تب تک بات بنی رہے گی لیکن جب یہ ''فینا'' اللہ کی طرف سے ہٹ کر کسی اور سمت کی طرف ہو گیا مثلاً بندے کو یہ خیال ہو گیا کہ میں نے بڑی محنت کی ہے اب میں بڑا بزرگ ہوں تو ''فینا'' تو نہ رہا۔ کسی کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میرے گرد اتنے بندے جمع ہو گئے ہیں میں اب ان سے مالی فائدہ اٹھالوں، میں ان سے کوئی سیاسی فائدہ حاصل کر لوں تو ''فینا'' تو نہ رہا یعنی جب بھی دل سے خلوص الی اللہ جو ہے اس میں فرق آنے گا تو '' جٰھدوا فینا '' ختم ہو جائے گا اور جب ''فینا'' نہ رہے گا تو ہدایت جو تھی وہ بھی مشکوک ہو جائے گی کیونکہ وہ نتیجہ تھی، جزا تھی، جاھدوا فینا کی۔ فینا شرط تھی کہ وہ لوگ جو میری طلب میں مجاہدہ کرتے ہیں اور اس کی جزا یہ تھی کہ ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔ جب شرط معدوم ہو جائے گی تو مشروط از خود معدوم ہو جائے گا۔ جب ''فینا'' نہیں رہے گی تو ہدایت مشکوک ہو جائے گی۔ اور اس میں چھوٹی چھوٹی باتیں آجاتی ہیں۔ بارگاہ الوہیت .... بال برابر گستاخی وہاں گوارہ نہیں ہوتی۔ اور بارگاہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں غیر شعوری طور پر گستاخی ہو جائے تو وہ بھی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ کوئی جان بوجھ کر نہ کرے، نادانستہ کرے تو بھی فرمایا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا

> **کسی کو صاحب مجاز بنا دیا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوسروں پر حکمران ہو گیا ہے۔**

تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ لا تشعرون کا عطف اگر اصواتکم پر آئے کہ اپنی آواز بلند نہ کرو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے ورنہ تمہارے سارے عمل ضائع ہو جائیں گے تو پھر تو عمداً اگر گستاخی کی گئی اور جان بوجھ کر آواز بلند کی گئی تو عمل ضائع ہوں گے لیکن اگر ان تحبط اعملکم پر تشعرون کا عطف آئے تو پھر یہ ہوگا کہ غیر شعوری طور پر بھی اگر تم نے گستاخی کی .... ارادہ نہیں ہے گستاخی کرنے کا لیکن کام ایسا کیا جو بارگاہ نبوت میں گستاخی ہے تو اعمال سارے ضائع ہو جائیں گے۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آئند جنید و بایزید اینجا

کہ زیر آسمان یہ ادب گاہ جو ہے بارگاہِ اقدس کی اتنی نازک ہے کہ جنید و بایزید جب یہاں آتے ہیں تو اونچی سانس نہیں لیتے۔ شاعر نے یہ کہا تھا اور میں اس میں تبدیلی کیا کرتا ہوں کہ نفس گم کردہ می آئیند ابوبکر و عمر اینجا۔

حضرت جنید، حضرت بایزید رحمہا ہم اللہ بہت بڑی ہستیاں ہیں۔ ہم ان کے جوتوں کی خاک بھی نہیں ہیں لیکن کہاں وہ کہاں ابوبکر صدیق ؓ اور کہاں فاروق اعظم ؓ۔ جب وہ دم سادھ کے آتے تھے تو بایزید کیا کریں گے اور حضرت جنید کیا کریں گے۔

خلافتِ فاروقی میں کوئی صحرائی بدوی چرواہا مسجد نبوی میں داخل ہوا تو وہ اونچی آواز سے بات کر رہا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم ؓ نے جو وہاں موجود تھے ان کی آواز سنی تو کنکر اٹھا کر .... پہلا فرش جو مسجد نبوی میں، عہد نبوی میں بنا ہوا تھا تو کنکریاں بچھائی گئی تھیں۔ آپ ؓ نے ایک کنکری اٹھا کر اسے ماردی، آواز دے کر نہیں بلایا۔ جب وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خاموش رہو۔ قریب بلایا اور فرمایا کہ تم جاہل ہو، بدوی ہو، صحرائی ہو اور یہاں اونچا دم لینا منع ہے ورنہ میں تمہیں کنکری مارنے کی بجائے دُرّے مارتا لیکن دُرّوں کا بھی تو شور ہوگا۔ اس لئے اب کہ تو تمہیں معاف کرتا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہوں پھر اونچی آواز نہ نکلے۔

روضہء اطہر کا وہی ادب ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حیات دنیا میں جلوہ افروز تھے تو تب تھا وہی ادب اب بھی روضہ اطہر کا ہے۔ اور وہاں قدرت کا نظام ایسا ہے جس کا چشم دید گواہ میں بھی ہوں اور اللہ کے بے شمار اور بندے بھی ہیں کسی نے نوٹ نہ کیا ہو تو یہ الگ بات ہے کہ جب توسیع ہو رہی تھی مسجد نبوی کی اور بنیادیں بن رہی تھیں ستونوں کی تو وہ تقریباً ستر ستر فٹ یا اس سے بھی زیادہ زیر زمین لے گئے اور زیر زمین لے جانے کے لئے بڑی بڑی مشینیں لگائی گئی تھیں جن میں جس طرح سے وہ بور کرتے ہیں اس طرح سے کٹر تھے اور ان کے اوپر سے ایک بڑا بیس پچیس تیس من کا ہتھوڑا ضرب لگاتا تھا مشین کے ساتھ اسے اوپر کھینچتے پھر چھوڑ دیتے اونچائی سے وہ 30,25 من کا ہتھوڑا آکر کے اوپر لگتا۔ اس طرح سے بنیادیں کھودی جا رہی تھیں اور زیر زمین پتھر کو کاٹ رہے تھے اور اس عمل سے اتنا شور ہوتا تھا کہ آپ بازار سے شہر کی طرف آئیں تو ٹھکا ٹھک، ٹھکا ٹھک آواز آ رہی ہے، ہوٹل میں بیٹھے ہیں تو آواز آ رہی ہے ٹھکا ٹھک کی لیکن جیسے ہی مسجد نبوی کے دروازے کے اندر داخل ہوں میں نے کوئی آواز نہیں سنی۔ بھول جاتا تھا کہ باہر مشینیں لگی ہوئی ہیں، یہ بات اندر جا کر یاد ہی نہیں رہتی تھی۔ جب آدمی...... روضہء اطہر تو بہت اندر ہے ...... آپ باب مجیدی سے یا کہیں سے بھی داخل ہوتے ہیں، دوسرے سرے سے داخل ہوتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ کسی آواز کو حد عبور کرنے کی اجازت اللہ نے نہیں دی ہے۔ کتنا شور ہوتا رہا لیکن دروازے سے اندر ہو جائیں، اللہ گواہ ہے کہ یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ باہر مشینیں لگی ہوئی ہیں، کوئی آواز نہیں آتی تھی۔

تو جتنا یہ مجاہدہ ہے، جتنی یہ محنت ہے...... اب اس کے مختلف شعبے ہیں۔ ایک شعبہ یہ ہے کہ آپ اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اللہ کو آپ کی کوئی ادا پسند آئی ہوگی۔ شاید اللہ نے آپ کی انابت قبول کر لی ہوگی اس لئے آپ کو

یہ تو کوئی جناتی فوج ہے، دیو ہیں، انہیں نہ پانی روکتا ہے، نہ اور کوئی چیز -

اللہ اللہ کی مہلت دے دی، اللہ اللہ کی توفیق دے دی۔ اب یہ اللہ اللہ، یہ مجاہدہ جب تک اللہ کے لئے رہے گا تب تک اس کے ساتھ ہدایت...... اللہ کا وعدہ ہے اور وہ انشاء اللہ قائم رہے گی۔

خطا ہو جانا اور بات ہے، غلطی ہو جانا اور بات ہے۔ علمائے کرام نے جو اصول لکھے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ گناہ منافی الولائیت نہیں ہے۔ ولی اللہ سے گناہ ہو سکتا ہے لیکن اسی گناہ کو شیوہ بنا لینا یہ منافی الولائیت ہے۔ ولی اللہ یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس سے غلطی ہو جائے اسے دکھ ہوتا ہے، وہ توبہ کرتا ہے، رجوع الی اللہ کرتا ہے یہ نہیں کہ غلطی ہو گئی تو اسے زندگی بھر کا معمول بنا لیا کہ غلطی پر غلطی، غلطی پر غلطی کئے جاؤ۔ ایسے بندے کے پاس اللہ کی ولائیت نہیں رہتی۔

گناہ میں تو چلو ایک حد تک معافی کی گنجائش ہے کہ اگر اس پر اصرار نہیں کرتا توبہ کرتا ہے لیکن یہ جو ''فیـــــا'' ہے اس میں معافی کی گنجائش کوئی نہیں ہے۔ یعنی ارادہ جب بھی بدلا، نیت جب بھی بدلی، جب بھی للٰہیت اور خلوص میں ذرا سا بھی فرق آیا، جب بھی طلب یا محنت اللہ کے لئے نہ رہی اس کا مقصد کچھ اور ہو گیا تو اس میں پھر میں نے یہ دیکھا ہے کہ توبہ کی توفیق بھی پھر نہیں ملتی اتنا بڑا جرم ہے یہ کہ توفیق توبہ سلب ہو جاتی ہے بڑے ہی کوئی خوش نصیب ہوں جنہیں مل جائے، میں نے نہیں دیکھا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اکثر احباب کو یاد ہوگا کہ چڑیا کا جو بچہ گھونسلے سے گر جائے اسے آپ ہزار بار زمین سے اٹھا کر گھونسلے میں رکھیں وہ پھر گر جاتا ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ طلب الٰہی کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ گھونسلے سے جو گر جائے وہ گر گیا۔ اسے پکڑ پکڑ کر وہاں رکھتے ہو وہ بار بار گرتا رہے گا اور یہی مثال آپ دیا کرتے تھے۔ پرانے ساتھیوں کو یاد ہوگا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

تو یہ بات قابل فکر ہے کہ ہماری طلب رضائے الٰہی کی ہے۔ ذمہ داریاں...... تنظیمی امور میں کسی کو صاحب مجاز بنا دیا جاتا ہے تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوسروں پر حکمران ہو گیا ہے یا اس میں دوسروں سے کوئی زائد خصوصیت ہے یا وہ دوسروں کی نسبت کوئی بہت پارسا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے اس پر احسان فرمایا اور اسے مزید خدمت کا موقع عطا کر دیا۔ یہ بندے کا کمال نہیں ہے کہ اسے صاحب مجاز بنا دیا گیا بلکہ یہ اس (اللہ) کا احسان ہے کہ اس نے کسی سے خدمت لینے کا انعام اس پر کر دیا کہ وہ اس کی مزید خدمت کرتا رہے۔

اسی طرح تصوف چونکہ کامل اتباع نبوت کا نام ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں مخلوق کو واصل باللہ کیا وہاں مخلوق کو دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک خوبصورت نظام بھی دیا جو صحیح ترین بھی ہے اور حق بھی ہے، آسان بھی ہے اور اللہ کا دیا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ، اس کی تکمیل کے لئے اگر کوئی شخص گوشہ نشین ہو جاتا ہے تو اللہ اللہ کرتا ہے ...... آدھا کام تو وہ کر رہا ہے لیکن آدھا رہ جاتا ہے۔ ترقی جو ہے وہ ان امور میں ہے جن کا تعلق امور دنیا سے ہے اور یہ عبادت کا ثمر ہے۔ آپ جتنی عبادت کریں، جتنے نوافل ادا کریں، جتنی تسبیحات پڑھیں یا جتنی تلاوت کریں، جتنا ذکر کریں، جتنے مراقبات کریں...... یہ کس لئے ہیں؟ کہ اللہ سے تعلق قریب سے قریب تر ہوتا جائے اور اللہ سے تعلق ہو گا تو امور دنیا میں اللہ کی اطاعت کرے گا۔ یہ اس کا صلہ ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں فرمایا انّ الصّلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمُنکر نماز کا اجر کیا ہے۔ اگر آپ باقاعدگی سے عبادت کرتے ہیں تو عبادت آپ کو برائی اور بے حیائی سے بچا لیتی ہے۔ روک دیتی ہے اور آپ اس سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جتنے بھی ذکر اذکار مراقبات اور مجاہدہ وغیرہ ہے اس کا صلہ یہ ہے کہ اعمال دنیا میں صلاحیت آ جاتی ہے اور اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اعمال دنیا سے جان تو نہیں چھڑائی جا سکتی اس میں ہماری انفرادی ذمہ داریاں ہیں پھر اجتماعی ذمہ داریاں خاندان کی ہیں، پھر قوم کی ہیں، ملک کی ہیں، بین الاقوامی سطح پر ہیں۔ تو اس سلسلہ میں ہم نے

> یاد رکھیں کہ کسی کے جانے سے جماعت ختم نہیں ہوتی، ختم وہی ہو گا جو چھوڑ کر جائے گا۔

"الاخوان" کی بنیاد انہی خطوط پر استوار کی کہ جو لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں وہ دنیاوی زندگی کے سیاسی پہلو میں، دنیاوی زندگی کے عملی پہلو میں کس طرح سے ایک جماعت کی صورت بن کر نیکی کے کام خود بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرنے کا کہتے ہیں۔ اپنے آپ پر اسلام نافذ کرتے ہیں، ملک پر نفاذ اسلام کی کوشش کرتے ہیں، آپس میں محبت سے رہتے ہیں، دوسروں کو درس محبت دیتے ہیں۔ اب جب تنظیم بنے گی تو ظاہر ہے کہ اس میں کچھ ذمہ دار بنیں گے، کوئی چھوٹی سطح پر بنے گا، کوئی بڑی سطح پر بنے گا۔ لیکن یہ کسی کا استحقاق نہیں ہے۔ یہ انتظامی امور ہیں۔ آج ایک شخص امیر ہے کل دوسرا ہو سکتا ہے۔ آج ایک شخص صوبے کا صدر بنا ہوا ہے کل وہ ایک عام ساتھی ہو سکتا ہے، اس کی جگہ کوئی اور ہو سکتا ہے۔ چونکہ یہ انتظامی امور ہیں اور کسی کا اس پر کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ ذمہ داری لگتی ہے تو اللہ کی طرف سے ایک انعام ہے کہ اللہ کرے وہ پوری ہوتی رہے اور جب اس سے چھٹی مل جاتی ہے تو وہ اللہ کا دوسرا انعام ہے کہ بہت بڑی جوابدہی سے بچ گیا اور اپنی ذات تک معاملہ آ گیا۔ لہٰذا جن دوستوں کو یہ ذمہ داریاں ملتی ہیں وہ خواہ سلسلے کی طرف سے ملیں، بحیثیت صاحب مجاز یا الاخوان کی طرف سے ملیں بحیثیت امیر، وہ صوبائی امیر ہے یا ضلعی امیر ہے یا ڈویژن کا امیر ہے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ اس میں کوئی سرخاب کا پر لگ گیا اور باقی لوگ جو ہیں وہ اس سے کمتر ہیں یا اس سے ادنیٰ ہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ اسے اللہ کریم کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اسے اس قابل سمجھا کہ مزید خدمت کا موقع دے۔ ایک ایسی جگہ پر آ گیا جہاں اجتماعیت پیدا ہوتی ہے اور اجتماعی طور پر ساتھی کام کرتے ہیں، ان سب کی راہنمائی وہ کرتا ہے، سب کو ساتھ لے کر چلتا ہے تو اس کا اجر اسے بہت زیادہ ملے گا یہ اس کی خوش قسمتی ہے اور اللہ کا احسان ہے لیکن اس کے ساتھ باز پرس بھی اتنی ہی بڑھ گئی، ذمہ داری بھی اتنی ہی بڑھ گئی، جواب طلبی بھی اتنے لوگوں کی اس سے

ہوگی۔ اور اگر اس ذمہ داری سے گلوخلاصی ہو جاتی ہے۔ ...... سیدنا فاروق اعظمؓ کو وقت شہادت جب یہ جستجو ہوئی کہ اپنے بعد ذمہ داری کس کو سونپیں تو عرض کیا گیا کہ آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر کو کیوں نہیں دیتے یہ ذمہ داری۔ یہ فقیہہ بھی ہیں، نیک بھی ہیں اور سارے لوگوں میں محترم بھی ہیں اور آپ کے صاحبزادے بھی ہیں۔ ان کا جواب یہ تھا کہ قیامت کی جوابدہی کے لئے صرف خطاب کا بیٹا ہی کافی ہے۔ میرا سارا خاندان وہاں جواب دہی کے لئے کھڑا ہو، کیوں؟ ہمیں کو دیکھ لیا ہے تم نے کہ روز حشر ہم ہی جواب دیتے رہیں ساری حکومت کی طرف سے، کوئی اور آگے آئے۔ تو اس میں یہ پہلو نہیں کہ اس میں کوئی تھانیداری ہے یا پندرہ بیس پچاس یا سو دو سو ساتھیوں پر حاکم بن گئے ہیں، یہ بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ جتنے لوگ وابستہ ہیں ایک امیر کے ساتھ، امیر صاحب کو روز حشر ان سب کی جوابدہی بھی کرنا ہوگی۔

اسی طرح جتنے ساتھی میرے ساتھ وابستہ ہیں جب تک ایک ایک کا حساب ختم نہیں ہو جائے گا وہاں مجھے بھی کھڑا رہنا پڑے گا کہ تم نے اسے بتانے میں کوئی کمی کی، تم نے اس کے ساتھ کوئی ناانصافی کی، تم نے اس کی تربیت میں کوئی کمی کی۔ اگر تم نے اپنا حق ادا کر دیا تو یہ خود ذمہ دار ہیں اور اگر تم نے کوتاہی کی ہے تو تم بھی بھگتو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امتوں کے ساتھ ہوں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے سوال و جواب قرآن کریم نے بتائے ہیں کہ عیسائی کہیں گے کہ ہمیں تو یہی تعلیم دی گئی تھی کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں اور اللہ پوچھیں گے کہ کیا آپ نے انہیں یہ کہا تھا کہ آپ کو پوجیں اور آپ کی والدہ ماجدہ کو پوجیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کا جواب قرآن کریم میں موجود ہے کہ وہ بتائیں گے کہ اے اللہ! جب تک ان میں میں موجود تھا، تو جانتا ہے کہ میں نے انہیں کیا تعلیم دی۔ میں نے تیری عظمت، تیری وحدانیت اور تیری اطاعت کی

ہمارے ہاں پیری مریدی نہیں ہے، استادی اور شاگردی ہے۔ اور ہم حضرتؒ کو ہمیشہ استاد ہی کہا کرتے تھے۔

طرف بلایا اور جب تو نے مجھے ان میں سے اٹھا لیا، اس کے بعد کا معاملہ تو مجھ سے بہتر جانتا ہے کہ بعد میں کیا ہوا۔ لہٰذا یہ جانیں اور آپ جانیں۔

اسی طرح مشائخ، اہل اللہ، جن کے پاس لوگ اللہ نے تربیت کے لئے بھیج دیئے، ایک ایک بندے کے ساتھ جواب دینا پڑے گا اور وہاں انصاف کا فیصلہ ہوگا۔ اگر اس بندے کی خطا ہے تو وہ خود بھگتے گا اور اگر شیخ نے کمی چھوڑی ہے تو وہ بھگتے گا، لہٰذا جب کسی کو کوئی ذمہ داری دی جاتی ہے ...... یہ اللہ کا احسان ہے لیکن اس کے ساتھ یہ یاد رہے کہ جواب طلبی کا معاملہ بہت بڑھ جاتا ہے اور اگر وہ ذمہ داری اس سے لے لی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ بھی ہے وہ جواب طلبی سے بچ گیا جو ہوگئی اللہ کرے اس کی صفائی ہو جائے۔

حضرت خالدؓ عین میدان کارزار میں تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے معزولی کا حکم بھیج دیا حالانکہ وہ جرنیل تھے، انچارج تھے اس محاذ کے، فوج کو لڑانے کے سب سے اعلیٰ کمانڈر۔ عین جنگ ہو رہی تھی جب حکم نامہ پہنچا اور دوسرا آدمی پہنچا کہ بھئی چارج مجھے دے دو میں لڑاؤں گا فوج کو۔ انہوں نے پوچھا! مجھے فوج سے تو نہیں نکالا۔ میں بحیثیت سپاہی تو لڑ سکتا ہوں، ہاں فرمایا، لڑ سکتے ہو۔ تو بس ٹھیک ہے تم چارج لو میں سپاہی کی حیثیت سے لڑوں گا۔

جس فوج میں جس محاذ پر بحیثیت جرنیل فوج کو لڑا رہے تھے اس فوج میں اسی وقت ایک آن میں سپاہی بن گئے اور جہاد جاری رکھا۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے لئے کر رہے تھے، اپنی بڑائی کے لئے، اپنی جرنیلی کے لئے یا اپنی ذات کے لئے نہیں کر رہے تھے۔ اور یہی بات ان کی معزولی سے سیدنا فاروق اعظمؓ بتانا چاہتے تھے ...... بعد میں لوگوں نے سوال کیا کہ خالد میں کیا خرابی دیکھی کہ معزول کر دیا۔ کہا! خرابی خالد میں نہیں تھی، خرابی لوگوں میں پیدا ہو رہی تھی۔ وہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ فتح کا سبب خالد ہے۔ جہاں جاتا ہے فتح ہو جاتی ہے۔ میں نے

www.naqshbandiaowaisiah.com

خالد کو معزول کر دیا کہ فتح کا سبب اللہ ہے۔ خالد نہیں ہوگا پھر بھی فتح ہوگی۔ خالد کا جرم نہیں تھا خالد کی خطا نہیں تھی، خطا لوگوں کی تھی جنہوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ مسلمانوں کی فتح کا سبب شاید خالد کی کمان ہے۔ میں نے کہا کہ اسے کمان سے معزول کر کے سپاہی بنا دیتا ہوں، فتح پھر بھی ہوگی۔ فتح تو نصرت الٰہی سے ہو رہی ہے۔

حضرت مثنیٰؓ یزدگرد کے خلاف لڑتے ہوئے میدان پر قابض ہو گئے۔ حضرت مثنیٰ صحابی تھے۔ عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے لیکن شرف ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں جلوہ افروز نہ تھے۔ واپس چلے گئے اور باقی ساری عمر جہاد میں کٹ گئی۔ مشہور جرنیل تھے۔ مدائن پہ رات کو قبضہ ہوا مسلمانوں کا، مدائن شہر کے ساتھ دریا بہتا تھا۔ دریا کے دوسری طرف شاہی محل بھی تھا اور امراء کی رہائش گاہ بھی تھی جس طرح ہمارے ہاں شہروں میں گلبرگ بن جاتی ہے اسی طرح ایرانی حکمرانوں کا بھی شہر الگ ہوتا تھا اور طبقہ امراء کی رہائش الگ بناتے تھے۔

تو جس دن پیش قدمی کرنا تھی اس دن جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ انہوں نے حکم دے دیا کہ جمعہ کی نماز قصر ابیض میں ہوگی۔ اسلامی لشکر جب دریا پر پہنچا تو بادشاہ نے پل تڑوا دیئے۔ تمام کشتیاں پانی میں بہا دی تھیں اور دریا طغیانی پر تھا اور کناروں سے باہر ہو کر بہہ رہا تھا۔ حضرت مثنیٰ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کی بار الٰہا! اگر تو میں اپنی بڑائی یا دنیا کی طلب کے لئے لڑ رہا ہوں، میں یا میرا لشکر ملک کے لالچ میں، فتوحات کے لالچ میں، غنیمت کے لالچ میں، شہرت کے لالچ میں یا کسی غرض سے لڑ رہے ہیں تو ہمارا غرق دریا ہونا بہتر ہے۔ اور اگر ہم خلوص سے صرف تیری عظمت کے لئے لڑ رہے ہیں، تیری رضا کے لئے لڑ رہے ہیں تو دریا بھی تو تیری مخلوق ہے، یہ ہمارا راستہ کیوں روکے۔ اسے کہہ دے کہ ہمارا راستہ چھوڑ دے۔

آپ نے حکم دیا سارے لشکر کو ایک

> بندہ میں ایک دعا کیا کرتا ہوں کہ خدایا! جو جماعت میں رہ نہیں سکتا اسے ایمان پر موت دے دے لیکن اسے جماعت سے نہ نکالنا۔

ہی بار دریا میں ڈال دو۔ اب اس میں گھوڑ سوار بھی تھے، شتر سوار بھی تھے، سامان رسد و رسائل کے لدے ہوئے اونٹ بھی تھے۔ فالتو جو اسلحہ تھا اس کے لدے ہوئے اونٹ تھے، پورا لشکر تھا، بے شمار لوگ بھی تھے۔ سارا لشکر جب دریا میں گھسا تو ایک وہ آگے سے بند لگ گیا پانی کو اور پانی کناروں سے بہہ نکلا باہر کی طرف۔

ایرانی بھاگ رہے تھے جو معمور تھے دریا کے اس کنارے پر دفاع کرنے کے لئے وہ بھاگ رہے تھے اور چلا رہے تھے کہ :۔

دیواں آمدند، دیواں آمدند

کہ یہ تو کوئی جناتی فوج ہے، دیو ہیں، انہیں نہ پانی روکتا ہے۔ نہ اور کوئی چیز اور ایسے بھاگے کہ مسلمانوں کے پار اترنے تک قصر ابیض خالی ہو چکا تھا حالانکہ پوری فوج اس کے پاس تھی اور یزدگرد جب وہاں سے بھاگا تو مورخ لکھتے ہیں کہ بائیس ہزار تو صرف خدام اس کے ساتھ تھے جو شاہی محل میں کام کرتے تھے، فراش، باورچی، کپڑے دھونے والے، صفائی والے وغیرہ وغیرہ۔ بائیس ہزار تو صرف وہ خادم تھے جو اس محل میں کام کرتے تھے اور لشکر بھی تھا لیکن بادشاہ بھی بھاگا اور لشکر بھی بھاگ گیا اور قصر ابیض کے بلند ترین گنبد پر چڑھ کر مسلمانوں نے جمعہ کی نماز کے لئے اذان کہی۔

دریا کے پار اترے تو آپ نے پوچھا کہ سارا لشکر صحیح سلامت اتر گیا ہے؟ جی صحیح اتر گیا ہے.......... سب کا سامان صحیح ہے؟ تو ایک شتر سوار نے کہا کہ ایک لکڑی کا پیالہ وہ سانڈھنی کے ساتھ باندھ کر رکھتے تھے جس میں پانی بھی پیتے تھے، سانڈھنی کا دودھ بھی نکال کر استعمال کرتے تھے، لکڑی کا پیالہ تو اسے کنڈا لگا ہوا تھا، تسمہ ہوتا تھا اس سواری کے پالان کے ساتھ باندھا ہوا تھا، اس نے کہا جی کہ وہ میرا پیالہ ایک دریا میں رہ گیا ہے، دریا کی لہر آئی اور اس نے پیالہ باہر پھینک دیا۔ کہ خود چھوڑ کر جا رہے ہو اپنا پیالہ لے جاؤ۔

بات کیا تھی۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا جو مجاہدہ یا محنت میری طلب میں کرتے ہیں۔

اب اس "فیـــبا" میں جہاں خطا آئے گی وہاں سلسلہ مشکوک ہو جائے گا۔ لہٰذا اپنی ساری محنت کو وہ آپ اذکار کے لئے کرتے ہیں، یا آپ الاخوان کے لئے کرتے ہیں، بنیادی طور پر اسے صرف اللہ کے لئے رکھئے۔

اپنی ضرورتیں اس کے سامنے رکھئے وہ خود پوری کرے گا اور وہ کر رہا ہے۔ وہ ان کی بھی کر رہا ہے جو اسے نہیں مانتے، وہ ان کی بھی کر رہا ہے جو اس کے نبی کو نہیں مانتے، وہ ان کی بھی کر رہا ہے جو اس کی کتاب کو نہیں مانتے، رزق بھی دے رہا ہے، صحتیں بھی دے رہا ہے، حکومتیں بھی دے رکھی ہیں، دولت بھی دے رکھی ہے۔ ہر ایک کا رزق مقدر ہے اور جس طرح موت تلاش کرتی ہے ناں بندے کو، بندہ چھپ نہیں سکتا، اسی طرح اس کا رزق بھی اسے تلاش کرتا ہے۔ "کوئی متنفس اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنے حصے کا دانہ پانی اور اپنے حصہ کی ہوا، سانس میں لے نہیں لیتا"۔ جب تک اپنا رزق پورا نہیں کرتا، کوئی نہیں مرتا، ہر ایک کو اپنا حصہ لے کر جانا ہے۔ کوئی بندہ کسی کو روزی دینے کے قابل نہیں ہے۔ یہ اس کا کام ہے جو رب العالمین ہے۔ اگر کسی کے پاس دو چار دس مہمان آجاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روزی تو وہ اپنی ہی کھاتے ہیں، اس کے خوان سے کھاتے ہیں اللہ نے اسے یہ عزت بخشی ہے کہ دی تو رب نے نام اس کا ہو گیا، ثواب اس کو مل گیا۔

تو اس میں چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جو بڑی خرابیاں پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً آدمی اپنے آپ کو معتبر سمجھ لیتا ہے .... جاؤ بھئی تم میرے لئے لوٹا بھرو .... کیوں تم معذور ہو کہ وہ تمہارے لئے لوٹا بھرے .... اللہ نے تمہیں ہاتھ پاؤں نہیں دیئے؟ کیوں آپ دوسروں پر خود کو مسلط کرنا چاہتے ہیں؟ آپ میرے پاؤں دبا دیں .... کیوں آپ کے پاؤں ٹوٹ گئے ہیں؟ کیوں دبا دے ....؟ وہ تو اپنی اللہ اللہ کرنے کے لئے آیا ہے وہ پاؤں دبانے کے لئے تو نہیں آیا۔ وہ اپنے مجاہدے کے لئے آیا ہے اپنا کام کرنا ہے۔ اگر آپ کو

مالی تو تراش خراش کرتا رہتا ہے۔ جو ڈالی سمجھتا ہے کہ درخت کے لئے مضر ہے اسے کاٹ دیتا ہے۔

تکلیف ہے، اگر آپ واقعی بیمار ہیں تو آپ تشریف لے جائیں، گھر چلے جائیں، اہل خانہ سے خدمت کروائیں، آپ کے بچوں کا حق بنتا ہے کہ وہ آپ کے پاؤں دبائیں، ہسپتال چلے جائیں، دوائی لیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ آپ یہیں رہیں۔

منارہ میں اجتماع ہوتا تھا اور ایک ساتھی تھا وہ کچھ بیمار ہو گیا تو ساتھیوں کو بڑی مشقت کرنا پڑے، باتھ روم جانے کے لئے وہ اٹھا کر لے جا رہے ہیں، جی واپس لا رہے ہیں تو میں نے اسے ازراہ ہمدردی کہا کہ آپ خود بھی تکلیف میں ہیں، پانچ سات ساتھی بھی اپنے معمولات چھوڑ کر کوئی آپ کو پانی پلا رہے ہیں کوئی باتھ روم لے جا رہے ہیں تو آپ گھر تشریف لے جائیں۔ انہوں نے بڑے آرام سے جواب دیا .... موٹی عقل کا آدمی تھا .... گھر میں جاؤں گا تو میری دیکھ بھال کون کرے گا۔ یہاں تو لوگ میری خدمت کر رہے ہیں .... ٹھیک ہے بھئی کراؤ خدمت .... لیکن اس اجتماع کے بعد میں نے اسے حضرت کے ساتھ نہیں دیکھا۔ وہ خدمت ایسی لے ڈوبی کہ اس وقت تک جو ذکر اذکار، اللہ اللہ کئے تھے وہ بھی قسمت سے گئے۔ آئندہ حضرت سے ملنا بھی قسمت سے گیا اور اس کے بعد جماعت میں شامل بھی نہیں ہوئے۔

یہ ایک پہلو تھا اس بات کا۔ دوسرا پہلو جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ برکات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت نبوی سے ظاہر تقسیم ہونا شروع ہوئیں اور جب سے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر قدم رکھا تب سے بوساطت انبیاء تقسیم ہوتی آئیں۔ چونکہ آپ ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ پہلوں پر بھی جو رحمت ہوئی اس میں بھی واسطہ آپ ہیں لیکن انبیاء کے واسطے سے اور ہم وہ خوش نصیب ہیں جو براہ راست متعلق ہیں محمد رسول اللہ سے (ﷺ)۔

اب چودہ سو برس درمیان میں ہیں۔ ان چودہ سو برس کی تاریخ پر ہم نظر

www.naqshbandiaowaisiah.com

ڈالیں عہد نبوی میں جو بھی ایمان لانے کے بعد بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا صحابی ہو گیا۔ نیکی، پارسائی، تقویٰ، امانت، دیانت، صدق، خلوص، سب باتوں میں اس کمال کو پہنچا کہ غیر صحابی اس درجے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ تقسیم عہد صحابہ میں بھی اس حال پر رہی کہ کسی صحابی کی خدمت میں جو بھی مومن پہنچا وہ تابعی ہو گیا۔ تابعین کے عہد میں بھی یہ عطا جاری رہی۔ ان تین زمانوں کو آپ ﷺ نے خیر القرون کہا یعنی سب سے بہترین زمانے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سب سے بہتر زمانہ میرا ہے، پھر دوسرے نمبر پر جو اس سے ملحق ہے پھر تیسرے نمبر پر جو اس سے ملحق ہے۔ ان تین زمانوں میں عہد نبوی، عہد صحابہ، عہد تابعین مکمل ہو گیا۔ جب تبع تابعین کا زمانہ آیا تو ان سے ملنے والے ہر بندے کا سینہ روشن نہیں ہوا، اصلاح ہوئی، اصلاح احوال ہوئی۔ اصلاح عقائد ہوئی۔ اصلاح اخلاقیات ہوئی اور بعض خوش نصیبوں کو قلبی کیفیات نصیب ہوئیں، سب کو نہیں۔ عہد نبوی میں سب کو، عہد صحابہ میں سب کو، عہد تابعین میں سب کو، ہر آنے والے کو، عہد تبع تابعین میں گنتی کے خوش نصیبوں کو۔ تب سے اب تک حضرتؒ کی حیات مبارکہ تک یہ اصول کارفرما رہا۔ بڑے بڑے عظیم نام تاریخ ولائیت میں ملتے ہیں اور بے شمار اللہ کے بندے ایسے ہیں جن کے نام مورخ نہیں جانتے، جن کا تذکرہ کتابوں میں نہیں ہے، لیکن وہ اللہ کے ایسے عظیم بندے ہیں اور انہوں نے بڑے بڑے کام بھی کئے ہیں۔

ہم چودہ صدیوں میں دیکھتے ہیں کہ وہ صورت حال واپس نہیں آئی۔ یہ صورت حال برقرار رہی جو تبع تابعین سے شروع ہوئی تھی کہ اگر ایک آدمی کے پاس پانچ لاکھ بندے جاتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ ان میں سے پانچ کے قلب روشن کرے اور باقی کو ظاہری اصلاحات پر عقائد کی اصلاحات پر، نوافل بتا دے، کچھ تسبیحات بتا دی جائیں اور اس کام پر لگا دیا جائے لیکن کیفیات قلبی شاید چند لوگوں کو نصیب ہو۔ یہی طریق کار رہا ہر ولی اللہ کے عہد میں، ہر زمانے میں۔ ایک ایک زمانے میں بے شمار ولی اللہ ہوئے اور بڑے بڑے پائے کے ولی اللہ ہوئے، بڑے بڑے اعلیٰ منازل کے حامل لوگ ہوئے لیکن 14 صدیوں میں تاریخ اسلام میں یہ بات نہیں ملتی کہ کسی اللہ کے بندے کے پاس جانے والے ہر بندے کا دل روشن ہو جائے یہ معاملہ تابعین کے ساتھ یہ سنت ختم ہو گئی۔ اس کا وہ پہلو زندہ رہا کہ اگر ہزار آدمی آیا ہے تو شاید ایک بندے کو اللہ اللہ سکھا دی جائے باقی کو ظاہری اصلاح پر رکھا جائے۔

جو لوگ پہلے سے جماعت میں ہیں اور اللہ اللہ کر رہے ہیں کیا ان کے جماعت میں سے نکلنے سے ہم خوش ہوں گے؟ کبھی نہیں، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی ایک ساتھی کا جانا بھی ایسا ہے جیسے جگر کا کوئی ٹکڑا چلا گیا ہے۔

عجیب بات، بہت ہی عجیب بات یہ ہوئی کہ حضرتؒ نہ تو کسی معروف علاقے سے تھے، نہ کسی معروف علمی یا پیری مریدی والے خاندان سے تھے اور نہ آپ کا زندگی بھر کوئی لباس یا حلیہ یا رہائش ایسی تھی کہ دیکھ کر پتہ چلے کہ کوئی بڑا علامہ یا بڑا پڑھا لکھا...... بلکہ بظاہر دیکھنے سے، دیکھنے والے کو پتہ چلتا تھا جیسے کوئی عام کسان ہے، ابھی ابھی زمینوں سے، کھیتوں سے آ رہا ہے۔ لیکن اللہ کی شان...... اللہ نے علوم ظاہریہ اتنے دیئے کہ دنیا بھر کے باطل فرقوں کے خلاف آپ میدان مناظرہ میں کامیاب ترین مناظر رہے۔

اللہ کریم نے ذہنی صلاحیتیں ایسی دیں کہ ان کی مثال صدیوں میں تلاش کرنے سے نہیں ملتی۔ سینکڑوں کتابیں جو نظر سے گزرتیں ان کا صفحہ نمبر ان کا مصنف، اس کا سنِ وفات اس تحریر کے الفاظ اور جملے تک یاد ہوتے حضرتؒ کو۔ اب ان کے ساتھ نسبت اویسیہ سے سرفراز

فرمایا اور منازل سلوک اور کیفیات باطنی اس طرح عطا کیں جس طرح کوئی سمندر ہوتا ہے جس کے کنارے معلوم نہیں ہوتے۔ اسی لئے آپ کے نام نامی کے ساتھ قلزم فیوضات لکھا جاتا ہے۔ نئی بات جو ہوئی وہ یہ تھی کہ جو بھی آیا اسے شروع ہی ذکر قلبی سے کرایا گیا، کوئی وظیفہ کوئی اصلاحی عمل، کوئی تسبیح، کوئی، کچھ نہیں۔ آنے والے ہر بندے کو ابتدا اور بسم اللہ ہی ذکر قلبی سے کرایا۔

بہت عرصہ حضرت ؒ کے ساتھ ایک ساتھی ہوتا تھا۔ پھر اس کے بعد تین چار ہو گئے اور وہ بڑا عرصہ رہے چار پانچ چھ ساتھی۔ بڑا عرصہ رہے۔ انہی پانچ چھ میں ایک میں بھی تھا۔ الحمدللہ۔ ایک مدت کے بعد مشائخ کے حکم پر بارگاہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر پھر اسے عام کیا گیا۔ ہر آنے والے کو اس میں شامل کیا گیا۔ پھر ایک جماعت بن گئی۔ وہ جو پہلا ایک ساتھی حضرت جی کے ساتھ ہوتا تھا الحمدللہ وہ سلامت رہا۔ اس کے بعد جو چار یا پانچ ہوتے تھے ان میں سے تین چار آپ کے سامنے گمراہ ہوئے اور گمراہی کی آخری حدوں تک ...... ان کی جگہ اور آ گئے لیکن حیرت ہوتی ہے ان کی گمراہی کو دیکھ کر، ان کی زندگیاں دیکھ کر، ان کے حالات دیکھ کر، ہمارے سامنے کی بات تھی کہ وہ گمراہی کی حدوں پر گئے۔ ان چار پانچ میں سے۔ پھر جب جماعت بن گئی، الحمدللہ! بڑی خوبصورت جماعت بنی۔ بڑے لوگ آئے، بڑا رش ہوا۔ عجیب بات ہے کہ جن کو ہم سمجھتے تھے کہ یہ بہت محنت، بہت مجاہدہ کرتے ہیں، حضرت ؒ کے سامنے وہ لوگ ضائع ہو گئے آپ کی محفل میں، آپ کے دیکھتے دیکھتے۔ بلکہ بعض کے ایسے نصیب پھرے کہ میں نے حضرت کو بڑے دکھ کے ساتھ انہیں بددعائیں دیتے اور ان کے حق میں بددعائیں کرتے سنا۔ دل ڈر جاتا تھا جب حضرت اتنی شدت سے بددعائیں دیتے تھے اتنا دکھ پہنچا ان کو۔ فرماتے تھے میری سالوں کی محنت اس شخص نے ضائع کر دی۔

یہ کیوں ہوا؟ جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ

جو میرے لئے جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کے لئے کئی راہیں کھول دیتے ہیں۔

ہے کہ اللہ کریم جب اس سنت کو اللہ کریم نے زندہ فرمایا اپنے ایک بندے کے ذریعے جو ایک بیابان ویرانے میں پیدا ہوا اور جسے خاندانی اعتبار سے یا کسی دوسرے ذریعے سے کوئی نہیں جانتا تھا اسے وہ برکات عطا فرمائیں کہ ملک اس کے گرد جمع ہو گیا اور گوشے گوشے سے لوگ آئے اور پھر ان برکات کو اتنی وسعت دی کہ وہ روئے زمین پر پھیلیں۔ یہ حادثہ یا اتفاق نہیں تھا۔ اللہ کریم پھر سے ایک جماعت پیدا کرنا چاہتے تھے جو پیدا فرما دی جس سے مراد احیائے اسلام کے لئے خدمت لینا تھی۔ اب ظاہر ہے اس میں مخلصین ہی رہیں گے جہاں رائی برابر فرق آئے گا اسے کاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ تراش خراش جب دو سے تین ساتھی ہوئے تب سے شروع ہوئی اور اب تک جاری ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ کسی کے جانے سے جماعت ختم نہیں ہوئی۔ ختم وہی ہو گا جو چھوڑ کر جائے گا۔

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

پرانے ساتھیوں کو بھی حضرت جی ؒ کی یہ بات یاد ہو گی اور مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے۔ میرے سامنے حضرت ؒ نے بارہا فرمایا کہ یہ جماعت نہ صرف یہ کہ اپنے عہد میں نفاذ اسلام کے لئے سرگرم عمل رہے گی بلکہ جو جہاد نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت ہو گا اس وقت تک بھی یہ لوگ جائیں گے اور اس جہاد میں بھی اویسیہ جماعت کے لوگ شامل ہوں گے۔ یہ بارہا حضرت ؒ نے فرمایا، پرانے ساتھیوں کو سب کو یاد ہو گا۔ حضرت ؒ کی شاید پرانی تقاریر میں بھی انشاء اللہ ضرور ہو گا اگر انہیں تلاش کیا جائے تو۔ تو جماعت تو ختم نہیں ہو گی۔ یہ میری محتاج نہیں ہے۔ یہ آپ کی محتاج نہیں ہے۔ خدانخواستہ میرے خلوص میں کمی آئے گی تو میں نہیں رہوں گا، جماعت رہے گی۔ کسی کے بھی خلوص میں کمی آئے گی تو وہ نہیں رہے گا، جماعت رہے گی۔ اور زندہ رہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنا جج بنے دوسروں کا جج نہ بنے ان کے معاملات رب پر چھوڑ دے۔ ہم دوسروں کے جج بنتے ہیں اپنے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جج نہیں بنتے۔ اپنا محاسبہ ہم نہیں کرتے کہ مجھ سے کہاں غلطی ہوئی یا کیا صحیح میں نے کیا۔ دوسرے کو دیکھتے رہتے ہیں کہ اس نے اس طرح کیوں کیا۔ یہ اس طرح کیوں اٹھا، اس طرح بیٹھا کیوں۔ اس کا حساب آپ نے تو نہیں کرنا نہ آپ نے دینا ہے۔ شاید اس کے پاس کوئی عذرِ شرعی ہو، شاید وہ بیمار ہو، وہ نہ اٹھ سکا ہو، شاید وہ اس طرح نہ کھڑا ہوسکتا ہو جس طرح آپ کھڑے ہیں، معذور ہو، آپ اس کو اس کے رب پر چھوڑیں آپ اپنا معاملہ تو درست کریں۔

ہے۔ یہ کسی جگہ کام آئیں گے۔ انشاء اللہ العزیز یہی وہ لوگ ہوں گے جن سے اللہ دین کی خدمت لے گا، احیائے دین کی خدمت لے گا، بندوں کی اصلاح کی خدمت لے گا۔ دنیا میں پھر سے نفرتوں کی جگہ محبتیں پھیلائیں گے۔ دنیا میں پھر سے عداوتوں کی جگہ الفتیں بانٹیں گے، نورِ محمد ﷺ تقسیم کریں گے۔

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

یہ پسے ہوئے اور مظلوم طبقے کی آواز عالم اس طرف بھی ہے۔ ہوگا انشاء اللہ وہی جو اللہ چاہتا ہے اس میں کوئی بڑی سے بڑی سلطنت، بڑی سے بڑی حکومت رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اپنے وقت پر ہوگا۔ ظلم نہیں عدل ہوگا، نفرت نہیں محبت ہوگی۔ انصاف ہوگا، پسے ہوئے طبقے کو ظلم سے نجات ملے گی۔ متکبرین کا تکبر ٹوٹے گا، مغرور سر جو جھکیں گے نہیں وہ کٹ جائیں گے اور یہ اپنے بندوں سے اللہ اپنا کام لے گا۔ خوش نصیبی یہ ہے کہ اس نے مجھے، آپ کو اس دامن سے وابستہ کر دیا ہے جسے 14 سو سال بعد اس سنتِ نبوت کو پھر سے زندہ کرنے کی صلاحیت بخشی۔

اب اس دامن سے وابستہ رہنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم رضائے الٰہی کے لئے وابستہ رہیں۔ اگر اس میں ہم خود پیر بننا شروع ہو جائیں، خود بڑا بننا شروع ہو جائیں......... میں نے کل مختار صاحب کو واپس بھیج دیا۔ بات صرف اتنی تھی کہ وہ باز نہیں آئے...... میرا جسم دبا دو......... میرے پاؤں دبا دو......... کیوں دبا دیں کیا یہ تمہارے ملازم ہیں۔ یہ اپنی اللہ اللہ کے لئے آئے ہیں۔ اپنی اللہ اللہ کریں گے۔ ہر کوئی اپنا کام کرتا ہے۔ اگر آپ کو تکلیف ہے آپ گھر تشریف لے جائیں۔ اگر آپ تھک جاتے ہیں، آپ کو درد ہوتا ہے تو آپ گھر تشریف لے جائیں۔ یہ کام تو کسی کا محتاج نہیں ہے کہ آپ نہیں ہوں گے تو کام نہیں ہوگا۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا، نظام دنیا کب سے چل رہا ہے، جب تک رب چاہے گا چلتا رہے گا، کتنے کتنے لوگ آئے اور چلے گئے۔ کوئی فرق پڑا اس

زندہ رہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنا جج بنے دوسروں کا جج نہ بنے ان کے معاملات رب پر چھوڑ دے۔ ہم دوسروں کے جج بنتے ہیں اپنے جج نہیں بنتے۔ اپنا محاسبہ ہم نہیں کرتے کہ مجھ سے کہاں غلطی ہوئی ہے۔

اپنے آپ کو تو جج کریں۔

تو میرے بھائی بڑی سادہ سی بات ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ جماعت رہے گی اور اسے کوئی چاہے بھی تو ختم نہیں کرسکتا اس لئے کہ یہ منشائے باری ہے اور چودہ صدیوں بعد اگر اللہ نے پھر وہ سنت زندہ کی ہے تاکہ ہر آنے والے کا قلب روشن ہو، تو یہ فضول نہیں ہے، اللہ کریم کے کام بے مقصد نہیں ہوتے۔ اس کا کوئی مقصد ہے جس کے لئے کچھ لوگوں کو منتخب فرمایا جا رہا

بنیں گے۔ اور دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کرنے کا سبب بنیں گے لیکن ان میں رکھے گا انہیں کو جن کے دل میں خلوص ہوگا۔ جہاں ذرا خلوص میں فرق آئے گا اسے نکال دیا جائے گا۔

آپ نے دیکھا سرکاری فوج میں کتنے قواعد و ضوابط ہوتے ہیں اور اچھی بھلی تربیت کر لینے کے بعد ایک بندے کو بھگا دیتے ہیں کہ نکل جا۔ اس لئے کہ وہ ان ضابطوں پر فٹ نہیں رہتا۔ اس کی جگہ اور لے لیتے ہیں۔ یہی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کی صحت پر۔ اسی طرح اللہ کے نظام جو ہیں وہ چلتے رہتے ہیں، یہ چلتا رہے گا۔ میں آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ خود کو کسی سے بڑا جاننا یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اپنی بڑائی میں گرفتار نہ ہوں۔ بڑائی صرف اللہ کے لئے ہے۔ اور جہاں میں کم از کم اپنے کام تو آپ کریں جو اپنا کام بھی نہیں کر سکتا وہ کیسا مجاہد ہے۔ یہ کون سا جہاد ہے کہ میں لیٹ جاؤں آپ میری ٹانگیں دبایئے، یہ کون سا جہاد ہے۔ آپ میرے لئے کھانا لایئے میں کھاؤں گا، آپ میرے لئے پانی لایئے میں پیوں گا۔ اخلاقاً یا احتراماً ایک حد تک تو ہے لیکن کسی دوسرے کو مستقل ملازم تصور کر لینا یہ صحیح نہیں ہے۔ حدود ہوتی ہیں احترام کی بھی، ادب کی بھی۔ ادب اچھی بات ہے، احترام بہت اچھی بات ہے۔ ہر اپنے سے بڑے کا احترام کیا جانا چاہئے لیکن بندے از خود کریں، حکماً نہ کروایا جائے۔ یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے، کیا ہوا ایک بزرگ آدمی ہے اس کی بھنویں بھی سفید ہیں، کسی نے اس کی ٹانگیں دبا دیں تو کیا ہوا۔ اور تو کچھ نہیں ہوا لیکن وہ ٹانگیں دبواتے دبواتے وہ حضرت اپنی برتری میں گرفتار ہو جائیں گے اور دوسروں کو اپنے سے برتر سمجھنا شروع کر دیں گے۔ اور جب یہ بات آئے گی تو ادھر لسٹ سے نام کاٹ دیا جائے گا۔ تو کیوں نہ اس کو بچایا جائے۔ کیا ہم اس بات پر خوش ہوں کہ ہمارے ساتھ اللہ اللہ کرنے والوں کو جماعت سے نکال دیا جائے، اس پر ہم راضی ہوں۔ جب ہم ایک ایک، ایسے ایسے بندے جو انتہائی بدکار ہیں ...... کئی دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ اے اللہ! تو بڑا بے نیاز ہے اور تو قبول فرماتا تو یہ تیری مہربانی ہے اگر تیرا کام نہ ہوتا تو اس بندے کو ہم شاید زندگی بھر دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے لیکن ایسے لوگوں کے پاس بھی انتہائی محبت سے اور یہ کہہ کر جانا پڑتا ہے کہ بھئی آپ کی مہربانی ہے بات تو سن لے۔ تو اگر ایسے لوگوں کے پاس ہم ان کی منت سماجت کرنے کی حد تک جاتے ہیں کہ وہ اللہ کے درد سے آشنا ہو جائے، اللہ کے ذکر سے آشنا ہو جائے، جماعت میں آ جائے تو جو لوگ پہلے سے جماعت میں ہیں اور اللہ اللہ کر رہے ہیں کیا ان کے جماعت میں سے نکلنے سے ہم خوش ہوں گے؟ کبھی نہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی ایک ساتھی کا جانا بھی ایسا ہے جیسے جگر کا کوئی ٹکڑا چلا گیا ہے۔ لیکن نہ آپ پکڑ کر رکھ سکتے ہیں نہ میں پکڑ کر رکھ سکتا ہوں، نہ حضرتؒ کسی کو پکڑ کر رکھ سکے کیونکہ معاملہ اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ہے۔ جہاں انانیت یا برائی آئے گی، جہاں "جاھدوا فینا" بدلے گا وہاں کوئی کیا کر لے گا۔

> جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اس بارگاہِ (ﷺ) میں دم سادھ کے آتے تھے تو وہاں بایزیدؒ کیا کریں گے۔ اور حضرت جنیدؒ کیا کریں گے۔

سو میرے بھائی! جہاں آپ محنت کرتے ہیں، مجاہدہ کرتے ہیں وہاں یہ خیال بھی رکھیں کہ :۔

منت نہ لیں کہ خدمت سلطانی می کنی
منت ز او بداں کہ خدمت گمذاشتد

احسان نہ جتاؤ کہ کیوں بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے۔ احسان بادشاہ کا ہے کہ تم سے خدمت لے رہا ہے۔ یہ اس کا کرم ہے کہ تم سے خدمت لے رہا ہے۔ اسے کیا ضرورت ہے تمہاری۔

بڑا ہونا اللہ کو زیب دیتا ہے بندہ کوئی بڑا نہیں ہے۔ ہمارے ہاں پیری مریدی نہیں ہے، استادی اور شاگردی ہے۔ اور ہم حضرتؒ کو ہمیشہ استاد ہی کہا کرتے تھے۔ پرانے ساتھی سارے جانتے ہیں کہ جب بھی حضرتؒ کی بات ہوتی تھی تو ہم یہ عرض کرتے تھے کہ استادوں نے یہ فرمایا، استادوں نے یہ حکم دیا۔ ہم استادوں سے ملنے جا رہے ہیں۔ استادوں کے پاس سے آ رہے ہیں۔ یہ طریقہ ہوتا تھا۔ اور یہی طریقہ آج بھی ہے۔ یہاں پیری مریدی یا وہ ہاتھ چومنا، گھٹنے چھونا اور اس طرح کی ساری باتیں خرافات ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ایک بندے کو اللہ نے توفیق دی وہ آپ کو سکھا رہا ہے، آپ اپنی پوری توجہ سے وہ حاصل کریں، اس پہ قائم رہیں، اسے بانٹیں، اللہ کے دوسرے بندوں تک پہنچائیں اور اللہ کرے ایک ایسی قوت بن جائے جو حق و انصاف کا ساتھ دے۔ جو ظلم کے خلاف صف آرا ہو، جو نفرتیں مٹا کر محبتیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

بانٹ سکے اور جو اللہ کی کائنات میں اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت ؒ کے آخری مرض میں......

اس کے دو تین دن بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ میں حضرت ؒ کے پاس اکیلا بیٹھا تھا اور ان دنوں بھی ایک ساتھی کا معاملہ اس طرح چل رہا تھا اور ساتھیوں کو بھی اس سے بڑا شکوہ تھا کہ یہ ایسا کرتا ہے، ویسا کرتا ہے، حضرت ؒ بھی اس سے ناراض تھے۔ اس وقت کوئی نہیں تھا، میں کمرے میں اکیلا تھا تو حضرت ؒ نے مجھے بلایا۔ فرمانے لگے تم جب سربراہ بن جاؤ گے میرے بعد تو اس شخص کو جماعت سے نکال نہ دینا۔ میں اسے نکال نہیں رہا ہوں حالانکہ اسے سخت سست کہہ رہے تھے، ناراض ہو رہے تھے، ساری جماعت اس سے خفا تھی لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اسے نکال نہیں رہا، اور ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تمہاری باری آئے تم اسے نکال دو۔ اسے نکالنا نہیں۔ تب سے لے کر اب تک میں نے کسی شخص کو، میں نے نہیں نکالا۔ اور میرا اللہ جانتا ہے میرا دل یہ چاہتا ہے کہ جب تک ہوں، کسی کو میں نہ نکالوں۔ اب

اگر کوئی خود جاتا ہے تو پھر اس کی اپنی مرضی۔ اللہ کسی کو دھکا دے دیتا ہے تو وہ تو بے نیاز ہے، اس کا دست قدرت تو میں نہیں روک سکتا۔ خود مشائخ کسی کو نکال دیتے ہیں تو ان کی اپنی مرضی۔ بہر حال میں نے وہ اصول، اس کا گواہ صرف اللہ ہے اور میرا شیخ جانتا ہے اور میں جانتا ہوں، میں نے اسے اپنی زندگی کا اصول بنا لیا ہے اور آج تک کسی ساتھی سے یہ نہیں کہا، کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی سے کہا ہو کہ فلاں کو میں نے جماعت سے نکال دیا۔ میں نہیں نکال سکتا۔ میں ہوتا کون ہوں۔ وہ بے نیاز ہے۔ میں تو اپنے لئے بھی اور سب کے لئے بھی ہمیشہ معافی طلب کیا کرتا ہوں بلکہ میں ایک اور دعا کیا کرتا ہوں کہ خدایا! جو جماعت میں رہ نہیں سکتا اسے ایمان پر موت دے دے لیکن اسے جماعت سے نہ نکالنا۔ یہ آج میں آپ سے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ میں تو اپنی دعاؤں میں یہ دعا بھی کیا کرتا ہوں کہ اسے اپنے بندوں سے خارج نہ کر، اسے اسی حال میں موت دے دے اگر وہ آگے نہیں چل سکتا، وہ اس کی اپنی

> جو اپنا کام بھی نہیں کر سکتا وہ کیسا مجاہد ہے، یہ کون سا جہاد ہے کہ آپ میری ٹانگیں دبایئے، آپ میرے لئے کھانا لایئے، آپ میرے لئے پانی لایئے۔

مرضی کہ وہ کیا کرتا ہے۔

لہٰذا اپنے حال پہ ہمیشہ نظر رکھئے اور کام کیجئے۔ اللہ کریم نے اس جماعت سے کام لینا ہے۔ اگر آپ نہیں کریں گے تو کسی اور کو توفیق دے دے گا۔ وہ نہیں کرے گا تو کسی اور کو توفیق دے دے گا۔ یہ وہ جماعت ہے انشاء اللہ جسے غزوۃ الہند بھی نصیب ہوگا اور یہ وہ جماعت ہے جو انشاء اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والے جہاد میں شریک ہوگی، یہ وہ جماعت ہے جس کے لوگ انشاء اللہ بلا حساب جنت میں جائیں گے اس غزوۃ الہند کے سبب بھی اور اس جہاد کے سبب بھی۔ اپنے آپ کو پوری دیانت کے ساتھ اس کے ساتھ رکھئے۔ جو ہو سکتا ہے وہ کیجئے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا جو کسی سے ہو نہیں سکتا اس کا وہ جوابدہ ہی نہیں ہے۔ ہر آدمی اس کام کا مکلف ہے جسے وہ کر سکتا ہے۔ خود کو دوسروں سے بڑا مت جانئے۔ جہاد کیجئے، جہاد کا مطلب ہوتا ہے اپنے سے بڑھ کر آگے برائی کو ختم کیا جائے اور اگر ہم اپنا کام بھی نہ کر سکیں تو جہاد کیسے کریں گے۔

اللہ کریم انشاء اللہ العزیز اس جماعت سے کام لے گا۔ یہ اتنا اہتمام مفت میں نہیں کیا گیا۔ اور یہ جو کانٹ چھانٹ ہوتی ہے یہ بھی مفت میں نہیں ہوتی۔ اگر ویسے ہی ہوتا تو اللہ کریم فرماتے رہنے دو ربط و یابس جو ہے وہ کیوں کھڑے کھڑے لوگوں کو رکھتا ہے اور ذرا جس میں کجی آئے اسے بھگا دیتا ہے۔ ہم تو نہیں کہتے اسے بھاگ جا، وہ خود ہی نہیں آتا۔ کتنے ایسے

www.naqshbandiaowaisiah.com

لوگ ہیں جنہوں نے ان دیواروں میں اینٹیں چنیں اپنے ہاتھوں سے اور سیمنٹ کا گارا اپنے سروں پر ڈھویا۔ اب انہیں یہاں ایک سجدہ نصیب نہیں ہے۔ کس نے روکا ہے انہیں؟ آپ نے منع کیا ہے؟ میں نے منع کیا ہے؟ کس نے منع کیا ہے کہ یہاں نہ آؤ؟ کسی نے نہیں روکا۔ پتہ نہیں کیا بات آئی ان کے دل میں اس نے خود توفیق سلب کر لی ہم کیا کریں۔ ہم نے تو نہیں روکا، ہم نے تو منع نہیں کیا۔ آج آ جائیں کوئی منع نہیں کرتا۔ اب تشریف لے آئیں ہم تو نہیں روکتے۔ آئیں، بیٹھیں، اللہ اللہ کریں۔ لیکن آتے ہیں، کیوں نہیں آتے؟ یہ نہیں بات کہ وہ آتے نہیں.........وہ آنے نہیں دیتا۔

میں نے ایک بزرگ کا قول پڑھا تھا

بے نمازوں کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ خوش ہوتے ہیں کہ ہم نماز نہیں پڑھتے، یہ بے وقوف یہ نہیں سمجھتے کہ وہ تمہیں سر جھکانے دیتا ہی نہیں ہے، اسے پسند ہی نہیں ہے کہ تمہارا سر اس کے دروازے پر جھکے۔ ایک بزرگ کا قول تھا کہ جو لوگ نماز ادا نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اکڑے ہوئے ہیں ہم نہیں کرتے۔ تو بات اکڑنے کی نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ اسے قبول نہیں ہے کہ تمہاری پیشانی اس کے دروازے پر، اس کی چوکھٹ پر ہو۔ جب وہ قبول کرے گا تب پڑھ سکو گے۔

مجھے تو دکھ ہوتا ہے کہ کتنے ایسے لوگ بیچارے جنہوں نے اینٹیں ڈھوئیں، گارے لگائے، محنتیں کیں، ہمارے ساتھ گارے اٹھا اٹھا کر چھتیں ڈالتے رہے کہاں گئے وہ.........؟ یہیں دھکے کھاتے پھرتے ہیں، انہی شہروں میں پھرتے ہیں، اسی بھیڑ میں گم ہو گئے اور عجیب بات ہے کہ اب انہیں یہاں ایک سجدہ کرنے کی توفیق نہیں ہے۔

وہ پنجابی شاعر نے کہا تھا کہ :۔

قدم قدم تے میں سجدے دیواں جتھے بکریاں یار چرایاں

یہ تو عشق و محبت کا معاملہ ہوتا ہے۔

جہاں تمہارے شیخ نے اتنا عرصہ بسر کیا، اتنے لوگ تیار کئے، امامت کی، ذکر کرائے، رہے، ٹھہرے، وہ جگہیں دیکھنے کو بھی تمہارا دل نہیں چاہتا۔ جہاں حضرت کی معیت میں نمازیں پڑھیں وہاں سجدہ کرنے کو دل نہیں کرتا۔ وہ دل پھیر لیتا ہے، نہیں کرتا۔ اپنی بڑائی جہاں آ گئی، اپنی غرض جہاں آ گئی، اپنا مطلب جہاں آ گیا وہاں سے وہ تراش خراش دیتا ہے۔ مالی تو تراش خراش کرتا رہتا ہے۔ جو ڈالی (ٹہنی) سمجھتا ہے کہ درخت کے لئے مضر ہے اسے کاٹ دیتا ہے۔ کاٹنا مفت میں نہیں ہے۔ اس کا کام تو اسے پالنا، پانی دینا، پھلتا پھولتا دیکھنا ہے لیکن بعض ڈالیاں درخت کے لئے، اصل کے لئے عذاب ہو جاتی ہیں، مصیبت بن جاتی ہیں۔ اس کے پاس بھی قینچی ہوتی ہے وہ کاٹتا چلا جاتا ہے۔

> حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ چڑیا کا جو بچہ گھونسلے سے گر جائے اسے آپ ہزار بار زمین سے اٹھا کر گھونسلے میں رکھیں وہ پھر گر جاتا ہے۔ طلب الٰہی کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ گھونسلے سے جو گر جائے وہ گر گیا اسے پکڑ پکڑ کر وہاں رکھتے رہو وہ بار بار گرتا رہے گا۔

یہی حال عالم کا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ جو غیر ضروری ہوتا ہے اللہ اسے ہٹا دیتا ہے، ان چیزوں کو دنیا میں باقی رکھتا ہے جو ضروری ہوتی ہیں۔ جن لوگوں سے کوئی کام لینا چاہتا ہے ان میں بھی وغیرہ وغیرہ نہیں رکھتا۔ وہ بھی کھرے، خالص دیکھ کر رکھتا ہے اور جب اس طرح کے کھرے لوگوں کو اکٹھا کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کوئی اس کا نتیجہ بھی ہوگا انشاء اللہ۔

وہ جس طرح ہجرت کا اصول حضور ﷺ نے کہ جو اللہ کے لئے گھر سے نکل پڑا۔ خواہ نکلتے ہی موت آ گئی پھر بھی اس کا ہجرت کا ثواب ہے۔ جو جہاد کے لئے نکل پڑا، راستے میں موت آ گئی اس کا جہاد کا ثواب ہے۔ اب جو اس ارادے سے اللہ اللہ کر رہا ہے کہ وہ ظلم کے خلاف اور عدل کے حق میں نفرتوں کے خلاف اور محبتوں کے حق میں اللہ کی راہ میں کام آئے وہ موقع اسے ملے یا پہلے موت آ جائے وہ تو اس اجر کا مستحق ہو گیا۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے دل کے حال پر نظر رکھیں اور اس میں خلوص کی نعمت کو قائم رکھیں۔ اللہ کریم ہم سب کی خطائیں معاف فرمائے، ہمیں خلوص و خلوصِ نیت، خلوصِ قلب اور للّٰہیت اور اپنی طلب عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

یقین کامل کی کمی کے نتائج

اختلاف رائے صحابہ کرام میں بھی تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رحمت قرار دیا۔ وہ اختلاف اس طرح سے تھا کہ ایک حکم ہے اس کے اصول میں تو اختلاف کی گنجائش نہیں اور آگے اس کی تعبیریں ہیں۔ ہر آدمی کا اپنا ذہن، اپنی علمی استعداد، اپنی عقلی استعداد ہے، اب ایک آدمی کی نظر اس کے ایک پہلو پر گئی، دوسرے کی دوسرے پہلو پہ گئی، تیسرے کی تیسرے پہلو پر گئی تو انہوں اپنے اپنے شعور کے مطابق اس کی تعبیر کی جن کو نبی اکرم ﷺ نے پسند فرمایا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع.... دارالعرفان
منارہ، 02-08-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُم وَمَا یُعْلِنُوْنَ o وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ o اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ o وَاِنَّہٗ لَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ o اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَھُمْ بِحُکْمِہٖ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ o فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ o

سورۃ نمل کی یہ آیات مبارکہ خود ساختہ عقائد اور خود ساختہ حکایات کی بات کرتی ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو عقائد و نظریات یا قصے اور حکایات گھڑی جاتی ہیں انہیں گھڑنے اور بنانے والوں کا ان کے پیچھے ان کا کوئی اپنا مقصد ہوتا ہے۔ جتنے فرقے باطلہ بنتے ہیں، جتنے مذاہب باطلہ ہیں، جن لوگوں نے ایجاد کئے یا بنائے ان کا اپنا ایک خاص مقصد ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کی سرداری چاہتے ہیں یا سرمایہ چاہتے ہیں یا لوگوں میں اپنی بڑائی یا عزت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ o جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ تو اللہ جانتا ہی ہے لیکن جو کچھ اس کے پیچھے ان کے دل کے اندر چھپا ہوتا ہے، اللہ کریم اسے بھی جانتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل حق کو اس بات سے کام رکھنا چاہئے کہ وہ حق کی اشاعت کرے۔ اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہئے کہ باطل اس طرح سے پھیل رہا ہے، باطل یہ کر رہا ہے یا وہ کر رہا ہے۔ اہل باطل اگر اپنا کام کر رہے ہیں تو ہم ان کا ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں۔ ہمیں شکوہ ہوتا ہے کہ فلاں یہ کر رہا ہے، فلاں وہ کر رہا ہے لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

اب آپ سارا دن بحثیں سنتے ہوں گے کہیں دو بندے اکٹھے ہوتے ہیں تو کوئی اسرائیل کی کہانی لے بیٹھتا ہے، کوئی امریکہ کی کہانی لے بیٹھتا ہے، کوئی حکومت کے خلاف بات کرتا ہے۔ ہم صرف باتیں کرتے ہیں لیکن وہ جو کچھ کر رہے ہیں عملاً کر رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر اگر بے حیائی آ رہی ہے تو آ رہی ہے۔ اخباروں میں، رسالوں میں اگر فحش تصاویر چھپتی ہیں، فحش کہانیاں چھپتی ہیں تو چھپ رہی ہیں، ہمارے ان باتوں کے دہرانے سے تو وہ نہیں رکیں گے۔ لیکن جس تیزی سے برائی کی اشاعت ہو رہی ہے حق تو یہ کہ اس سے زیادہ تیزی سے نیکی کی اشاعت کی جائے۔ کرنے کا کام تو یہ ہے کہ جس سرعت اور جس تیزی سے برائی پھیلائی جا رہی ہے اس سے زیادہ تیزی سے نیکی پھیلانے کا کام کیا جائے۔ تو جب نیک لوگوں کی ایک قوت بنے گی تو وہ قوت برائی کے سامنے بند باندھ سکے گی۔ اگر ہم انہی کی حکایات دہراتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنے وقت کو ضائع کر رہے ہیں۔ جو کچھ کرنا چاہئے تھا وہ تو کر نہیں رہے۔ لہٰذا یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کریم ان کی وہ باتیں بھی جانتا ہے جو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھی ہیں اور جو ظاہر باتیں ہیں وہ تو وہ جانتا ہی ہے۔ وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ ارض و سما کی سب چھوٹی بڑی باتیں۔ خواہ وہ کوئی پوشیدہ ترین کیوں نہ ہو اس کی بارگاہ میں وہ بھی اتنی عیاں ہے کہ اس نے وہ ساری لوح محفوظ میں لکھ رکھی ہیں۔ علم الٰہی تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

ناپیدا کنار ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے نہ اس کی ذات کی کوئی حد ہے نہ اس کی صفات کی کوئی حد ہے، علم اس کی صفت ہے۔ اور اس کا علم حضوری ہے اس میں ماضی اور مستقبل نہیں ہے۔ ہر چیز ہمہ وقت اس کے روبرو دست بستہ حاضر ہے۔ لیکن یہ باتیں جنہیں اہل باطل یا کفار اپنی بڑی چابکدستی یا فنکاری سمجھتے ہیں، یہ انہیں فریب دیا ہوا ہے شیطان نے ورنہ زمانے میں جو کچھ ہوتا ہے، آسمانوں میں جو کچھ ہو رہا ہے، زمینوں میں جو کچھ ہو رہا ہے، فضا میں جو کچھ ہو رہا ہے جس میں جتنی بڑی پوشیدہ اور خفیہ باتیں بھی ہیں جنہیں ٹاپ سیکرٹ کہتے ہیں، وہ ساری بھی کہ کیا ہوگا، کیا نہیں ہوگا، کب کون کیا کر رہا ہے یہ سب تو ایک حصہ ہے جو لوح محفوظ میں بھی لکھا ہوا ہے۔

اور یہ قرآن جو ہے۔ انّ ھٰذا القرآن یقصّ علیٰ بنی اسرائیل اکثر الّذی ھم فیہ یختلفون ۔۔۔ کیونکہ سب سے بڑے مذہب کے مدعی اسرائیل ہی تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت تو فرمایا کہ انہوں نے جو جو قصے گھڑے ہیں اس میں خود ان میں بھی اختلافات ہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ سارے بنی اسرائیل اس پر متحد ہیں، ان میں بھی گروہ بندیاں بن گئی ہیں۔ ایک گروہ ایک انداز سے ایک قصہ بیان کرتا ہے دوسرا مختلف انداز سے اس قصہ کو بیان کرتا ہے جب کہ قرآن حکیم نے ان سب باتوں میں جو حق تھا وہ انہیں بتا دیا کہ اصل بات یہ ہے۔ اور یقیناً قرآن ہدایت ہے اور اللہ کی رحمت ہے اس کا ایک ایک لفظ اللہ کریم کی رحمت ہے، اس کا ایک ایک حرف ہدایت ہے لیکن "للمؤمنین" ان کیلئے جنہیں نور ایمان نصیب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم سے ہدایت پانے کیلئے دل میں ایمان کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے ایک واضح سڑک ہوتی ہے، کھلا راستہ ہوتا ہے لیکن اس پر چلنے کیلئے آنکھوں کی ضرورت تو ہے۔ اگر آنکھیں ہی نہیں ہوں گی تو راستہ کیا راہنمائی کرے گا۔ دل میں نور ایمان ہو تو قرآن کریم کا ایک ایک حرف ہدایت بھی اور رحمت باری تعالیٰ بھی ہے۔ انّ ربّک یقضی بینھم بحکمہٖ وھو العزیز العلیم ۝ یقیناً آپ کا پروردگار ان کے درمیان حق کا فیصلہ کردے گا۔

دنیا کے کسی ملک، کسی کونے میں چلے جائیں مسلمان ملے گا، اسلام نہیں ملے گا۔

وقت آرہا ہے۔ ہر ایک کو اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ ہر ایک کو اپنے عمل کا حساب دینا ہے اور وہاں بالکل سچا سچا فیصلہ ہو جائے گا اس لئے کہ وہ غالب ہے جو فیصلہ چاہے کرے اور اسے نافذ کرے اس میں اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور پھر وہ خود سب جانتا ہے۔ اسے کوئی غلط گواہی نہیں دے سکتا، کوئی جھوٹی شکایت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود ذاتی طور پر اپنے علم ذاتی سے سب کچھ جانتا ہے۔

ہاں! آپ کے کرنے کا کام یہ ہے۔ فتوکّل علی اللہ۔ اللہ پر بھروسہ کیجئے، اپنا کام پوری توجہ سے کیجئے اس لئے کہ انّک علی الحقّ المبین ۝ کہ آپ واضح اور صاف حق پر ہیں۔ اصل یہ نقطہ تھا جس کیلئے میں نے یہ ساری آیت تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ کہ کام کرنے کیلئے سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ بندے کو خود یقین کامل ہو کہ میں جہاں کھڑا ہوں، میں حق پر ہوں۔ اگر اپنے یقین میں معمولی سا تزلزل بھی ہو، اسے قرآن کریم نے "ریب" کہا ہے۔ "لاریب فیہ" معمولی سی خلش بھی نہیں ہونی چاہئے۔ جب تک یہ یقین کامل نہ ہو۔ فتوکّل علی اللہ۔ اللہ پر بھروسہ کیجئے، اپنا کام کیجئے۔ اس لئے کہ انّک علی الحقّ المبین ۝ اس لئے کہ یقیناً آپ واضح اور ظاہر حق پر ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی یقین اور یہی حق صحابہ کرام میں تقسیم فرمایا ہے کہ اور کسی صحابی کو رائی برابر شک نہیں تھا کہ ہم حق پر نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا، خدانخواستہ تو اسلام ایک صحرا سے اور خانہ بدوشوں سے اٹھ کر روئے زمین پر نہ پھیلتا۔ آج مسلمان روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے، اسلام کہیں نہیں ملتا۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمان مٹھی بھر تھے مدینہ منورہ ایک چھوٹا سا گاؤں اسلامی ریاست بنا اور اس وقت بھی بڑی بڑی طاقتیں، قیصر و کسریٰ جیسی طاقتیں جو صدیوں سے سریرائے مسند اقتدار تھیں اور جن کے پاس افواج، طاقت اور دولت کی کوئی کمی نہ تھی، انبار تھے سونے چاندی اور جواہرات کے لاکھوں لشکر موجود تھے اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

صدیوں سے سلطنتیں چلی آ رہی تھیں، فردِ واحد کی حکومت ہوتی تھی، جو وہ کہہ دیتا وہی قانون ہوتا تھا۔ اب ان کے مقابلے میں ایک صحرا سے مٹھی بھر جاں فروشوں کے ساتھ اٹھنا اور باطل کی بڑی بڑی طاغوتی طاقتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جانا اور حق کو زمین پر رائج کر دینا اور اللہ کی مخلوق کو اللہ سے آشنا کر دینا، یہ ایک اتنا بڑا معجزہ ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ عقل میں ہی نہیں آ سکتا۔ لیکن اس کے پیچھے وجہ کیا تھی۔ وجہ وہ یقین تھا جو صحابہ کرام کو محمد رسول ﷺ سے نصیب ہوا۔

اسلام ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھا، اس یقین محکم نے وہاں سے اٹھایا اور روئے زمین پر پھیلا دیا۔ آج مسلمان روئے زمین پر ہیں۔ دنیا کے کسی ملک، کسی کونے میں چلے جائیں مسلمان ملے گا، اسلام نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج ہم اس نورِ ایمان سے خالی ہو چکے ہیں۔ آج آپ کو بہت کم لوگ ملیں گے جنہیں یہ اعتماد ہو کہ میں حق پر ہوں۔ خود اسلام کے نام پر بیسیوں اسلام بن گئے ہیں اور ایک عبادت میں ہزاروں اختلاف پیدا ہو گئے ہیں

یہاں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ میرے خیال میں اہل سنت مسلک کے لوگ تین مختلف اوقات میں افطاری کرتے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک لاؤڈ سپیکر پہ اعلان ہوتا ہے روزہ افطار ہو گیا اس کے تین منٹ، چار منٹ بعد دوسرے لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوتا ہے کہ جی اب روزہ افطار کر لیجئے کچھ لوگ اس کے ساتھ افطار کرتے ہیں پھر تیسرے سپیکر پر ہوتا ہے کہ اب افطار کرو۔ یہ پچھلوں کے ساتھ افطار کرتے ہیں پھر بعد میں شیعہ حضرات آ جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ افطاری کے وقت پر بھی جتنی گاؤں میں مسجدیں ہیں اتنے اوقات ہیں، ہر کوئی چاہتا ہے کہ جو وقت میں کہوں وہی ٹھیک ہے۔

اب بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ چلو شیعہ سنی کا اختلاف تو تھا، اہل سنت کو کیا ہو گیا۔ کسی کو اعتماد نہیں، کسی کو کسی پر یقین نہیں۔ ہر کوئی اپنی

اسلام کے نام پر بیسیوں اسلام بن گئے ہیں اور ایک عبادت میں ہزاروں اختلاف پیدا ہو گئے ہیں۔

رائے پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ یہ اعتماد نہیں کہ اللہ کا، اللہ کے نبی کا شریعت کا حکم کیا ہے اور اس پر میں جم جاؤں۔

اس سے سمجھئے کہ اختلاف رائے صحابہ کرام میں بھی تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رحمت قرار دیا۔ وہ اختلاف اس طرح سے تھا کہ ایک حکم ہے اس کے اصول میں تو اختلاف کی گنجائش نہیں اور آگے اس کی تعبیریں ہیں۔ ہر آدمی کا اپنا ذہن، اپنی علمی استعداد، اپنی عقلی استعداد ہے۔ اب ایک آدمی کی نظر اس کے ایک پہلو پر گئی، دوسرے کی دوسرے پہلو پر گئی، تیسرے کی تیسرے پہلو پر گئی تو انہوں نے اپنے شعور کے مطابق اس کی تعبیر کی جن سب کو نبی اکرم ﷺ نے پسند فرمایا اور اسے خصوصیات صحابہ کوئی نہیں کہتا یعنی صحابہ میں جھگڑے کوئی نہیں کہتا بلکہ مشاجرات صحابہ کہتے ہیں۔ مشاجرہ، شجر سے مشتق ہے۔ جس طرح درخت کی ٹہنیاں کثرت سے ہو جائیں تو سایہ بھی گھنا ہو جاتا ہے اور پھل بھی اس پر زیادہ آتا ہے۔ مشاجرہ کہتے ہیں جس طرح شجر کی، درخت کی ٹہنیاں آپس میں الجھ جاتی ہیں اتنی زیادہ ہو جاتی ہیں کہ ایک دوسرے میں الجھ جاتی ہیں تو جتنی زیادہ شاخیں نکلتی ہیں اتنا سایہ بھی گھنا ہوتا ہے اتنا پھل بھی زیادہ آتا ہے یعنی کسی کو نیچا دکھانے کے لئے نہیں، اپنی رائے مسلط کرنے کیلئے نہیں بلکہ یقین کے ساتھ، صدق دل کے ساتھ جو مفہوم سمجھا اس پر عمل کیا۔ مثلاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنگ سے واپس تشریف لائے تو خود مبارک اتارا تھا، ابھی آپ نے زرہ مبارک اتاری نہیں تھی، مشرکین بھاگ گئے، چلو پھر کے نبی اکرم ﷺ نے سر اقدس پر ڈالا، دوسرا چلو ڈال رہے تھے، تیسرا ابھی نہیں ڈالا تھا کہ جبرئیل امین حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ کریم فرماتے ہیں کہ وردی نہ اتاریئے زرہ نہ اتاریئے، خود نہ اتاریئے۔ فوراً تیار ہوں اور آپ فوراً یہود پر پہنچیں جنہوں نے بد عہدی کی آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ عصر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھی جائے۔ وہی لشکر جو 40,35,32 دنوں کا تھکا ماندا خندق سے واپس

www.naqshbandiaowaisiah.com

آیا تھا، وہی اسی طرح روانہ ہو گیا۔ اب الفاظ یہ تھے حکم کے کہ عصر کی نماز بنو حذیفہ پہنچ کر پڑھیں لیکن عصر کا وقت تو قریب تھا تو نصف راہ پہنچے ہوں گے تو لوگوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اول وقت کی نماز کو پسند فرماتے ہیں، نماز کو موخر کرنا حضور پسند نہیں فرماتے تھے تو آپ کا یہ فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ وہاں جلدی جلدی پہنچا جائے نہ یہ کہ نماز مؤخر کر لی جائے لہٰذا نماز تو وہاں پہنچ کر بھی ادا کرنی ہے تو کیوں نہ یہاں اول وقت میں ادا کر لی جائے۔ کچھ نے کہا کہ نہیں سادے سے الفاظ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ عصر وہاں پہنچ کر پڑھو۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ ہم وہاں پہنچ کر ہی پڑھیں گے خواہ وہ مؤخر ہی ہو جائے یا اول وقت رہ جائے، پڑھیں گے وہیں پہنچ کر۔ وہ لوگ چلتے رہے، کچھ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ لوگ بھی پہنچ گئے۔ اتنے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لے آئے، عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ بات ہوئی کہ کچھ نے نماز وہاں پڑھ لی، کچھ نے یہاں آ کر پڑھ لی۔ آپ ﷺ مسکرا کر خاموش ہو گئے یعنی دونوں پہلو ایک بات کے تھے جن پر خلوص سے عمل کیا گیا۔ آپ نے دونوں میں سے کسی کو منع نہیں فرمایا۔ یہ اختلاف جو ہے، یہ قابل برداشت ہے لیکن جب احکام فقہی میں ہم تمام اہل سنت جو اس خطے میں کم از کم سب نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے احکام کو اختیار کیا۔ تو اب اس کے بعد پھر ان کے درمیان اختلاف کیسا؟ یعنی یہ اختلاف تو تھا تعبیر وتشریح کا یہی اختلاف ہے آئمہ اربعہ میں۔

اصول ایک ہیں اور تعبیریں مختلف ہیں۔

مثلاً ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر پر ہاتھ اٹھانے کا جو حکم ہے وہ پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھانے سے مکمل ہو گیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ جب بھی اللہ اکبر کہو، ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ حکم ہے کہ تکبیر پر ہاتھ اٹھاؤ۔ اب تکبیر پر ہاتھ اٹھانے میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ اگر اختلاف ہے تو تعبیر وتشریح میں ہے کہ پہلی تکبیر پر ہی اٹھانا کافی ہے یا ہر تکبیر پر

تمام آئمہ کی آراء حق ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مفہوم کے زیادہ قریب جو رائے ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کی ہے۔

اٹھائے جائیں۔ دونوں میں سے جو تعبیر اختیار کی گئی دونوں حق ہیں کیونکہ اصول دونوں میں ایک ہے۔ ہم اگر کسی فقہ پر عمل کرتے ہیں تو اس لئے نہیں کرتے کہ یہ حق ہے اور دوسری باطل ہے۔ معاذ اللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ایسا ہر گز نہیں۔ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ فقہا میں ترجیح ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زیادہ بہتر امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے ورنہ جو امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں وہ بھی حق ہے۔ تمام آئمہ کی آراء حق ہیں اور ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ترجیح یا زیادہ بہتر یا مفہوم کے قریب جو رائے ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کی ہے۔ یہی جو دوسرے آئمہ کے پیرو ہیں وہ سمجھتے کہ تمام آئمہ حق ہیں، بات سب کی حق ہے اور پھر تقلید تو ہوتی ہی فقہ میں ہے۔ عقائد میں تو تقلید نہیں ہوتی، ہر فرد کا اپنا ایمان اور اپنا عقیدہ ہے۔ تو اب جب فقہ میں تو ہم نے تقلید اختیار کی اس کے بعد اختلاف کی کون سی گنجائش باقی رہ گئی۔ یعنی کل ملک میں، پورے پاکستان میں تو حنفی ہی نظر آتے ہیں، ہندوستان میں سارے حنفی نظر آتے ہیں تو پھر ان ایک فقہ والوں میں۔۔۔۔ دیو بند میں وہی کتابیں ہیں جو بریلی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ جو دیو بند میں کتابیں پڑھائی جاتی ہیں حدیث کی تفسیر کی، منطق کی، فقہ کی وہی کتابیں بریلی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ دیو بندی بریلویوں کو کافر کہتے ہیں۔

پہلے بات یہاں تک تھی اب بریلویوں میں بھی پچاس طبقے بن گئے ہیں جو ایک دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے اور دیو بندیوں میں بھی بیسیوں بن گئے جو ایک دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ یہ سب کیا ہے؟ کیا یہ وہی حال نہیں ہے جو بنی اسرائیل کا تھا۔ ان سب اختلافات کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ہم میں یقین کی کمی آ گئی ہے۔ اس بات پر کھڑا رہنا کہ ہم حق پر ہیں، ہمارے لئے ممکن نہیں رہا۔ جب یہ کمی آئی تو ہم ٹوٹی ہوئی پتنگ ہو گئے کہ ادھر سے ہوا کا جھونکا آیا اور وہ ادھر لے گیا جسے دس بندے مل گئے ایک گروپ کے وہ ان میں شامل ہو گیا، کسی کو دوسرے گروپ کے مل گئے وہ ان میں شامل ہو گیا، کسی کو تیسرے خیال کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

لوگوں کی محفل ملی وہ ان میں شامل ہو گیا۔

میرا ایک دوست تھا، بیچارہ فوت ہو گیا، اہل تشیع میں سے تھا اور بڑے اہتمام سے ہر سال مجلس کراتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ بھئی معاملات دنیا میں تو ہماری بڑی دوستی چل رہی ہے، کاروبار میں بھی، لین دین بھی ہوتا ہے لیکن تم کبھی ہماری مجلس سننے نہیں آئے حالانکہ سارے لوگ آتے اور اہل سنت بھی آتے ہیں بلکہ اکثریت تو اہل سنت کی ہوتی ہے۔۔۔ یہ تماشا بڑا ہے یہاں۔ ہمارے ہاں اکثریت اہل سنت کی ہے اور اہل تشیع کم ہیں لیکن ان کے جلسوں کی زینت اہل سنت ہیں۔ میں نے کہا دیکھو بھئی یہ جو وعظ و نصیحت ہوتی ہے یا بیان ہوتا ہے یا جسے آپ مجلس کہتے ہیں ہم وعظ کہتے ہیں یہ ہوتا ہے ''حق'' جاننے کیلئے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں، الحمدللہ کہ مجھے مسئلہ پر کوئی شبہ نہیں ہے کہ جسے میں تمہارے علماء کے پاس سیکھنے جاؤں۔ میں جہاں کھڑا ہوں، مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ میں پورے یقین کے ساتھ کھڑا ہوں اور مجھے کوئی رائی برابر اس میں وسواس نہیں ہے کہ میں تمہارے علماء سے سیکھنے جاؤں۔ اس لئے میرا جانا بے کار ہے۔ دوسرا جانے کا فائدہ یہ ہو سکتا تھا کہ شاید تمہاری اصلاح ہو جائے۔ اگر مجھے یہ امید ہوتی تو بھی میں آتا تمہاری مجلس میں۔ میں تمہیں جانتا ہوں، تمہیں سمجھتا ہوں کہ تم بھی ناقابل اصلاح ہو۔ اور اس کے اپنے یہ الفاظ تھے کہ تمہاری دونوں باتیں صحیح ہیں۔ میں اگر ''سکھ'' بھی ہو گیا ہوں تو میں تو اسی پر مروں گا، میں واپس آنے والا نہیں ہوں۔ یہ اس کے اپنے الفاظ تھے۔ میں نے کہا میری رائے بھی تمہارے بارے یہی ہے تو پھر میرے جانے کا کیا فائدہ۔ اس کے بیس پچیس سال بعد وہ مرا، اسی مذہب پر اسی بات پر وہ مرا لیکن پھر اس نے مجھے کبھی نہیں کہا کہ تم کیوں نہیں آئے۔

دو فائدے ہیں نا جانے کے۔ یا تو اگلے میں کچھ تبدیلی کی امید ہو۔۔۔ یہی علماء فرماتے ہیں، یہ جو ہم روزگار کیلئے بھاگتے ہیں ناں کافر ملکوں میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے بلکہ روزی کیلئے کفار میں جانا جہاں دین خطرے میں پڑے حرام ہے اور جہاں دین خطرے میں پڑے اور محض دنیا ملتی ہو وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم ہے، وہاں سے نکل جانے کا حکم ہے چونکہ دین بہرحال بچانا چاہئے، رزق مقدر ہے جہاں ہو گے وہاں مل جائے گا۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ جب موت کے قریب فرشتے بات کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس کی نظر ٹک گئی ہے، مرض الموت میں گرفتار ہے۔۔۔ نظر تو ٹک جاتی ہے کہ جس سے بات کر رہے ہیں نظر تو اس کی طرف ہوگی۔ وہ متوجہ ادھر ہو جاتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں ''فِيمَ كُنتُمْ'' کیا کرتے رہے تم دنیا میں۔ اتنی اللہ نے عمر دی، محمد رسول اللہ کو مبعوث فرمایا، اپنا کلام بھیجا، تم کیا جھک مارتے رہے۔ تو مرنے والا کہتا ہے ''قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ'' وہ کہے گا کہ میں جہاں تھا وہاں ہماری تو کوئی حیثیت نہیں تھی، ہم تو مزدور لوگ تھے۔ وہاں کا جتنا طبقہ امراء تھا! جو لوگ صاحب اختیار تھے، جن کی حکومت تھی وہ سارا باطل تھا اور ہماری کوئی حیثیت نہیں تھی، ہم اس میں پستے رہے، حرام کھاتے رہے، جھوٹ بولتے رہے، برائی کرتے رہے، ہمارا اختیار اس پہ کیا تھا۔ فرمایا! قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی۔ تو جہاں کفر کا غلبہ تھا وہاں سے ہجرت کیوں نہیں کی۔ وہاں چلے جاتے جہاں نیکی کی توفیق ہوتی۔ آج تو ساری دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو تو کل کفر کا کونہ نہیں چھوڑ سکتے تھے؟ وہاں چلے جاتے جہاں تمہیں اللہ کا دین نصیب ہوتا۔

ہمارا عالم یہ ہے کہ خدانخواستہ اگر امریکہ، سارا پاکستان صرف ویزے پر خریدنا چاہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ خرید سکتا ہے۔ امریکہ کہہ دے ناں کہ جو بھی اپنا گھر اور اپنے نام زمین اور جائیداد جو ہے وہ لکھ کر دے دے ہم اسے امریکہ کی شہریت دیں گے تو شاید بڑے ہی کم ایسے خوش نصیب ہوں جو رہ جائیں ورنہ سب لوگ چلے جائیں۔ یہ عالم ہمارے یقین کا ہے۔۔۔ کیوں ہم اس طرح بکتے ہیں؟ کیوں ہم اس دوزخ میں جاتے ہیں؟ کیوں ہم بھاگ بھاگ کر تڑپ تڑپ کر جاتے ہیں صرف اس لئے کہ ہمیں یہ یقین نہیں ہے کہ وہ باطل ہے اور ہم حق پر ہیں۔۔۔ چلو جو بھی ہے چلو دیکھا جائے گا۔ اب کس کو خبر ہے کہ کیا ہے۔ صرف یہ ایک جملہ کہنا کہ کس کو خبر ہے، آخر کو کس نے دیکھا ہے، جب جائیں گے پتہ چلے گا''، آدمی کے کافر ہونے کیلئے کافی ہے۔

تو دین کی اساس یقین پر ہے۔ یقین

www.naqshbandiaowaisiah.com

دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ یقین اور ایمان قلب کی گہرائیوں میں ہوتا ہے اب تو زمانے نے بہت سی چیزیں بدل ڈالیں، افکار بدل گئے سوچ کے انداز بدل گئے، رشتوں کے انداز بدل گئے۔ ربع صدی الحمدللہ حضرت شیخ کی جوتیوں میں رہنا نصیب ہوا۔ پچیس برسوں میں کسی شخص نے میرے ساتھ یہ بات نہیں کی کہ یہ جو مولوی صاحب ذکر اذکار کراتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں۔ کسی ایک فرد نے گھر کے یا باہر کے کسی فرد نے نہ اعتراض میرے سامنے کیا ہے نہ مجھ پر یہ سوال کیا ہے۔۔۔ کیوں؟ آج تو روز خط آتے ہیں کہ ابا جی نہیں مانتے، امی جی نہیں مانتیں، بیوی ذکر نہیں کرنے دیتی۔ بیوی کا خط آتا ہے کہ میاں نہیں کرنے دیتا۔ ہمیں کیوں نہیں روکتے تھے؟ بیویاں بھی تھیں، والدین بھی تھے، بھائی بہن بھی تھے اور سارا خاندان ایسا ہے جو ابھی تک بھی ذکر نہیں کرتا۔۔۔ اگر اپنا اندر ہی یقین سے خالی ہو، اپنے اندر ہی شکوک و شبہات ہوں، اپنے اندر ہی کمزوریاں ہوں تو پھر معترض بھی مل جاتے ہیں اور سوال کرنے والے بھی مل جاتے ہیں۔ تو یہ ساری بے کار کی کاوش ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ہر ایک نے حساب دینا ہے۔ اہل حق۔۔۔ یہاں ایک ساتھی نے ایک کتاب لکھی اس میں سوالات تھے اہل تشیع کے اعتراضات کی شکل میں۔ اس میں انہوں نے بائیس نمبر سوال لکھ کر آگے اس کا جواب لکھا۔ انہوں نے مجھے وہ کتاب دی چھوٹا سا کتابچہ تھا کہ آپ دیکھیں۔ میں نے وہ کتاب پڑھی ساری۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ کتاب نہ چھپائیں۔ کیوں نہ چھپائیں۔۔۔؟ میں نے کہا کہ جو اعتراض آپ نے لکھے ہیں یہ تو ہر بندے کے ذہن میں وسوسہ ڈالیں گے۔ لیکن جو جواب آپ نے دیئے ہیں بہت کم لوگ ان سے مطمئن ہوں گے۔ مجھے خود آپ کے جوابات میں جھول نظر آتی ہے۔ آپ کے جوابات میں وہ طاقت نہیں کہ سوالات کو اڑا دیں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنا کام نہیں کر رہے بلکہ اہل باطل کا کام کر رہے ہیں، باطل کے اعتراضات پھیلا رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی اور کتاب انہوں نے چھاپ دی۔ پھر اس کے نتائج یہی ہوئے۔ کیونکہ جوابات میں تو وہ قوت نہیں تھی۔ ان کے اپنے نزدیک تو بڑا جواب تھا لیکن وہ جواب جسے میں خود جواب سمجھوں وہ تو جواب نہیں ہے، جواب تو وہ ہے جسے اگلا جواب سمجھے۔ تو ان میں وہ طاقت نہیں تھی۔

یہی بات اس آیہ کریمہ میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔ مختلف قصے مختلف کہانیاں مختلف کردار اہل باطل تو گھڑتے رہتے ہیں اگر اہل حق بھی اسی کو دہراتے رہیں گے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ ان کا کام کر رہے ہیں۔ آپ ان کے مقابلے میں کام کیجئے اور حق کی اشاعت کیلئے کام کیجئے۔ حق کی اشاعت تب ہوگی کہ جب اپنے آپ کو یقین پر قائم کریں گے۔ اگر اپنے اندر یقین کامل نہیں ہوگا تو کسی دوسرے کو آپ اپنے ساتھ کیسے ملائیں گے۔ اور فرمایا یہ یاد رکھو میرے حبیب ﷺ انک علی الحق المبین کہ آپ یقیناً واضح اور روشن حق پر ہیں جسے کوئی نہ ماننے والا بھی باطل نہیں کہہ سکتا۔ نہ ماننا ایک الگ بات ہے اور یہ معجزہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ کا ہے کہ کافر بھی مشرکین مکہ بھی آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ شخص صادق بھی ہے اور امین بھی ہے۔ یہ الگ بات کہ ہم ان کی بات نہیں مانتے وہ ہمارا اپنا مسئلہ ہے۔

تو میرے بھائی! اس ساری محنت و ریاضت، مجاہدے اور اللہ اللہ کا بنیادی حاصل وہی یقین ہے اللہ کریم توفیق دے اور یہ قوت آ جائے اور آدمی کو اعتماد ہو جائے کہ الحمدللہ میرے دامن میں محمد رسول اللہ کی برکات ہیں۔ میرے ہاتھ میں دامان شریعت ہے اور میں حق پر ہوں۔۔۔۔ جب اہل حق تھے، جب اہل یقین تھے تو چند افراد سے اسلام روئے زمین پر پھیل گیا۔ اب یقین کی کمی آئی تو مسلمان روئے زمین پر ہیں لیکن اسلام کہیں نظر نہیں آ رہا۔ تو ہمیں واپس اسی یقین کی طرف آنا ہوگا۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو قائم کرو اور اللہ سے دعا کیا کرو کہ اے اللہ! مجھے وہ قوت عطا کر کہ میں کم از کم میں اپنے آپ کو تو حق پر مان لوں۔ اللہ اللہ کرنے کا، دل کو صاف کرنے کا اور برکات نبوی کے حصول کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ یقین کامل حاصل ہو جائے کہ میں خود حق پر ہوں، پھر دوسروں میں بھی تبدیلی لانے کی قوت پیدا ہو جائے گی۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور یقین کامل اور نور ایمان سے ہمارے سینوں کو منور رکھے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

احکام الٰہی کو جھٹلانے والا راہنمائی نہیں پا سکتا

حد ہے کہ بندہ مسلمان کہلائے اور مسجد میں عبادت کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو ظلماً شہید کر دے، یہ کہاں کا اسلام ہے۔ اور یہ کیسی اسلامی ریاستیں ہیں۔ کیسے ہم مسلمان ہیں کہ اگر بندوق بردار پہرے دار نہ کھڑے ہوں تو نماز ادا نہیں ہو سکتی، ایسا تو کسی کافر ریاست میں بھی نہیں ہوتا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع، منارہ 02-08-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم ؕ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم ؕ

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ ؕ

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ؕ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوْا۔

سورۃ اعراف کی اس آیہ مبارکہ میں ایمان کی ایک خوبصورت تعبیر ارشاد فرمائی گئی ہے جس سے ہر آدمی اپنے ایمان کا ایک حد تک جائزہ لے سکتا ہے۔ دعویٰ کرنا اور شے ہے اور واقعہ ہونا اور شے۔ یوں تو ایمان کے مدعی الحمد للہ ہم سب ہیں لیکن اس کی پہچان کیا ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ جس بندے کے دل میں تکبر آ جائے (اور تکبر ہمیشہ ناحق ہوتا ہے) اسے میری آیات کی سمجھ نہیں آتی۔ میں اپنی آیات کو اس سے پھیر دیتا ہوں۔ میرے احکام کی پرواہ نہیں کرتا، اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ وہ اپنی بڑائی میں گرفتار ہوتا ہے اور زمین پر جو خود کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ناحق اپنے آپ کو زمین میں بہت بڑا سمجھتا ہے اور اس میں اپنے آپ پر فخر، اپنی ذات پر فخر، اپنے کمالات پر فخر آ جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کو میری آیات کی سمجھ نہیں آتی۔ اور پھر ان کا حال یہ ہوتا ہے وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا پھر کتنی ہی نصیحت کرو انہیں کتنی ہی آیات سناؤ، کتنے ہی احکام الٰہی سناؤ، کتنی ہی تبلیغ کرو لَا یُؤْمِنُوْا بِھَا وہ مان کر نہیں دیتے، کوئی اثر نہیں ہوتا ان پر۔ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا اور اگر انہیں نیکی کا راستہ دکھایا جائے تو اسے اختیار نہیں کرتے۔ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا اور برائی کا کام ہو تو اسے فوراً اختیار کرتے ہیں۔ اس کی طرف لپکتے ہیں۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے میری آیات کا انکار کیا اور ان کے انکار کا سبب یہ ہے کہ یہ اس سے غافل تھے۔ یہ غفلت ایک ایسا جرم ہے جو آہستہ آہستہ اعمال سے دور کرتی ہے۔ پھر ایمانیات سے دور کرتی ہے اور بالآخر کفر میں لے ڈوبتی ہے۔ یہ سارا تکبر، آیات الٰہی کی سمجھ نہ آنا، نیکی کا راستہ اختیار نہ کرنا، برائی کی طرف لپکنا، اس سارے کا سبب یہ ہے کہ وہ غافل تھے، عظمت الٰہی ان کے دلوں میں جاگزیں نہیں تھی، انہیں یہ یاد ہی نہیں رہا کہ کوئی ہمارا خالق بھی ہے، ہم مخلوق ہیں، کوئی ہمارا رب ہے ہم مربوب ہیں کسی ہستی کے ہم محتاج ہیں پلک جھپکنے میں، سانس لینے میں، دل کی دھڑکن میں۔ ہر ہر لمحہ جس کی قدرت کاملہ کا محتاج ہے اور جس کی رحمت عامہ سے مستفیض ہو رہے ہیں اس سے غافل ہو گئے۔

میں ایک دن فتاویٰ مہریہ دیکھ رہا تھا پیر مہر علی شاہ صاحب کے جو فتاویٰ تھے وہ کسی نے ایک جگہ جمع کر دیئے، اس کا نام ہے فتاویٰ مہریہ۔ تو اس میں وہ مؤلف لکھتا ہے کہ کسی آدمی نے ذبح کا مسئلہ پوچھا کہ ایک جانور گرتا ہے اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

بھاگتے ہیں لپکتے ہیں، چھری چلاتے ہیں، تکبیر بھی پڑھتے ہیں لیکن اس سے پہلے اس کا دم نکل چکا ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔ تو انہوں نے فرمایا کہ حرام ہو گیا۔ تکبیر پڑھنے سے پہلے اگر وہ مر چکا ہے تو پھر مردے پر تکبیر کا کیا فائدہ، وہ حرام ہے۔ اس کے بعد اہل مجلس سے فرمانے لگے کہ دیکھو جانور ہے اگر اس کا دم اللہ کے نام کے بغیر نکل جائے تو حرام ہو جاتا ہے حالانکہ وہ حلال تھا اور انسان جس پر اللہ کی اتنی نعمتیں ہیں اس کے جتنے دم اللہ کے نام کے بغیر نکلتے ہیں وہ کس کھاتے میں جائیں گے۔ یعنی جتنی سانسیں اس کی چلتی ہیں اور جس سانس میں اللہ کا نام نہیں ہوتا وہ کس کھاتے میں جائے گی' اگر جانور حرام ہے تو......... اسی لئے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ جو دم غافل سو دم کافر۔ جس دم میں یادالٰہی نہیں ہے، جس سانس میں اللہ کا نام نہیں ہے وہ اگر انکار نہیں تو ناشکری ضرور ہے۔ اور پھر ہوتا یہ ہے کہ غفلت تھوڑی سی بھی ہو.........

قرآن کریم نے دوسری جگہ حکم دیا ہے کہ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغٰفِلِينَ کبھی غافلوں میں سے مت ہونا۔ اب یہ غفلت ضروری نہیں کہ بندہ سال بھر غافل رہے تو وہ غفلت ہے، ایک دن غافل رہے وہ بھی غفلت ہے، ایک پل غافل رہے تو غفلت وہ بھی ہے۔ اور کلی طور پر غفلت سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ غفلت کا ایک جزو جو ہے یا ایک حصہ تو خیر ہے قابل برداشت ہے اس سے زیادہ نہ ہو، ایسا نہیں ہے۔ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغٰفِلِينَ کبھی بھی، کسی حال میں بھی غافلوں میں سے مت ہونا۔ اور یہ عدم غفلت بغیر ذکر قلبی کے ممکن نہیں ہے جب تک قلب بیدار نہ ہو، جب تک قلب ذاکر نہ ہو اور جب تک دل اللہ اللہ نہ کرے ممکن نہیں ہے کہ بندہ غافل نہ ہو، ایک حد تک غفلت ضرور ہو جاتی ہے۔ یہ اس کا کرم ہے کہ وہ معاف فرماتا رہتا ہے۔

بخشش اس کا احسان ہے، ہر ایک آدمی زندگی بھر خطائیں کرتا ہے، کوئی چھوٹی سی نیکی اس کی قبول کر لیتا ہے، اس کی نجات ہو جاتی ہے یہ ایک الگ بات ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ارشاد کا ایک مفہوم ہے کہ جس کا ایک کلمہ یا ایک تسبیح قبول ہوگئی وہ نجات پا گیا۔ یعنی زندگی میں کبھی اس نے کہا الحمد للہ اور وہ قبول ہو گیا تو باقی زندگی کی ساری خطاؤں کو معاف کرنے کے لئے وہ کافی ہے۔ کسی نے کہا سبحان اللہ اور وہ قبول ہو گیا، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ایک تسبیح قبول ہو گئی، قبولیت شرط ہے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ اس ایک تسبیح کے طفیل اس کی ساری خطائیں معاف کر دے تو وہ قادر ہے اور کر دیتا ہے۔ بخشش

> **نجات ایک الگ شے ہے اور قرب الٰہی کی لذتیں کچھ اور چیز ہیں۔**

بہت بڑا انعام ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ جو دوزخ سے بچ گیا یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی پائی۔ نجات ایک الگ شے ہے۔ اور قرب الٰہی کی لذتیں کچھ اور چیز ہیں۔ وصال الٰہی کی تمنا، قرب الٰہی کی لذت، جمال نبوی سے عشق اور بارگاہ نبوی کی حضوری کی تڑپ یہ بالکل ایک الگ چیز ہے۔ اگر غفلت سے اللہ کریم پناہ دے اور آدمی غفلت سے بچ جائے اور یادالٰہی اس کا سرمایہ بن جائے تو اللہ کریم قبول فرمائے تو نجات ہی نہیں وہ لذت وصال سے سرشار ہوتا ہے اور انسانی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ کوئی مخلوق تو ایسی ہو جو بغیر کسی قدغن اور مجبوری کے خود مجھے جانے پہچانے اور اس کا دل فیصلہ کرے کہ یہ ہستی ایسی ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر وقت سجدہ ریز رہنا چاہئے۔ ہزاروں زندگیاں بھی مل جائیں اور زندگی کا ہر دن اور ہر رات سجدے میں بسر ہو جائے تو اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ توفیق عمل بھی وہی ارزاں فرماتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اس کا احسان عظیم ہے کہ ناکارہ، بے کار، بدکار لوگوں کو توفیق دے دیتا ہے، اپنی یاد ان کے دلوں میں بسا دیتا ہے پھر اس کے بعد تو انہیں چاہئے کہ وہ ہمیشہ شکر ادا کرتے رہیں

پھر جو بدنصیب لوگ ہوتے ہیں

بیچارے پھر اس پر اکڑ جاتے ہیں کہ ہم بڑے بن گئے ہیں، پیر صاحب بن گئے ہیں، پارسا ہو گئے ہیں، ہم نیک ہو گئے، ہم یہ کر سکتے ہیں، وہ کر سکتے ہیں، تو تکبر اعمال کے لئے آگ ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تکبر اور اپنی

www.naqshbandiaowaisiah.com

بڑائی میں گرفتار ہونا اعمال کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح سوکھی لکڑی کو آگ۔ خشک لکڑی کو جس طرح آگ کھاتی ہے تکبر اس طرح سے اعمال کو کھا جاتا ہے۔

اچھی بات ہے کہ آدمی محنت کرے، کوشش کرے زیادہ سے زیادہ، ذکر اذکار میں ترقی حاصل کرے یہ بہت بڑی بات ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کسی کو ایک لطیفہ قلب بھی ذکر دائمی کا نصیب ہو جائے تو اس کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر اس دور میں یہ جو حال قرآن حکیم میں بتایا ہے کیا یہ سب ہمارے سامنے نہیں ہے کہ جہاں کوئی برائی شروع ہوتی ہے ساری دنیا جمع ہو جاتی ہے کیا کوئی برائی کے لئے تبلیغ کر رہا ہے؟ ساری دنیا تو برائی سے منع کر رہی ہے لیکن برائی پھیل رہی ہے اور تبلیغ تو ہر جگہ نیکی کی ہو رہی ہے۔ اس طرف کوئی آتا نہیں۔

آج کے دور میں تو اس آیہ کریمہ کی تعبیر و تفسیر ہر گلی کوچے میں، اپنے اردگرد اپنے ماحول میں ہر دفتر میں، ہر گھر میں ہر جگہ نظر آتی ہے۔ حتی کہ انسانی شر یہاں تک پہنچا ہے کہ اللہ کی مساجد بھی دہشت گردی اور قتل و غارت گری سے محفوظ نہیں ہیں۔ حد ہے کہ بندہ مسلمان جائے اور مسجد میں عبادت کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو ظلماً شہید کر دے، یہ یہاں کا اسلام ہے۔ اور یہ کیسی اسلامی ریاستیں ہیں۔ کیسے ہم مسلمان ہیں کہ اگر بندوق بردار پہرے دار نہ کھڑے ہوں تو نماز ادا نہیں ہو سکتی، ایسا تو کسی کافر ریاست میں بھی نہیں ہوتا۔ غیر مسلم اور کافر ریاستیں جو ہیں ان میں بھی لوگ آرام سے نمازیں ادا کرتے ہیں مساجد میں تو انہیں کوئی تنگ نہیں کرتا۔ یہ سارا پھل ہے غفلت کا۔ عظمت الٰہی سے جب غفلت ہوتی ہے تو آدمی اپنی بڑائی کا اسیر ہوتا ہے۔ اپنے کمالات پر اترانا شروع کر دیتا ہے، اپنی بڑائی میں اور تکبر میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم اپنے احکام، آیات، اپنی رحمت، اپنے کرم کے مفاہیم اس پر بند کر دیتا ہے۔ نیکی کے راستے پر چلنا اسے ناگوار ہونے لگتا ہے اور یہ ایک معیار ہے جس پر ہمیں اپنے آپ کو پرکھنا چاہئے۔

ہماری ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کو پرکھتے ہیں اپنے آپ کو نہیں پرکھتے اور جب دوسرے کی باری آتی ہے تو اس کا امتحان ہم اس طرح لیتے ہیں کہ اسے حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا ہونا چاہئے۔ اسے صحابہ کرامؓ کی تصویر ہونا چاہئے حالانکہ وہ رہتا تو ہمارے ساتھ پندرھویں صدی میں ہے۔ اگر آج کے کسی بندے کو ہم پرکھنا بھی چاہیں تو اسے آج کے لوگوں میں رکھ کر پرکھنا چاہیے، کہ ان لوگوں میں یہ کیسا آدمی ہے۔ آج کا کوئی بندہ بھلا بایزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ بن سکتا ہے کہ ہم اس ماحول کے ساتھ موازنہ کریں۔ اور یہ معیار ہم دوسروں کے لئے رکھتے ہیں۔ اپنی ہم کبھی فکر بھی نہیں کرتے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کا ایک ارشاد ہے کہ ''اپنا حساب کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے'' خود اپنا حساب کرتے رہا کرو اس وقت سے پہلے کہ جب تم سے حساب لیا جائے۔ اور فرماتے تھے کہ دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ خود دوسروں کے لئے درس عبرت بن جاؤ۔ اس بات سے بچو کہ لوگ تمہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں، تم دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کا ایک ارشاد ھے

''دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو ایسا نہ ھو کہ خود دوسروں کے لئے درس عبرت بن جائو۔

میری سمجھ کے مطابق، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ سب کو بے شمار منازل دے، انتہائی مراقبات دے، انتہائی مہربانی فرمائے۔ وہ کریم ہے اور اس کا کرم بے حد و بے حساب ہے لیکن صرف توفیق ذکر دے دے اور ایک لطیفہ قلب جاری ہو جائے تو اس کا بھی شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ پھر تقاضائے ایمان یہ ہے کہ کم از کم اس کو نسائع

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہ ہونے دے، اس پر عمر گزار دے لیکن اس دیے کو بجھنے نہ دے۔ اور یہ کیا بات ہوئی کہ بیس بیس پچیس پچیس سال ہم اللہ اللہ کرتے رہیں پھر کہیں جا کے شیطان نے دھوکہ دے دیا، ایسا کونسا

شیطان نہیں بہکا سکتا جب تک کہ ہمارے اپنے دل میں غفلت یا تکبر پیدا نہ ہو۔

رشتہ ہے کہ پھر ہمیں ضرورت پڑ جاتی ہے کہ اس کی بات سنیں۔ شیطان نہیں بہکا سکتا جب تک کہ ہمارے اپنے دل میں غفلت یا تکبر پیدا نہ ہو۔ اور اپنی بڑائی کا خیال کسی مقام پر بھی آ جائے تو وہ ان کیفیات کو جو لذت ایمان سے سرشار ہوتی ہیں نابود کر دیتا ہے اور شیطان کے لئے راستہ کھل جاتا ہے۔ اخروی پل صراط تو جیسی ہوگی، ہوگی قرآن حکیم نے بھی فرمایا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُھَا تم میں سے ایسا کوئی نہیں جسے جہنم پر سے نہ گزرنا پڑے۔ پل صراط بچھی ہوگی لوگ اوپر سے گذریں گے لیکن یہ زندگی بھی پل صراط ہے۔ یہ حیات مستعار، یہ پندرہ روزہ زندگی یہ بجائے خود پل صراط ہے اور جو اس پر پار اترے گا وہی وہاں بھی پار اترے گا۔ جو اس پر ڈگمگائے گا وہ دائیں گر جائے گا یا بائیں گر جائے گا وہاں بھی وہی حشر ہوگا وہ اسی کا نتیجہ ہوگا اس کی تصویر ہوگی، اس کو منتقل کر دیا جائے گا اور کوئی شخص جو پل صراط پر .... آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ جو تماشے والے آتے ہیں رسّے پر چلتے ہیں اب جو شخص رسّے پر چل رہا ہوتا ہے اس کی پوری نظر اپنے پاؤں، اپنے وجود کے وزن اور رسّے پر ہوتی ہے۔ اگر وہ ادھر سے توجہ ہٹا لے اور دائیں بائیں دیکھنے لگ جائے کہ فلاں کیا کر رہا ہے، فلاں کیا کر رہا ہے، تو ایک پل میں زمین پر آ رہے۔ رسّے پر چلتا اس لئے ہے کہ وہ Concentrate کر لیتا ہے پوری طرح توجہ مرتکز کر لیتا ہے تا کہ اپنے وجود کا توازن بھی برقرار رہے اور پاؤں اس مناسبت سے رسّے پر رکھے کہ وزن برابر رہے اور دائیں بائیں نہ گرے۔ بالکل ہر بندہ، میں بھی اور آپ بھی اسی رسّے پر چل رہے ہیں یہ زندگی وہی رسّہ ہے۔
اگر تو ہماری توجہ عظمت الٰہی پر رہی، اگر تو ہماری توجہ اپنے آپ کو قائم رکھنے میں رہی تو نہ ہمارے پاس فرصت ہے کہ شیطان کی بات سنیں اور نہ شیطان کو جرات ہے کہ وہ ہمیں ڈسٹرب کرے۔ اس لئے کہ ارشاد باری ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ جو بندے میرے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا۔ میرے وہی ہوں گے جن کا ہر قدم ناپ تول کر ہو، وہ اس پر اپنا بیلنس برابر رکھتے ہوئے اپنا توازن برقرار رکھتے ہوئے ناپ تول کر قدم رکھیں گے، ان کی پوری توجہ وہاں ہوگی۔ اور جو رسّے پر کھڑے ہو کر ارد گرد تماشا دیکھنے لگ جاتے ہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے، وہ کیا کر رہا ہے، وہ رسّے پر کھڑے نہیں رہ پائیں گے۔

اللہ کریم قبول فرمائے۔ پوری توجہ سے ذکر فرمائیے اور اپنا محاسبہ کرتے رہا کیجئے۔ وَاذْكُر رَّبَّكَ اِذَا نَسِیتَ انسان ہے کھو جاتا ہے دنیوی امور میں ہماری ضرورتیں ہیں، مجبوریاں ہیں، غفلت آ جاتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم غفلت شعار بن جائیں۔ اگر کسی لمحے غفلت آ جائے تو جب خیال آئے فوراً ذکر شروع کر دو۔ فوراً اللہ اللہ کرو، اگر بھول ہو جائے تو فوراً اللہ اللہ کرو۔

یاد الٰہی اور اسم ذات کی تکرار ایک واحد سہارا ہے جو پل صراط پر سلامت لے کر جائیگا۔ اسی سے توفیق عمل ارزاں ہوتی ہے۔ شیطان سے تحفظ نصیب ہوتا ہے۔ نفس بدلنا شروع ہو جاتا ہے، امارہ سے لوامہ اور لوامہ سے

تم میں سے ایسا کوئی نہیں جسے جہنم سے نہ گزرنا پڑے۔

مطمئنہ کر دیتا ہے اللہ کریم اور اس کے احسانات کی کوئی حد نہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم اپنی جھولی سیدھی رکھیں، اپنا دامن صحیح رکھیں۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

سوال برائے اعتراض

جاننے کیلئے پوچھنا الگ بات ہے لیکن اب لوگ سوال، اعتراض کیلئے کرتے ہیں۔ علم کیلئے سوال کرنا اچھی بات ہے، جاننے کیلئے، علم میں اضافہ کیلئے پوچھنا تو اچھی بات ہے لیکن آج کی بد نصیبی یہ ہے کہ لوگ سوال، اعتراض کیلئے کرتے ہیں جب جواب مل جائے تو خاموش ہو جاتے ہیں عمل نہیں کرتے اور پھر کوئی اور سوال تلاش کرنے لگ جاتے ہیں تاکہ پھر کوئی اور اعتراض کیا جائے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع.... دارالعرفان
منارہ، 01-08-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

زمانے کے ساتھ ساتھ بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جو دیکھنے میں بھی نظر آتی ہیں، خود انسان کے اندر بچپن لڑکپن، جوانی بڑھاپا ایک ہی وجود کے اندر کتنی تبدیلیاں کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے علم میں افکار، نظریات، اور سوچوں میں بھی شاید بڑی بڑی تبدیلیاں آتی ہیں۔ اب جس دور میں ہم موجود ہیں یہ اپنی نوعیت کا بہت ہی عجیب دور ہے۔ اس میں ہر بات کے ساتھ کیوں اور کیسے کا اضافہ ہوگیا ہے۔ حتیٰ کہ آج تک طب کا شعبہ ایسا تھا کہ طبیب جو دوا تجویز کرتا، مریض کھاتے، اب ہر دوائی کے ساتھ بھی اتنا بڑا چٹھا لگا ہوتا ہے کہ اس میں اجزاء فلاں فلاں ہیں اس کا اثر یہ ہے، اس کے سائیڈ ایفیکٹس یا دوسرے اثرات یہ ہیں۔ یعنی یہ شعبہ بھی ''کیوں اور کیسے'' سے محفوظ نہیں رہا۔

یہ تعلق جو قلبی، باطنی اور کیفی ہے، یہ طب سے زیادہ دقیق اور گہرا اور نفیس ہے اور یہ روز اول سے آقائے نامدار ﷺ سے لے کر ہمیشہ کیوں اور کیسے سے بالاتر رہا۔ صحابہ کبار رضوان اللہ اجمعین کی زندگیاں آپ دیکھیں، صرف ایک چیز ملتی ہے کہ وہ اس انتظار میں رہتے تھے کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ کیوں اور کیسے کا کوئی معاملہ نہیں تھا۔ اب تین سو تیرہ کو جن کے پاس ظاہری اسباب بھی نہیں ہیں، ایک ہزار کے لشکر جرار جو مانے ہوئے جنگجوؤں کا لشکر ہے اور مسلح ہے اور انہیں تمام سہولتیں میسر ہیں۔۔۔۔۔ حکم ہوگیا سامنے صف آراء ہو جاؤ تو کسی نے بھی سوال نہیں کیا کہ لڑیں گے کیسے؟ ہمارے پاس لڑنے کا سامان نہیں ہے، کھائیں گے کیا؟ راشن نہیں ہے۔ زرہ تو دور کی بات ہے پورے کپڑے نہیں ہیں پہننے کیلئے۔ یہ ''کیوں اور کیسے'' کسی نے نہیں پوچھا۔ حکم ہو گیا۔۔۔۔۔ صف آراء ہوگئے۔

جاننے کیلئے پوچھنا الگ بات لیکن اب سوال جاننے کا نہیں ہے۔ اب لوگ سوال، اعتراض کیلئے کرتے ہیں۔ علم کیلئے سوال کرنا اچھی بات ہے، جاننے کیلئے، علم میں اضافہ کیلئے پوچھنا تو اچھی بات ہے لیکن آج کی بدنصیبی یہ ہے کہ لوگ سوال، اعتراض کیلئے کرتے ہیں جب جواب مل جائے تو خاموش ہو جاتے ہیں عمل نہیں کرتے اور پھر کوئی اور سوال تلاش کرنے لگ جاتے ہیں تاکہ پھر کوئی اور اعتراض کیا جائے۔

اللہ کریم کا احسان ہے کہ پچیس برس حضرتؒ کی خدمت میں گزرے۔۔۔۔۔ سوال کرنے کی نوبت نہیں آئی۔۔۔۔۔ ضرورت ہی نہیں پڑی۔ کہ اعتقاد ہی اس طرح کا ہوتا تھا کہ جو شیخ نے کہا وہی صحیح ہے۔ کبھی دل میں گمان نہیں گزرتا تھا کہ ایسا کیوں ہوا یا ایسا کیا ہے اس میں۔

ایک دفعہ کسی نے سوال کیا تھا کہ مراقبہ احدیت میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ'' وَّاحِدٌ'' وَّحْدَہٗ۔ یہاں تک تو واحد کا صیغہ ہے آگے ایک دم آجاتا ہے ''لَا شَرِیْکَ

www.naqshbandiaowaisiah.com

لَکَ یَا اللّٰہ ''اور یہ تو مخاطب کا صیغہ ہے۔ تو یہ جملہ غائب سے کلام کرتے ہوئے مخاطب پر کیسے آ گیا۔ غالباً ہم چکوال میں بیٹھے تھے، جواب اس کا علمی بھی تھا لیکن حضرتؒ نے کوئی علمی جواب نہیں دیا حالانکہ آپ کی عادت تھی بہت علمی جواب ارشاد فرماتے تھے۔ اس معاملے میں آپ نے سادہ سا جواب دیا، فرمایا! ہم نے مشائخ سے ایسے ہی لیا ہے۔ ہم اس میں تبدیلی نہیں کر سکتے۔ یہ جواب تھا جو حضرتؒ نے دیا، تو بعد میں اللہ کریم نے منکشف فرمایا کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o صیغہ غائب ہے نا۔۔۔۔ اس کے بعد فوراً متکلم پر آ جاتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o قرآن کریم کا انداز ہے نا کہ غائب سے شروع کیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o یہاں تک تو غائب کا صیغہ چلتا ہے اور پھر فوراً کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ ''متکلم'' پر آ گیا۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ بات تو غائب سے شروع کی لیکن جب اللہ کی بات شروع کی تو حضوری نصیب ہو گئی۔ اس نے جب اللہ کی تعریف شروع کی، ساری تعریفیں، ساری خوبیاں اللہ کیلئے ہیں، وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے، وہ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ تو جب یہ تعریف کی اسے حضوری نصیب ہو گئی اور وہ صیغہ غائب چھوڑ کر سیدھا مخاطب ہو گیا کہ '' اِیَّاکَ نَعْبُدُ '' کہ اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور '' وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ '' اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ممکن ہے اس میں بھی یہی راز ہو۔ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ تک تو غائب میں ایا لیکن اس غائب نے وہ حضوری عطا کر دی کہ آگے کہتا ہے، لَا شَرِیْکَ لَکَ یَا اللّٰہُ ۔ مخاطب کے صیغہ میں۔

یہ جواب حضرتؒ مجھ سے زیادہ آسانی سے اور وضاحت سے دے سکتے تھے لیکن چونکہ مسئلہ ''سلسلے'' کا تھا۔ آپ نے فرمایا، میاں! ہم نے مشائخ سے ایسے ہی لیا ہے اور لوگوں کو ہم ایسے ہی سکھاتے ہیں۔

اب جس دور میں ہم موجود ہیں یہ اپنی نوعیت کا بہت ہی عجیب دور ہے۔ اس میں ہر بات کے ساتھ کیوں اور کیسے کا اضافہ ہو گیا ہے۔

طریقت کے اپنے ادب ہوتے ہیں، تصوف کے اپنے قاعدے ہوتے ہیں اور اس میں سب سے بڑا فائدہ جو ہے وہ ادب ہے اور ادب بغیر اعتماد کے پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک آپ کو کسی کی ذات پر، اس کی حیثیت پر، اس کے مقام پر یقین اور قلبی تسلی نہ ہو، اعتماد نہ ہو، ادب پیدا نہیں ہوتا۔

تو جس طرح یہ سوال پرسوں ایک ساتھی نے کیا تھا وہاں جب میں ایک فوتگی پر فاتحہ کیلئے گیا ہوا تھا تو میں نے کہا کہ یار! لکھ کر اندر رکھ دو، سب کا بھلا ہو جائے گا، یہ پتہ نہیں کتنے ذہنوں میں سوال ہو گا۔ سوال یہ تھا کہ حضرت شاہ نقشبندؒ کا، سلسلہ نقشبندی اویسیہ کے شجرہ میں کیا مقام ہے۔

حضرت محمد نقشبندؒ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں سے نہیں ہیں۔ جس طرح حضرت اویس کرنیؓ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ میں نہیں ہیں لیکن نسبت اویسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس طرح سے ان کی روح نے روح پر فتوح رسول اللہ ﷺ سے جس انداز سے برکات حاصل کیں دور رہتے ہوئے، اسی انداز سے سالکین کی ارواح صدیوں کی دوری پر اور مکان کی دوری کے باوجود دنیا کے کسی گوشے میں، صدیوں زمانے کو پھلانگ کر روح اطہر سے برکات حاصل کرتے ہیں اس لئے برکت حاصل کرنے کے اس انداز کو نسبت کہا جاتا ہے۔ اس نسبت کو، اس طریقے کو طریق اویسیہ کہا گیا۔ جس طرح حضرت اویس کرنیؓ نے فیض حاصل کیا۔ اسی طرح تصوف میں شاہ نقشبندؒ کا انداز ظاہری شریعت اور فقہ پر سختی سے عمل کرتا ہے۔ باقی سلاسل جو ہیں ان میں بھی شریعت پر عمل تو ضروری ہے لیکن ان میں رخصت پر عمل کیا جاتا ہے۔ شاہ نقشبندؒ کے نقشبندی سلسلہ میں عزیمت کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک حکم کے دو راستے ہوتے ہیں۔ ایک ہے کہ کمزور ہو تو چلو چھوڑ دیا، نہ کیا۔ جیسے ہم فرائض ادا کرتے ہیں، سنتیں پڑھیں، نفل چھوڑ دیئے کہ چلو خیر ہے جی نوافل کوئی فرض تو نہیں ہیں ناں۔ لیکن شاہ نقشبندیہؒ کے ہاں چھوڑ دینے کی بات نہیں بلکہ دو رکعت زیادہ پڑھ لینے پر اصرار کیا جاتا ہے۔ یعنی جہاں رخصت بھی ہے، اگر کوئی عذر شرعی نہیں ہے، کوئی بیماری نہیں ہے، کوئی مجبوری نہیں ہے۔ عذر شرعی میں تو فرض بھی ساقط ہو جاتے ہیں کہ آدمی کو ہوش ہی نہیں ہے تو اس پر فرض کیا ہوگا۔ ہوش میں آئے گا تو نمازیں فرض ہوں گی۔ اگر عذر شرعی نہ ہو تو شاہ نقشبندؒ کے ہاں عزیمت پر زور دیا گیا ہے اور ہمارے اس سلسلہ میں بھی چونکہ اہمیت عزیمت کو دی گئی ہے اس انداز سے یہ سلسلہ نقشبندی ہے۔

جس طرح ہم قربانی کرتے ہیں آقائے نامدار ﷺ کی سنت پر، ہم سنت ابراہیمی کے مکلف نہیں ہیں، نہ ابراہیمی شریعت کے مکلّف ہیں نہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی سنتوں کے مکلّف ہیں۔ اگر نبی اکرم ﷺ قربانی نہ فرماتے تو امت مرحومہ کا کوئی شخص قربانی نہ کرتا۔ ہم اتباع کرتے ہیں آقائے نامدار ﷺ کی لیکن اسے نسبت ابرہیمی کیوں کہا جاتا ہے، کیونکہ انداز وہ ہے جس طرح سیدنا ابرہیمؑ نے قربانی دی تھی۔ اور بھی سنت ابراہیمی ہیں، یہ لبوں کا کترانا، ناخن اتروانا، ختنہ کرنا، ان سب کو سننِ ابراہیمی کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ انداز ان کی شریعت میں بھی تھا۔ یہ نہیں کہ ہم ان کے پیروکار ہیں۔ اتباع تو ہمیں کرنی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی۔

> تم نے ''تورات'' کو ڈھونڈ کر کیا کرنا ہے اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی اس مکلف زندگی کے ساتھ یہاں موجود ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کے لئے کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

صحابہ کرام میں بات ہو رہی تھی ''تورات'' کا کوئی ورق تھا کسی کے پاس نامکمل تھا اس پر بات ہو رہی تھی، انہی میں سے کسی نے فرمایا کہ شاید فلاں شخص کے پاس مکمل ہو اور یہ پتہ چل جائے کہ کیا حکم ہے اس میں کیا لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ حجرہ مبارک سے جلوہ افروز ہوئے۔ پوچھا کیا کر رہے ہو۔۔۔۔ یا رسول اللہ! یہ ''تورات'' کا ایک ورق ہے اس میں یہ بات جو ہے یہ نامکمل ہے، ادھوری ہے ہم سوچ رہے ہیں کہ فلاں جو آدمی ہے اس کے پاس شاید مکمل ہو، پتہ چلے یہ کیا ہے۔۔۔۔ آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ فرمایا! ''تم نے تورات کو ڈھونڈ کر کیا کرنا ہے اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی اس مکلف زندگی کے ساتھ یہاں موجود ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کے لئے کوئی چارہ کار نہیں تھا''۔

شب معراج کو اول و آخر تمام نبی جو بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمائے اور امامت کی آقائے نامدار ﷺ نے۔ لیکن کچھ سنن جو پہلے دین ابراہیمی میں تھیں۔۔۔۔ زیادہ انداز چونکہ ہمارے تھے ملت ابراہیمی کہہ دیا گیا۔ زیادہ وہ مسنون چیزیں آئیں تو انہیں سنت ابرہیمی کہا حالانکہ ہم عمل کرتے ہیں محمد رسول اللہ کی سنت پر۔

ایک دن ہمارے ایک مولوی صاحب کے ساتھ ایک شیعہ کی بات ہو رہی تھی میں تو اتفاقاً وہاں چلا گیا۔ تو وہ اسی بات پر اہل سنت کے مولوی سے بحث کر رہا تھا کہ جو دنبہ ابرہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا اس کو انہوں نے کیسے تقسیم فرمایا کہ تم قربانی کے گوشت کو تقسیم کرتے ہو۔ پھر اس کی رسی ہے، کہتے ہوا سے بھی اللہ کے نام پر دے دیا جائے، کھال ہے، وہ بھی دے دی جائے۔ تو اس اس تو اس کی ہے جو

www.naqshbandiaowaisiah.com

ذنبہ ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا تھا تو انہوں نے کس کس پر تقسیم کیا اور اس کے گلے میں رسی تھی یا نہیں وہ بھی تقسیم کی یا نہیں۔

ہمارے مولوی صاحب بڑے پریشان ہو گئے کہ اس کا تو کوئی ذکر ملتا نہیں کہ کس طرح سے ہوا تھا، کیا ہوا تھا یا نہیں۔ میں نے کہا، مولانا! آپ گھبرائیں نہیں یہ سوال ہی غلط ہے۔ یہ سوال صحیح نہیں ہے۔ اس نے کہا جی، کیوں صحیح نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ہم امت ہیں محمد رسول اللہ کی۔ ہم سے پوچھنا ہے تو یہ پوچھو کہ حضور نے جس جانور کو قربان کیا اس کا گوشت کیسے تقسیم فرمایا، اس کی کھال کو کدھر کیا، اس کے گلے میں کوئی رسی یا پاؤں میں کوئی زنجیر یا گلے میں کوئی سنگل تھا، اس کا کیا ہوا۔ یہ پوچھو تو یہ بتانے کے ہم ذمہ دار ہیں کہ ہم اتباع کرتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی۔۔۔۔۔ سنت ابراہیمی قرار دیا اسے آقائے نامدار نے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کی یہ سنت تھی اور یہ جاری رہے لیکن ہمارے پاس جو سنت ہے وہ محمد رسول اللہ کی ہے۔

ہم تو آپ ﷺ کے علاوہ کسی کی اتباع کے مکلف نہیں ہیں۔ تمام نبیوں کے ساتھ ہمارا ایمان ہے، سارے نبی برحق تھے، سچے تھے، اللہ کے مقرر کردہ تھے۔ یہ بات اپنی جگہ لیکن اتباع محمد رسول اللہ کی ہو گی۔

حضرتؒ کے پاس بات ہوئی کہ ہندوستان میں کچھ قبور انبیاء علیہم السلام سے منسوب ہیں۔ اب یہ پتہ نہیں کہ واقعی نبی ہیں یا نہیں۔ قرآن حکیم میں بھی ہے کہ ہر قوم میں ہم نے نبی بھیجے تو آخر قومیں تو یہاں بھی آباد تھیں۔

کسی زمانے میں یہاں بھی تشریف لائے ہوں گے۔ کوئی ایک دو صاحب کشف ساتھی جو تھے انہیں حضرتؒ نے فرمایا کہ دیکھو، پتہ کرو؟۔۔۔۔۔ جی ایک نبی تو تشریف فرما ہیں اور ان کے پاس ان کے سامنے ایک کتاب بھی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا دیکھو اس کتاب میں کیا سمجھ آتا ہے کیا لکھا ہے۔ کہنے لگے زبان سمجھ نہیں آتی پتہ نہیں کس زبان میں لکھا ہے۔

> **حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جتنے سوال ہیں بیعت ہونے سے پہلے کر لو۔ بیعت ہونے کے بعد سوال کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ پھر تمہیں حکم ماننا ہو گا۔**

حضرتؒ نے فرمایا کہ بصرہ میں جو غوث پاک دفن ہیں، ان سے بات کرو۔ میرا انہیں سلام بھی دو اور ان سے تصدیق کرو۔ (یہ جو معروف قبریں ہیں ان میں نہیں ہیں کسی زمانے میں کفار نے شہید کر کے کسی کنوئیں میں انہیں پھینک دیا تھا اور کنواں اوپر سے بند ہو گیا اور اس پر مکان بنے ہوئے ہیں، لوگوں کی رہائش ہے، اس سر زمین پہ جو قریب تر ہے اس میں سب سے اعلیٰ مقامات ان کے ہیں۔ اپنے زمانے کے غوث بھی تھے) جب ان سے بات ہوئی تو انہوں نے تصدیق فرمائی کہ وہاں واقعی ایک نبی ہے اور صاحب کتاب بھی ہے ان کے ساتھ ان کا صحیفہ بھی ہے۔ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ انہیں عرض کریں کہ حضرت جا کر دیکھیں تو سہی یا ہمیں بتائیں تو سہی کہ اس صحیفے میں کیا ہے تو ساتھی کہنے لگے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ تمام نبیوں کے ساتھ ہمارا ایمان ہے، سارے نبی برحق ہیں اور اللہ کے مقرر۔ ہیں اگر ہم گردن ادھر کریں یا ادھر کریں تو ٹوٹ جائے گی۔ لیکن جا کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم نے اتباع قرآن کریم کا کرنا ہے ان کی کتاب کا نہیں کرنا۔ کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ میں کتاب کو دیکھنے کیلئے جاؤں گا اس لئے کہ مجھے اور آپ کو اتباع قرآن کا کرنا ہے ان کی کتاب، کہنے لگے، دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔۔

تو انداز جو ہمارے سلسلہ عالیہ کا ہے وہ ہے شاہ نقشبند کا۔ اگرچہ شاہ صاحب ہمارے شجرے میں بھی نہیں آئے سلسلے میں بھی نہیں آئے لیکن انداز یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عزیمت پر عمل کیا جائے اس لئے انداز کو نقشبندیہ کہتے ہیں اور طریق فیض جو ہے وہ ہے جس طرح سیدنا اویس قرنیؒ نے اخذ برکات کیا۔ ان کی روح نے روح پر فتوح رسول اللہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ﷺ سے اخذ برکات کیا اس لئے اسے نسبت اویسیہ کہتے ہیں تو یہ مل کر بن گیا سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ۔ یعنی ظاہری انداز شاہ نقشبندؒ کا ہے اور باطنی اخذ فیض کا طریقہ سیدنا اویس قرنیؓ کا ہے۔ تو بحر حال جاننے کیلئے بھی یہ چیزیں بہت اچھی ہیں اور جاننے کیلئے سوال کرنا بھی بری بات نہیں ہے لیکن لوگوں کا انداز، اعتراض کا ہوتا ہے اور اعتراض اخذ برکات کو مانع ہوتا ہے۔

حضرتؒ کے پاس علماء تشریف لاتے تھے، لوگوں کے پاس سوال بھی ہوتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بیعت کیلئے آئے ہو تو جتنے سوال ہیں بیعت ہونے سے پہلے کر لو۔ بیعت ہونے بعد سوال کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ پھر تمہیں حکم ماننا ہوگا سوال نہیں کرنا ہوگا۔

تو انداز جو ہے حصول برکات کا وہ ادب ہے اور ادب جو ہے وہ شیخ پر اعتماد سے پیدا ہوتا ہے۔ تصوف کا حاصل فنائے ذات ہے جو علوم ظاہر یہ کی ضد ہے۔ علوم ظاہریہ پڑھنے والوں کی اکثریت میں اپنی ذات کی برتری اور بڑائی کا خیال آ جاتا ہے۔ یہ علوم ظاہری کی خصوصیت ہے کہ میں اتنا فاضل ہوں، میں اب مفتی بن گیا ہوں، میں اب محدث بن گیا ہوں۔ تو اس کے برعکس یہ جو علوم باطنی ہیں یہ انسان کو اپنے کچھ نہ ہونے کا یقین دلاتے ہیں کہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے، ساری عظمت اللہ کیلئے ہے اور اسی لئے علماء کیلئے ضروری ہے کہ اللہ جنہیں علوم ظاہری عطا فرمائے وہ کمالات باطنی حاصل کریں۔ ہمارے آج کے دور سے پہلے کے جتنے علماء کے سوانح آپ پڑھیں گے یہ جملہ ضرور ہوگا کہ فلاں حضرت سے سند فراغت لے کر فلاں بزرگ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور وہاں اتنا عرصہ قیام کیا اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک نہیں بلکہ میری نظر سے جتنے قدیم علماء کی سوانح گزری ہیں، کم وبیش سب میں یہ بات ہے کہ علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد اللہ اللہ کرنے کیلئے کسی خانقاہ کا رخ کرتے تھے اور وہاں سے برکات حاصل

> **تصوف کا حاصل فنائے ذات ھے جو علوم ظاھریہ کی ضد ھے۔ علوم ظاھریہ پڑھنے والوں کی اکثریت میں اپنی ذات کی برتری اور بڑائی کا خیال آجاتا ھے۔**

کرنے کے بعد عملی میدان میں آتے تھے۔ اب آ کر ادوار زمانہ سے اور ہماری بدقسمتی سے۔۔۔۔۔۔۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ علوم ظاہریہ کی تکمیل بھی بہت کم خوش نصیب کرتے ہیں۔ ایک عجیب دور آ گیا ہے کہ جسے دو چار تقریریں کرنا آ جاتا ہے وہ مدرسہ سے بھاگ جاتا ہے، علامہ بن جاتا ہے، مولانا بن جاتا ہے۔ وہ ہوتی وہی دو چار تقریریں ہی ہیں، ایک یہاں کی، ایک آگے کی، جہاں وہ ختم ہو گئیں وہاں پھر شروع سے شروع کر دی۔ یعنی تحصیل علم بھی، ظاہری علوم بھی کوئی بڑے ہی خوش نصیب ہیں جو حاصل کرتے ہیں ورنہ اکثریت تھوڑا بہت گزارا کر کے مولوی بن کے بھاگ جاتے ہیں، اور پھر بہت کم ایسے خوش نصیب ہیں کہ جو علم حاصل کرنے کے بعد پھر یہ برکات قلبی بھی حاصل کرتے ہیں، اللہ عطا ہے۔ اور امت کی اصلاح اہل علم کی اصلاح کے مرہون منت ہوتی ہے۔ علماء کی اصلاح ہو گئی تو پوری امت کی اصلاح ہوگی۔ اور خدانخواستہ اگر علماء بےعمل ہو جائیں گے تو خطرہ ہے کہ پوری امت کو بےعمل کر دیں گے۔

اللہ کریم ہم سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائے، اپنی محبت نصیب فرمائے، نبی اکرم ﷺ کی محبت نصیب فرمائے، دین پر زندہ رکھے، دین پر موت نصیب فرمائے اور دین داروں کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

سلامتی ہو اللہ کے بندوں پر

یہ انقلاب تو آنا ہے، اسلام کو غالب ہونا ہے۔ پوری دنیا کا کفر متحد ہو رہا ہے، منافقین بھی اس میں جمع ہو رہے ہیں اکثریت جو نام کی مسلمان ہے وہ بھی ڈالر وصول کر رہی ہے عیش و عشرت کر رہی ہے اور شباب و کباب میں مست ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ ان کشتیوں کو انہی شراب کے مٹکوں میں ڈوبنا ہے۔ ان عیش و نشاط کی محفلوں کو اجڑنا ہے اور اللہ اکبر کی صداؤں کو آسمانوں تک پہنچنا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

سالانہ اجتماع، منارہ 28-7-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ ○

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط اٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ○

سورۃ النمل کی آخری آیہء مبارکہ ہے اور اس سے پہلے قوم لوط کا ذکر چل رہا ہے ان کے عادات و اطوار اور اس کے نتیجے میں عذاب الٰہی۔ صورت حال یہ تھی کہ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گنتی کے چند لوگ تھے اور دوسری طرف برائی اور ظلم اور کفر و شرک میں مبتلا پوری قوم تھی تو بات یہاں تک پہنچی۔

فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِکُمْ ج اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ○

کہ لوط علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ جو چند افراد ہیں انہیں اپنے شہروں سے نکال دو آبادیوں سے دور کر دو کہ یہ اپنے آپ کو بڑا مقدس انسان سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ ہمارے کردار میں شریک ہی نہیں ہوتے بلکہ اس پہ تنقید کرتے ہیں، ہمیں غلط کہتے ہیں یعنی صورت حال یہ بن گئی کہ مومن ظاہری حالات میں اپنی حیثیت کھو بیٹھے، وہ قابل نہیں تھے کہ ان کا کوئی مقابلہ بنتا یا آگے سے وہ بھی یہ کہہ سکتے کہ تم ہمیں کیسے نکالو گے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو پھر عذاب الٰہی آیا اور عذاب الٰہی میں صرف وہ افراد بچے جو لوط علیہ السلام کے ساتھ تھے اور باقی جو دنیوی اعتبار سے بڑے طاقتور یا جن کے ساتھ کثرت تھی افراد کی، اسباب کی، وہ تباہ ہو گئے۔ اسی طرح مختلف اقوام کی صورت حال قرآن حکیم نے بیان فرمائی ہے۔

یہ یاد رہے کہ قرآن حکیم کو تاریخ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ قرآن کتاب ہدایت ہے تاریخ کی کتاب نہیں ہے، تاریخی واقعات کو ہدایت کیلئے استعمال فرماتا ہے اور یہ واضح کرنے کیلئے کہ کردار پر کس طرح نتائج مرتب ہوتے ہیں پہلی اقوام کی مثالیں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ظاہراً حالات ایسے ہو گئے جیسے وہ دین کو دینداروں کو ملیا میٹ کر دیں گے۔ اور ان چند افراد کے پاس جن میں اللہ کا نبی علیہ السلام بھی شامل تھا ظاہری اسباب نہیں تھے کہ ان کا مقابلہ کرتے۔ اب ایک ہی صورت تھی کہ حق مٹ جاتا، انہیں بھی شہید کر دیا جاتا یا جنگلوں میں دھکیل دیا جاتا، کوئی ان کی بات ہی نہ سنتا، کوئی انہیں مل ہی نہ پاتا اور باطل سراسر غالب آ جاتا۔ فرمایا اسی وقت عذاب الٰہی نے ان کو پکڑا اور وہ بربادی سے اس طرح دوچار ہوئے کہ نابود ہو گئے۔ نتیجتاً ارشاد ہوتا ہے: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں تمام اچھائیاں سارے کمالات صرف اللہ کے لئے ہیں۔ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط اور سلامتی ہو ان لوگوں کے لئے جنہیں اللہ کریم چن لیتے ہیں۔ اٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ ○ اور کافر اور مشرک جس طرح اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں اللہ اس سے بہت بالاتر اور عظیم تر ہے اور بہتر ہے۔

سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ کریم چن لیتے ہیں کچھ لوگوں کو تو اس میں انسانی کمال کیا ہے، انسان کا اختیار اس میں کہاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

گیا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کریم کے چن لینے کا انداز کیا ہے؟ کیا کسی کا قد کاٹھ ماپ کر چنتے ہیں، اس کی تعلیمی قابلیت کو دیکھ کر چنتے ہیں؟ کوئی تو سبب ہوگا جس پر اللہ کریم بندے چن لیتے ہیں اپنے لئے اپنے دین کیلئے اپنے نام کیلئے۔ جب آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔" کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر محنت نہ کیجئے (کچھ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ اس طرح سے پیش آ رہے تھے کہ آپ ﷺ کو اتنا عرصہ ہوگیا انہیں اللہ کی طرف بلاتے ہوئے اور یہ نہیں آئے تو پھر مزید محنت نہ کیجئے) اس لئے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے، کانوں پر مہر کر دی ہے، آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ تو یہ سوال عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ، جب اللہ نے دلوں پر مہر کر دی، کانوں پر مہر کر دی، آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جو ذرائع علم تھے وہ اللہ نے مسدود کر دیئے، بند کر دیئے تو پھر ان کا کیا قصور ہے؟ فرمایا! ان کا قصور یہ ہے کہ ان کے جرائم ان کی گستاخیوں، ان کی نافرمانیوں کے سبب مہر کی گئی۔ بلا جواز مہر نہیں کی گئی یعنی ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ اسی طرح گناہوں کی بھی ایک حد ہے۔۔۔۔۔ ایک کشتی ہے پانی پر تیر رہی ہے اس پر آپ رتی برابر ایک کنکر پھینکتے ہیں کیا فرق پڑتا ہے لیکن اگر پھینکتے ہی چلے جائیں گے تو ایک دن ان رتی برابر کنکروں کا اتنا بوجھ ہو جائے گا کہ وہ کشتی ڈوب جائے گی۔ حالانکہ ایک قطرہ ٹپکتا رہے پانی کا، ایک قطرہ کسی ٹونٹی سے ٹپک

ہونا شروع ہو جائے، نیچے چپس کا، سیمنٹ کا پکا فرش ہے، ایک قطرے سے اس کا کیا بگڑے گا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ہم دیکھتے ہیں گڑھا پڑ جاتا ہے تو ایک ایک قطرہ ہی اسے کاٹتا ہے نا۔ اسی طرح اللہ کی نافرمانی بھی دل میں اس طرح کی کیفیت پیدا کرتی ہے، اس طرح کی سیاہی ظلمت پیدا کرتی ہے کہ اگر اسے بڑھاتا ہی رہے، انسان بڑھاتا ہی رہے، بڑھاتا ہی رہے تو ایک وقت آتا ہے کہ اس کیلئے توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، توفیق توبہ سلب ہو جاتی ہے۔ جس طرح نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ یا اللہ روئے زمین پر کسی ایک کافر کو بستا نہ چھوڑ، سب کو تباہ کر دے۔ اللہ نبی ہے بندوں کی بخشش کیلئے مبعوث ہوا ہے اور کافروں کو ایمان تقسیم کرنے کیلئے، اللہ کی راہ پر لانے کیلئے مبعوث ہوا ہے اور عرض کر رہا ہے۔ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ۔ روئے زمین پر کسی ایک کافر کو زندہ نہ چھوڑ۔ ساتھ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وجہ ارشاد فرمائی کہ ساڑھے نو سو سال میں ان میں محنت کر چکا ہوں ان کا حال یہ ہے کہ "اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ" اے اللہ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی آپ نے باقی چھوڑ دیا۔ لَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ تو ان کی نسلیں بھی بدکار اور کافر ہی ہوں گی۔ یعنی اس قدر کفر میں دھنس چکے ہیں اس قدر کفر میں ڈوب چکے ہیں کہ ان سے آگے جو نسل چلے گی اس کے بھی ایمان لانے کی توقع نہیں ہے۔

لیکن جب طائف میں نبی علیہ الصلوٰۃ کے پاس اللہ نے پہاڑوں کے فرشتے کو ملک الجبال کو بھیج دیا کہ اہل طائف نے میرے حبیب ﷺ پر پتھر پھینکے ہیں تم یہ طائف کے بڑے بڑے پہاڑ اٹھا کر ان پر پھینک دو لیکن میرے نبی ﷺ سے اجازت لے لو تو آپ ﷺ نے جو عذر پیش کیا وہ یہ تھا کہ ان کیلئے بخشش چاہی اور وہاں حضور ﷺ نے جو عذر پیش کیا وہ یہ کہ ہو سکتا ہے اللہ ان کی نسلوں سے میرے ماننے والے پیدا کر دے یعنی یہ اس حد کو، بگاڑ کو نہیں پہنچے، خرابی کی اس انتہا کو نہیں پہنچے کہ اللہ کا نبی علیہ الصلوٰۃ مایوس ہو جائے کہ ان کی آئندہ نسلوں سے بھی خیر کی توقع نہیں ہے۔ وہ بگاڑ کی اس حد کو پہنچ چکے تھے کہ اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی کہ ان کی آئندہ نسلوں سے بھی کسی خیر کی کوئی توقع نہیں۔

تو یہ جو انتخاب الٰہی ہوتا ہے یہ اس کیفیت پہ ہوتا ہے جو بندے کے دل میں طلب الٰہی کی ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کے اعمال کیسے ہیں جب وہ منتخب کر لیتا ہے تو توفیق اعمال بھی ارزاں فرما دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ روئے زمین پر قیامت تک جس قدر ولایت الٰہی تقسیم ہوگی اگر تمام اولیاء اللہ کی ساری ولایت جمع کی جائے اور ایک دوسرے پر ایک مینار بناتے جائیں آپ تو تبع تابعین کی گرد پا کو پہنچے گی اس سے اوپر تابعین ہوں گے اور تابعین سے اوپر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں۔ کیا یہ لوگ سارے نیک تھے صالح تھے اعمال میں سلاحیت

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں تھی لیکن دل اس قدر تباہ نہیں ہوئے تھے کہ ان میں توبہ کی توفیق نہ ہوتی اس معاشرے میں رہتے تھے ایک سا کردار تھا اک سے افکار تھے ایک معیشت تھی ایک سی معاشرت تھی لیکن پھر بھی اس خطا کار اور بے دین معاشرے میں بھی کچھ قلوب ایسے تھے جن میں تھوڑی سی طلب باقی تھی رائی برابر ہی وہ جب شمس نبوت کے سامنے آئے تو وہ جو ایک قطرہ تھا سمندر بن گیا اور جو بالکل کھو رکھتے۔ تو کوئی پہلو جمال کا انہیں نظر نہیں آتا، اخلاق کریمانہ میں کوئی بات نظر نہیں آتی، ارشادات عالیہ میں کوئی بات نظر نہیں آتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ نظریں کھو چکے تھے۔ دل کی نگاہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے بند ہو چکی تھیں اور جن میں ذرہ برابر بھی رمق باقی تھی انہیں اللہ نے چشم بینا عطا کر دی۔ ایک جمال میں ایک نگاہ میں عظمت صحابیت پہ سرفراز ہو گئے۔

جب بھی کفر گھٹاؤں کی طرح چھا جائے، جب بھی یہ سمجھ آنے لگے کہ اب اسلام نہیں بچے گا تو پھر اللہ کی گرفت آتی ہے اور اس طرح آتی ہے کہ کفر کا نشان مٹ جاتا ہے اور اللہ کا دین غالب آتا ہے۔

چکے تھے انہیں محمد رسول اللہ ﷺ میں بھی اعتراض ہی نظر آئے کمال نظر نہیں آیا۔ یعنی انہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ پر، آپ ﷺ کی صورت جمیل پر۔۔۔۔۔ آپ ﷺ کا تو نقش خیال ہی ایسا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسرا ایسا خیال نہیں ہو سکتا۔ عکس جمال ایسا ہے کہ اللہ نے کوئی دوسرا پیدا نہیں فرمایا۔ ارشاد فرماتے تو الفاظ اور جملوں سے لیکر آواز تک کی خوبصورتی کی مثال ملنا کائنات میں ممکن نہیں۔ یعنی جہان بھر کا حسن جہان بھر کے کمالات ایک طرف جمع کر دیئے جائیں تو اکیلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے مقابلے میں پرکاہ حیثیت نہیں

تو وہ جو دل کی گہرائی میں اک طلب ہوتی ہے جہاں وہ باقی ہو ان بندوں کو کفر کا دباؤ پڑتا ہے تو اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے اور چن لینے کا یا منتخب ہو جانے کا جو ہے سرٹیفکیٹ یا سند یہ ہے کہ جسے چن لیتا ہے اسے اپنی اطاعت کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ ہم اس پہ نہ رہیں کہ ہمیں تو اس نے چن لیا اب ہم جو جی چاہیں کریں۔ نہیں، جب چن لیتا ہے تو توفیق اطاعت ارزاں کر دیتا ہے۔ بخاری شریف میں بھی ہے، مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے کہ صحابہ بدر اب اس کے بعد جو جی چاہیں کریں جنت ان کا حق ہے جنت ان کی ملکیت ہے۔ محدثین کرام نے اس پر بڑی طویل

بحثیں کی ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد فرما دینا کہ جو جی چاہے کریں۔ تو جی چاہے میں تو گناہ سے بڑھ کر کفر و شرک بھی آ جاتا ہے اس پہ بھی تو پابندی نہیں کہ صرف شرک نہ کریں باقی جو جی چاہے کریں یہ تو نہیں فرمایا سادہ سا فرما دیا جو جی چاہے کریں اور اللہ نے جو طے کر دیا کہ کافر اور مشرک جنت میں نہیں جائے گا تو یہ کیسے اس حدیث کا مفہوم سمجھا جائے تو وہاں وہ فرماتے ہیں کہ جن کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا اب وہ کام ہی وہی کریں گے جو اہل جنت کو زیب دیتے ہیں یعنی ان کا جی چاہے گا ہی ان چیزوں کو جو اہل جنت کو زیب دیتی ہیں۔ یہ ہوتا ہے ''اصطفیٰ''۔ یعنی انہیں چن لیا نا اللہ نے۔ اس چن لینے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نافرمانی کو جی نہیں چاہتا اگر غلطی سے بتقاضائے بشریت ہو جائے تو دکھ لگتا ہے آنسو بہہ نکلتے ہیں دل پر چوٹ پڑتی ہے کہ میں نے اپنے محبوب کی سنت کے خلاف کیوں کیا میں نے اپنے اللہ کی رضا کے خلاف کیوں کیا اور اطاعت میں مزا آتا ہے لطف آتا ہے جی چاہتا ہے مزید کرنے کو۔ تو فرمایا جب بھی کفر گھٹاؤں کی طرح چھا جائے جب بھی یہ سمجھ آنے لگے کہ اب اسلام نہیں بچے گا تو پھر اللہ کی گرفت آتی ہے اور اس طرح آتی ہے کہ کفر کا نشان مٹ جاتا ہے اور اللہ کا دین غالب آتا ہے لہٰذا کہہ دو سارے کمالات اسی کیلئے ہیں اور سلامتی ان لوگوں کیلئے ہے۔ جنہیں وہ چن لیتا ہے انہیں باقی رہنا ہے سلامتی ان کا حق ہے ان کا حصہ ہے۔

اب ایک بات اور میں عرض کرنا

www.naqshbandiaowaisiah.com

چاہوں گا نبی علیہ الصلوٰۃ کا ارشاد عالی ہے جو جو فضائل اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ان میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ بعثتِ عالی کے بعد آسمان سے کسی قوم پر اجتماعی عذاب نہیں آئے گا جس طرح قوم لوط غرق ہوگئی جس طرح قوم نوح علیہ السلام غرق ہوگئی یا دیگر اقوام کسی پر آگ برسی، کسی پر پتھر برسے کسی پر طوفان آیا عاد ثمود کی طرح۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری بعثت کے بعد من حیث القوم آسمان سے کسی قوم پر عذاب نہیں آئے گا اور یہ حیا ہے اس گنبد خضراء کا جہاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اسلئے اجتماعی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی ابرہہ چڑھ دوڑے بیت اللہ کی طرف تو ابابیل نہیں آئیں گے۔ وہ تو آسمانی عذاب تھا نا وہ تو نہیں آئے گا۔ تو پھر کیا ہوگا۔ یہ سارا کام اللہ لے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والوں سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں سے۔ اور انہی کی تلوار گردن مارے گی ظلم کی اور کفر کی۔ اللہ انہی سے کام لے گا اب ابابیلیں نہیں بھیجے گا، پتھر نہیں برسائے گا، آگ نہیں برسائے گا۔ جنہیں اللہ چن لے گا وہ کفر پر غالب آئیں گے انشاء اللہ العزیز اور یہ بغیر کسی شک و شبہے کے یقینی بات ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔

جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس سے ناامید ہونے کی ضرورت نہیں کہ آج آئے کل آئے دس سالوں بعد آئے یہ انقلاب تو آنا ہے، اسلام کو غالب ہونا ہے۔ اللہ کرے کہ جن لوگوں کو غلبہ دین کا سبب بنائے ان میں ہمیں بھی شامل فرمائے۔ پوری دنیا کا کفر متحد ہو رہا ہے، منافقین بھی اس میں جمع ہو رہے ہیں۔ اب ایک چھوٹی سی جماعت چھوٹے چھوٹے لوگ تھوڑے تھوڑے لوگ بے ساز و سامان لوگ، بغیر اسباب کے لوگ ٹکڑیوں ٹکڑیوں میں ہر ملک کے کونے میں، کسی شہر میں کسی گاؤں میں کسی دیہات میں کسی ڈیرے پہ، تھوڑے تھوڑے لوگ درد دل لئے بیٹھے ہیں، تھوڑے تھوڑے لوگوں کو دکھ ہو رہا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اکثریت جو نام کی مسلمان ہے وہ بھی ڈالر وصول کر رہی ہے عیش و عشرت کر رہی ہے اور شباب و کباب میں مست ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ ان کشتیوں کو انہی شراب کے مٹکوں میں ڈوبنا ہے ان عیش و نشاط کی محفلوں کو اجڑنا ہے اور اللہ اکبر کی صداؤں کو آسمانوں تک پہنچنا ہے۔ اسلام کو غلبہ نصیب ہونا ہے اور یہ بڑی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ احادیث مبارکہ کے مطابق حق و باطل کا یہ معرکہ اسی سرزمین پر، الہند پر لڑا جائے گا۔ اطاعت الٰہی سے ذکر اذکار سے کوئی لمحہ درود سے خالی نہ جائے، چلتے پھرتے درود شریف پڑھتے رہو تو شاید اس کی نگاہ کرم ہمیں بھی یہ توفیق عطا کر دے ان خادموں میں شامل کر لے ورنہ وہ آرزو تو دل میں ہو، موت بھی آ جائے تو یہ تمنا تو دل میں ہو کہ جب معرکہ حق و باطل بپا ہو تو میں حق کی طرف سے اپنی خدمات اپنی جان پیش کر سکوں۔ یہ آرزو بھی بڑی قیمتی ہے۔ ظاہری حالات سے میں تو آج تک پریشان ہوا نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی مسلمان کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ حالات اپنے آپ اس منطقی انجام کی طرف لے جا رہے ہیں جہاں انہیں عذاب الٰہی کا سامنا کرنا ہوگا۔ اور بندہ مومن کی تلوار ان پر عذاب الٰہی بن کر لپکے گی انشاء اللہ العزیز۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ہم کردار میں افکار میں یاد الٰہی میں۔۔۔ اور ایک بات یاد رکھو درود شریف کو حتمی وظیفہ بنا لو۔ جتنا کثرت سے درود پڑھو گے اتنی کثرت سے حاضری بارگاہ نبوت ﷺ میں لگتی رہے گی اور اتنا کرم باری آتا رہے گا۔ اللہ کریم توفیق ارزاں فرمائے۔

حمد باری تعالیٰ

جس کی مخلوق ہے ساری مدحت سرا
آؤ ہم بھی کریں اس کی حمد و ثنا
گل کی رنگینیاں طوطیوں کی صدا
تیری ہستی کا دیتی ہے ہر شے پتا
چاہیے یہ کہ اپنائیں ہم ان کی خُو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو
کر دیا آسماں بے ستوں ہی کھڑا
اور اس میں دیئے ماہ و انجم سجا
ساری مخلوق کا جو ہے تنہا خدا
ہے وہی تو سزا وارِ حمد و ثنا
دے اویسی تو پیغام یہ کُو بہ کُو
اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

عبدالرزاق اویسی۔ ٹوبہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

علم کیا ہے

جو بھنگ گھوٹ رہا ہے چرس پی رہا ہے افیون کھا رہا ہے اس کے گرد اگرد بھی لوگ کھڑے ہیں کہ جی بڑا ولی اللہ ہے۔ اپنی ہوش نہیں، برہنہ پڑا ہے اور وہ لوگ سجدے کر رہیں، حکمران سجدے کر رہے ہیں، بے نظیر صاحبہ کر رہی ہیں، میاں نواز شریف دعائیں منگوانے جاتے ہیں، جو آدمی اپنا ستر نہیں ڈھانپ سکتا تمہیں حکومت کہاں سے دے گا۔ جہالت کی یہ حد ہے نا، حد ہے نا جہالت کی کہ ایک آدمی جسے یہ نہیں پتا کہ گرد اگرد بندے کھڑے ہیں میں ننگا ہوں یا میرا وجود ڈھکا ہوا ہے وہ تمہیں حکمران بنا دے گا۔ کیوں کرتے ہیں لوگ ایسا؟ فا نھم لا یعلمون۔ وہ جاہل ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

سالانہ اجتماع، منارہ 26-07-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْہُ سَاعَۃً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ٥

سورۃ السبا میں اٹھائیسویں آیہ مبارکہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۔ اے حبیب پاک صلی اللہ علیک وسلم ہم نے آپ ﷺ کو ساری انسانیت کیلئے ''بشیر'' (خوشخبری دینے والا) اور ''نذیر'' اگر کوئی نافرمانی کرے تو اس کے خطرناک نتائج سے بروقت مطلع کرنے ''نذیر'' والا بنا کر بھیجا ہے۔

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥

لیکن لوگوں کی اکثریت اس حقیقت کو جان نہ سکی۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ نزول آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تو خود آدم علیہ السلام پہلے نبی تھے جس طرح وہ تمام بنی نوع انسان کے جد امجد ہیں تو اللہ کے پہلے نبی بھی آدم علیہ السلام خود نبی تھے۔ پھر ان کی اولاد میں یہ سلسلہ نبی اکرم ﷺ تک جاری رہا انبیاءؑ کی حقیقی تعداد صرف اللہ رب العزت کو معلوم ہے۔ لیکن کتابوں میں جو حوالے دیئے جاتے ہیں ان کے مطابق کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کا تذکرہ ملتا ہے لیکن یہ کوئی حتمی تعداد نہیں ہے اس لئے کہ دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ ہم نے کوئی قوم ایسی نہیں چھوڑی جس میں نبی مبعوث نہ کیا ہو۔ دنیا میں کہاں کہاں آبادیاں تھیں، کتنے لوگ تھے، کتنی قومیں آئیں، کتنی برباد ہو گئیں یہ کوئی نہیں جانتا کہ کرہ ارض کس وقت کتنا آباد تھا۔ کس زمانے میں رہا ہو گا، کیسے لوگ تھے، کونسی قوم تھی۔ اور کتاب اللہ میں ارشاد بھی ہوتا ہے:۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الارضِ فانظر وا ۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو تمہیں بے شمار آثار اور نشانیاں ملیں گی۔ کَیْفَ کَانَ عاقبتہ ۔ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا۔

تو انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے، ہر نبی نے ایک ہی عقیدے کی تبلیغ کی، ذات باری کے بارے، اپنی نبوت کے متعلق، آخرت کے متعلق، برزخ کے متعلق، فرشتوں کے وجود کے متعلق، جنت و دوزخ کے متعلق۔ یعنی جتنے بنیادی عقائد ہیں وہ وہی ہیں جو آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمائے۔ نوح علیہ السلام نے تعلیم فرمائے تمام اولوالعزم رسولوں نے تعلیم فرمائے اور تمام انبیاءؑ کی جماعت نے وہی نظریات وہی عقائد تعلیم فرمائے، وہی عقائد آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائے۔ اس لئے کہ عقائد کے بارے جتنی باتیں اللہ کی ذات اور صفات کے متعلق ہیں، جتنی باتیں آخرت جنت و دوزخ کے متعلق ہیں یہ خبر ہیں اور خبریں تبدیلی نہیں ہوتی اگر خبر بدل جائے تو پھر دونوں سچی

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں ہوتیں یا پہلے والی سچ ہو گی یا بعد والی سچ ہو گی لہٰذا عقائد و نظریات میں کسی نبی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے بعد آ جاتی ہے باری احکام کی، اوامر و نواہی کی۔ اوامر و نواہی ہر قوم کی استعداد کے مطابق، اس کے نصیب کے مطابق جتنا رب نے چاہا اسے عطا کر دیا۔ عبادت کا موقع جس طرح سے چاہا اسے عطا کر دیا۔ حلت و حرمت میں تبدیل ہوتی رہی۔ بعض قوموں میں بعض جانور حلال تھے بعض قوموں میں حرام کر دیئے گئے۔ بعض قوموں میں بعض طریقے جائز تھے دوسری قوموں ناجائز ہو گئیں احکام جو ہیں وہ مصلحت کے تحت تبدیل ہوتے رہے اور حکم کی تبدیلی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ حکم دینے والے کی ذات پر منحصر ہے کہ کسی سے کس وقت کیا خدمت لینا چاہتا ہے۔ جو پہلے ہو رہا تھا وہ بھی حق ہے جو دوسرا حکم دے دیا وہ بھی حق ہے۔ لیکن بعثتِ آقائے نامدار ﷺ ایک ایسا انقلاب ہے جو تاریخ انسانیت میں ایک ہی بار آیا۔ قوموں کے حالات مختلف تھے، ان کی استعدادیں مختلف تھیں، ان کا شعور مختلف تھا، تھوڑے تھوڑے وقفے سے کھانا پینا بدل جاتا ہے۔ اب یہاں ہم روزانہ اناج کھاتے ہیں اور اگر کوئی بیمار ہو تو اسے ہم چاول دیتے ہیں لیکن آپ بنگلہ دیش میں جا کر دیکھیں تو وہ روزانہ چاول کھاتے ہیں، جس دن کوئی بیمار ہو وہ آٹے کا پھلکا بنا کر دیتے ہیں یعنی وہ بیمار کیلئے یہ غذا تجویز کرتے ہیں جو ہماری روزمرہ کی ہے یا جس طرح ہم بیمار کیلئے چاول تجویز کرتے وہ گندم کی روٹی تجویز کرتے ہیں۔ اتنا فاصلہ ہوتا ہے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد۔ پھر موسموں میں اختلاف تھا، شب روز میں اختلاف تھا تو ایک رسالت جو ان سارے اختلاف میں ایسا معتدل راستہ دے اور وہ راستہ مکمل زندگی کا نظام بھی ہو اور اس قابل بھی ہو کہ روئے زمین پر ہر فرد و بشر اس پر عمل کر سکے، ہر موسم میں اور ہر حال میں..... یہ معمولی بات نہیں ہے۔ یہ انقلاب ہے جو دنیا پہ ایک ہی دفعہ آیا اور پھر کبھی نہیں آیا۔ اور امام انقلاب ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ،

> **ہم نے کوئی قوم ایسی نہیں چھوڑی جس میں نبی مبعوث نہ کیا ہو۔**

باقی سب باتیں ہیں۔ یہاں تو کسی کا مکان گر جائے تو کہتے ہیں انقلاب آ گیا، کوئی آندھی طوفان آ جائے تو انقلاب آ گیا، حکومت بدل جائے تو انقلاب آ گیا، انقلاب ہوتا ہے کہ اجتماعی صورت حال کو تبدیل کر دیا جائے۔ انقلاب کا معنی یہ ہے کہ جو صورت حال ہے اس کو تبدیل کر دیا جائے اور خرابی سے بہتی کی طرف تبدیل کیا جائے تو پوری انسانیت جو تباہی کی طرف جا رہی تھی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ میری مثال ایسی ہے جیسے کہیں جنگل میں آگ جل رہی ہو اور پروانے لپک لپک کر اس میں گر رہے ہوں اور کوئی شخص ہو جو بھاگ بھاگ کر انہیں بچانے کیلئے پکڑ کر آگ سے دور لے جا رہا ہو۔ کہ جہنم بھڑک رہا ہے اور نسل انسانی دھڑا دھڑا اس میں گرنے کیلئے بھاگ رہی ہے اور میری مثال یہ ہے کہ میں بھاگ بھاگ کر ان کو پکڑتا ہوں اور انہیں بچانے کیلئے کوشش کر رہا ہوں۔

اب یہ سارے لوگ جہنم سے کیسے بچیں گے کیا برصغیر کیلئے کوئی ایسا قانون بنایا جائے جو برصغیر میں قابل عمل ہو، وسط ایشیائی اقوام کیلئے کوئی ایسا بنایا جائے جو وہاں قابل عمل ہو، چین کیلئے الگ ہو، جاپان کیلئے الگ ہو، افریقی ممالک کیلئے الگ ہو، یورپین ممالک کیلئے الگ ہو، سکنڈے نیوین کا الگ ہو، شمالی جو ممالک ہیں اور امریکہ اور کینیڈا کا الگ ہو، گرین لینڈ کا الگ ہو۔ یہ تو سوچا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک ایسا قانون دینا جو صحرائے عرب سے لیکر بحر منجمد شمالی تک اور بحر منجمد جنوبی تک پورے کرہ ارض پر موسم بدلتے رہیں، شب و روز بدلتے رہیں، لوگوں کی غذا بدلتی رہے، عادات و اطوار بدلتے رہیں لیکن زندگی کا جامع ایسا نظام دینا جو سب کیلئے قابل عمل ہی نہ ہو بلکہ آسان ترین راستہ ہو۔ تو کوئی بھی کہیں بھی یہ تجزیہ کر کے دیکھ لے کہ احکام جو خرید و فروخت کے ہیں اسلام کے، اسلام کے جو نکاح طلاق کے احکام ہیں، اسلام کے جو جزا و سزا کے احکام ہیں، معیشت کے ہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

یا اخلاقیات کے ہیں یا عبادات کے ہیں ان سے ہٹ کر جہاں بھی آپ دیکھیں گے زندگی کو ان سے دشوار پائیں گے۔ کہیں بھی کسی جگہ بھی آپ اسلام کے ضابطہ اخلاق کو دیکھ لیں، اسلام کی حدود کو دیکھ لیں، اسلام کی معیشت یا معاشرت کو دیکھ لیں جس پہلو سے آپ دیکھیں گے، جو کام بھی اسلام کے اصول سے ہٹ کر کیا جائے گا وہ نہ صرف یہ کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہوگا بلکہ اس کا کرنا اسلام پر عمل کرنے سے مشکل ہوگا۔ اللہ رب العلمین جس نے خود بندے پیدا کیے، خود بندوں کو استعداد دی، جس نے خود موسم پیدا کیے اور جو جانتا ہے کہ کس موسم میں کیا ممکن ہے، جس نے خود غذائیں پیدا کیں اور بندوں کے نصیب میں لکھ دیں کہ کسے کہاں کیا کھانے کو ملے گا جس نے بیداری اور نیند خود پیدا کی، جس نے دن اور رات کو خود بنایا ان کی خصوصیات خود پیدا فرمائیں، وہی ایک ذات ہے جو یہ طے کرسکتی ہے کہ کون سا ایسا کام ہے جو دنیوی انقلابات اور دنیوی تبدیلیوں اور دنیوی تغیرات سے بالاتر ہو اور اسے دنیا کے موسم متاثر نہ کریں، قوموں کے مزاج متاثر نہ کریں، لوگوں کی استعداد متاثر نہ کرے بلکہ پوری انسانیت کیلئے قابل عمل ہو یہ طے کرنا صرف اللہ رب العزت کا کام ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا:۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ میرا نبی ﷺ اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیتا اپنی پسند سے کچھ کرنے کو یا کسی کام کے نہ کرنے کو نہیں کہتا جب تک کہ وحی الٰہی نہیں آتی۔ لب ہلتے ہیں محمد رسول ﷺ کے لیکن بات ہوتی ہے اللہ رب العلمین کی۔ کیا یہ بجائے خود ایک عظیم تر معجزہ نہیں ہے کہ روئے زمین کی انسانیت کو ایک دھاگے میں پرو دیا جائے، ایک اذان کہیں، ایک کلمہ پڑھیں، ایک نماز پڑھیں ایک جیسا روزہ رکھیں ایک طرح سے نکاح طلاق کے مسائل ہوں، ایک جیسے خرید و فروخت کے مسائل ہوں ایک جیسے صلح اور جنگ کے احکام ہوں۔ تو کیا انسانوں میں کوئی جھگڑا باقی رہ جاتا ہے؟ جھگڑا تو فرق سے ہے نا۔ ہم کہتے ہیں

> **جب یورپ خوش ہو رہا تھا کہ ہم نے اسلام کا راستہ بند کر دیا اس وقت اللہ نے تاتاریوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دی۔**

جو ہم کرتے ہیں یہ ہونا چاہیے دوسرا کہتا ہے جو میں کرتا ہوں وہ ہونا چاہیے۔ یہ جو مصیبت مسلمانوں پہ پڑی اور حکومت اسلامیہ افغانستان کو جس تباہی سے دوچار کیا گیا اور جتنا قتل عام کیا گیا اس کے پیچھے سوچ کیا تھی؟ میں نے خود صدر امریکہ کی زبان سے یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے سیٹلائیٹ پر کہ:۔

They were going to finish our culture around the globe.

کہ یہ ایک ریاست یا حکومت نہیں بن رہی تھی، یہ ہماری تہذیب کو روئے زمین سے مٹا دینے والا کام کر رہے تھے۔ جس طرح سے ہم رہنا چاہتے ہیں جو ہمارے رہنے سہنے کا طریقہ وہ تو مٹ جاتا اگر یہ حکومت کامیاب ہو جاتی، اس لئے ہمیں یہ حکومت مٹانا پڑی۔ یعنی کافر بھی یہ سمجھتا ہے کہ انسانی سکون اسلامی نظام میں اتنا ہے کہ اگر ہمارے لوگوں کو پتا چلا تو وہ بھی اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے، مسلمان ہونا شروع ہو جائیں گے اور وہ ریاستیں کسی کو فتح نہیں کرنی پڑیں گی بلکہ از خود ریاستیں مسلمان ہو جائیں گی۔ اس کے اس جملے نے یہ اثر کیا کہ پورے امریکہ میں قرآن کریم جہاں چھپتا نہیں تھا اب پریس کم پڑ گئے اور خریدار زیادہ تھے قرآن ملتے ہی نہیں تھے لوگوں نے تلاش شروع کر دی کہ یہ کیا تہذیب ہے جو ہماری تہذیب کیلئے چیلنج بن گئی ہے جس کیلئے ہمارے صدر کو اور فوج کو اور ملک کو اتنی مصیبت پڑ گئی۔ دیکھنا تو چاہئے کہ وہ کیا ہے؟ بجائے اس کے کہ اسلام افغانستان سے مٹتا اسلام امریکہ میں بڑھنا شروع ہو گیا الحمدللہ۔ بھئی وہ قادر ہے اس کی اپنی کارگاہ ہے، اس کا اپنا نظام ہے کہ پہلے ایک دفعہ انہی صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے پھر تاتاریوں کو چڑھایا پھر عیسائیوں نے اپنی لڑکیاں بھیجیں، عورتیں نہیں پیش کیں، تاتاری حکمرانوں کو بہکایا کہ اسلام تمہارے لئے خطرہ ہے مسلمان ریاستوں پر چنگیزی فوجوں کو چڑھا دیا ادھر ہسپانیہ سے مسلمانوں کو ملیامیٹ اور ختم

www.naqshbandiaowaisiah.com

کرنے کے سارے حیلے کر لئے۔ جہاں صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی تھی وہاں ایک نام کا مسلمان باقی نہ چھوڑا، وہ شہید ہو گئے یا ملک چھوڑ گئے یا عیسائی بن گئے چوتھا راستہ کوئی نہ تھا۔

اور جب یورپ خوش ہو رہا تھا کہ ہم نے اسلام کا راستہ بند کر دیا، بہت بڑی ریاست تھی ہسپانیہ کی وہ بھی ختم کر دی، جو متعدد ریاستیں اس طرف تھیں یہ بھی ملیامیٹ ہو گئیں، اس وقت اللہ نے تاتاریوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دی اور وہ ایسا قادر ہے کہ وہی تاتاری جنہیں عیسائی اسلام کو مٹانے کیلئے لائے تھے وہ مسلمان ہو کر اسلامی ریاست بنانے کا سبب بن گئے جس پر علامہ مرحوم نے کہا تھا:

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ اسی بات پر کہا گیا تھا یہ شعر کہ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے۔ عیسائی جو اسلام کو، تاتاری جو اسلام کو ختم کرنے کیلئے نکلے تھے وہ خود اسلام کے داعی اور محافظ بن کر کارگاہ حیات میں اتر آئے۔ تو یہ اس کا نظام ہے اسے کوئی مٹا نہیں سکتا پھر دوسرا معجزہ یہ ہے آقائے نامدار ﷺ کا کہ زمانے جب بدلتے ہیں تو ضرورتیں بدلتی ہیں، زمانے جب بدلتے ہیں تو استعمال کی چیزیں بدلتی ہیں، عہد اقدس میں لوگ گھوڑوں پر اونٹوں پر سوار ہوتے تھے آج عام آدمی بھی ہوائی جہاز پر سواری کرتا ہے۔ عہد اقدس میں تو جو کی روٹی کھائی جاتی تھی آج ڈبل روٹی کھاتا ہے ہر کوئی۔ عہد اقدس میں تو لباس بڑا سادہ، گھر کا بنا ہوا کپڑا پہن لیا جاتا تھا آج بڑی بڑی مشینوں میں بُنا جاتا ہے طرح طرح کا لباس بُنا اور پہنا جاتا ہے۔ اس عہد میں تو عام چپل سی پہنی جاتی تھی آج دو دو پانچ پانچ دس دس ہزار کا ایک جوتا ملتا ہے، اسی طرح کھانے میں پہننے میں سفر میں میل جول میں طور طریقوں میں جب تبدیلی آئی تو ضرورتیں بھی نئی نئی پیدا ہو گئیں نئی نئی چیزیں آ گئیں لیکن زمانے نے لاکھ کروٹیں بدلیں کمال تو یہ ہے کہ اسلام نے جو اصول دیئے وہ اس میں بھی فٹ آ گئے یہ پھر ایک معجزہ ہے اور عظیم تر معجزہ ہے اور قیامت تک

جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتا وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔

جاری رہے گا کہ زمانہ چاہے کتنی کروٹیں لے لے۔ احکام شریعت جو اونٹ کی پیٹھ پر تھے وہی ہوائی جہاز میں بھی موجود ہیں۔ جو حکم سوار کیلئے گھوڑے پر تھا وہ آج موٹر کار ریل اور ہوائی جہاز پر ہے، جو حلال و حرام اس وقت تھا وہی حلال و حرام آج بھی ہے یہی قیامت تک رہے گا لیکن اللہ کریم خود اس بات پر گواہی دیتے ہیں۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ o

لوگ پڑھ پڑھ کر اندھے ہو گئے لوگ کہتے ہیں میں نے اتنی دفعہ ایم۔اے کی چار ڈگریاں لیں تین ڈگریاں لیں پھر پی ایچ ڈی کیا پھر یہ کیا پھر یہ کیا پھر دنیا کی کتابیں ختم کر دیں۔ میں نے سائنس میں بڑی ترقی کر لی۔ میں نے معیشت میں بہت ترقی کر لی۔ اللہ کریم فرماتا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں جانتا وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ کیا خاک جانتا تو نے۔ تو اپنے آپ کو اہل علم میں گردانتا ہے کیا علم ہے تیرا، تو تو جاہل ہے کہ اس کائنات میں کوئی ہے جو سورج کو نہیں جانتا۔ اگر کوئی سورج کو بھی نہیں جانتا تو آپ کیا کہیں گے یہ عالم ہے سائنس دان ہے پڑھا لکھا ہے اور کھربوں سورج آپ ﷺ کے جوتوں پہ نثار کئے جاسکتے ہیں کہ سورج تو ایک بس مخلوق ہے سورج کو تو یہ بھی نہیں پتا میری روشنی کیا کرتی ہے اور آپ ﷺ کو تو ہر فرد بشر کی تقدیر کا پتا ہے کہ بتاتے ہیں کہ تو یہ کرے گا تو یہ ہوگا تو وہ کرے گا تو وہ ہوگا۔ پھر بتاتے ہی نہیں کوئی دامن سے وابستہ ہو جائے تو اسے بناتے بھی ہیں صرف بتانا نہیں بنانا بھی آپ ﷺ کا کام ہے۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ ۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اتنا سخت دل تھا کہ میں اپنی تیرہ بچیوں کا قاتل ہوں جب بچی پیدا ہوتی میں زندہ گاڑ دیتا اور ایک بچی کیلئے میں ابھی روتا ہوں۔ میں سفر پہ تھا تجارتی سفر پہ تھا کئی مہینوں بعد واپس آیا بچی بڑی ہوئی سال دو سال بعد واپس آیا میں نے بیوی سے کہا تو نے اسے گاڑا کیوں نہیں۔ میں بچی کو اٹھا کر لے گیا ویرانے میں گڑھا کھودنے لگ گیا وہ کنارے پہ کھڑی تھی عجیب بات ہے کہ میری داڑھی پر جو

www.naqshbandiaowaisiah.com

خاک پڑ گئی تھی وہ اسے جھاڑ رہی تھی اور میں نے اسے زندہ گاڑ دیا۔ میرے چہرے پر جو مٹی پڑی وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے میری داڑھی جھاڑ رہی تھی اور چہرہ صاف کر رہی تھی اور میں نے اسے زندہ گاڑ دیا۔ ایسے لوگوں کو وہاں سے لیا اور عظمت صحابیت پہ سرفراز کر دیا۔ جو قتل کرنے کیلئے گھر سے نکلے انہیں فاروق اعظمؓ بنا دیا کہ ظلم اور عدل کے درمیان یہ حد فاصل ہے حق اور باطل کے درمیان فرق کا اس کے وجود سے پتا چل جائے گا۔ نکلے کس لئے تھے گھر سے کہ ایک آدمی ہیں اور سارے عرب کو مصیبت پڑ گئی۔ میں ایک وار میں قصہ تمام کر دیتا ہوں نہ بندہ ہوگا نہ جھگڑا ہوگا۔ صرف بتایا نہیں لوگوں کو خاک سے اٹھایا اور اللہ کے روبرو کر دیا، جمال باری سے آشنا کر دیا، لوٹ کر کھانے والے لٹانے پہ آ گئے۔ جن کا پیشہ تھا کہ لوٹ کر کھاتے تھے وہ لٹوا کر خوش ہوتے تھے، بدل دیئے لوگ۔ کھال نہیں بدلی، قد نہیں بدلا، حلیہ نہیں بدلا، رنگ نہیں بدلا لیکن بندہ بدل گیا۔ جس نے ''الف'' ''ب'' نہیں پڑھا تھا وہ بھی دنیا کا امام ہو گیا، عقل و خرد میں بھی، علم و عمل میں بھی۔ چرواہے آئے اور آپ ﷺ نے جرنیل بنا دیئے۔ کمال ہے!

ایک صحابی، ایک عربی، ایک بدوی، گلہ چھوڑ کر آیا گلہ چراتے چراتے ایمان لانے کیلئے بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا، ایمان لایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آیا، فرمایا! صبح جہاد پر جو لشکر جا رہا ہے اس کا جرنیل یہ ہوگا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرنیل کہہ دیا تو وہ جرنیل بن گیا۔ ہمارے یہاں اکیڈمیوں میں پڑھتے ہیں، ساری عمر لگاتے ہیں، دنیا بھر کی اکیڈمیوں میں جا کر جرنیل بنتے ہیں، کتنے جرنیل ہیں جنہیں تاریخ یاد رکھتی ہے، زمانے کی گرد میں دب جاتے ہیں۔ کتنے جرنیل ہیں جنہیں کامیاب کہا جا سکتا ہے لیکن جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نگاہ میں بنا دیئے۔ ان میں سے کسی ایک جرنیل کا نام بتائیں جسے کوئی کافر مورخ بھی ناکام جرنیل ثابت کر سکے۔

دنیا میں سب سے قیمتی لوگ وہ ہیں جو علم بانٹتے ہیں۔

لیکن فرمایا لوگ ان حقائق کو جانتے نہیں۔ اب یہ جانتا کیا ہے، لوگ کتابیں پڑھتے ہیں لوگ علوم حاصل کرتے ہیں لوگ مدارس میں بھٹکتے ہیں، اتنے اتنے ذخیرے لوگوں نے رٹ رکھے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ پڑھ پڑھ کر پھر وہ پیسے کے پیچھے بک جاتے ہیں، بڑی بڑی سندیں لے کر قیمتاً فتوے بیچ دیتے ہیں۔ بڑی بڑی سندیں لے کر اپنا پیٹ پالنے کیلئے امت میں ایک نیا فرقہ بنا دیتے ہیں ان فرقوں کی بنیاد کیا ہے؟ کہ لوگ میرے پیچھے لگیں اور میں بڑا آدمی بن جاؤں اس کے علاوہ اس کی وہ کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کوئی ایک بندہ پیدا ہو جاتا ہے جو کہتا ہے مجھے بڑا مانیں وہ ایک نئی راہ نکال لیتا ہے اور لوگ اندھے ہوتے ہیں، جاہل ہوتے ہیں اس پر اللہ کریم فرماتے ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ کچھ نہیں ہوتا ان کے پاس کچھ نہیں جانتے ہوتے جس نے شاباشابا کی اس کے پیچھے پانچ دس بھاگ پڑے، کوئی کپڑے اتار کر سڑکوں پر کھڑا ہو جائے کہہ دے میں خدا ہوں تو اسے بھی ماننے والے مل جاتے ہیں، جو پاگل مالیخولیا کا مریض کہہ دیتا ہے میں نبی ہوں اسے بھی ماننے والے مل جاتے ہیں۔ تو ولایت کا دعویٰ تو بڑی چھوٹی سی بات ہے جس کا جی چاہے کرے، جو بھنگ گھوٹ رہا ہے چرس پی رہا ہے افیون کھا رہا ہے اس کے گردا گرد بھی لوگ کھڑے ہیں کہ جی بڑا ولی اللہ ہے۔ اپنی ہوش نہیں، برہنہ پڑا ہے اور وہ لوگ سجدے کر رہیں، حکمران سجدے کر رہے ہیں، بے نظیر صاحبہ کر رہی ہیں، میاں نواز شریف دعائیں منگوانے جاتے ہیں، جو آدمی اپنا ستر نہیں ڈھانپ سکتا تمہیں حکومت کہاں سے دے گا۔ جہالت کی یہ حد ہے نا، حد ہے نا جہالت کی کہ ایک آدمی جسے یہ نہیں پتا کہ گردا گرد بندے کھڑے ہیں ننگا ہوں یا میرا وجود ڈھکا ہوا ہے وہ تمہیں حکمران بنا دے گا۔

کیوں کرتے ہیں لوگ ایسا؟ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ، وہ جاہل ہیں انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا وہ رب کو نہیں جانتا۔ جب رب کو نہیں جانا تو جاہل ہے پھر وہ پتھر کے آگے سجدہ کرے گا، بندوں کو

www.naqshbandiaowaisiah.com

پوجے گا، خنزیروں کی پرستش کرے گا، جانوروں کو، سانپوں کو، چوہوں کو پوجتا ہے۔ کیوں؟ لَا یَعْلَمُوْن ۔ جاہل ہے۔ ایک جگہ حضرتؒ کے سامنے بات ہو رہی تھی ان دنوں نہرو مرا تھا ہندوستان کا وزیراعظم ۔ تو کسی نے مجلس میں کہہ دیا کہ جی بہت پڑھا لکھا اور بہت ہوشیار آدمی تھا۔ تو قاضی صاحب مرحوم اللہ مغفرت فرمائے وہاں تشریف رکھتے تھے، فرمانے لگے! پڑھا لکھا ہوتا یا جاننے والا ہوتا تو مسلمان نہ ہوتا؟۔ جو یہ نہیں جان سکا کہ اللہ ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جو یہ حقیقت نہیں جان سکا وہ کیسا پڑھا لکھا تھا۔ قاضی صاحب بہت سادہ آدمی تھے اور سادگی میں بات کہتے تھے۔ وہاں حضرتؒ کے ساتھ تھے ایک ساتھی ان کے گھر میں تو اس نے شکایت کی کہ حضرت میری بھینس جو ہے نادہ وقت پر دودھ نہیں دیتی، بڑا پریشان کرتی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا! قاضی صاحب دم کر آؤ۔ قاضی صاحب چلے گئے۔ بھینس نے دودھ دینا شروع کر دیا تو حضرتؒ نے پوچھا کہ قاضی صاحب کیا دم کیا تھا۔ حضرت دم خاک کرنا تھا میں نے اسے کان میں کہا تھا کہ کھاتی ہے اور دودھ نہیں دیتی کل اللہ کو کیا جواب دے گی۔ اب وہ جوبات کرتے تھے صدق دل سے کرتے تھے۔ دوائیں بھی دیتے تھے لوگوں کو میں بھی موجود تھا حضرتؒ تشریف فرما تھے اور ایک بندہ بیمار تھا تو قاضی صاحب نے نبض دیکھی اور نسخہ تجویز کر دیا اور اسے گرمی کا بخار تھا۔ قاضی صاحب نے جتنے اجزا لکھوائے سارے گرم تھے۔ حضرت ماہر طبیب تھے۔ حکمت کی شُد بُد مجھے بھی تھی میں نے حضرتؒ کو دیکھا وہ مجھے دیکھ رہے تھے فرمایا چپ رہو۔ میں نے کہا حضرت یہ تو مر جائے گا اس سے۔ فرمانے لگے نہیں یہ ٹھیک ہو جائے گا، اللہ اس کو اسی میں شفا دے دے گا۔ قاضی صاحب لکھوا رہے ہیں، قاضی صاحب جانیں اور ان کا رب جانے، دیکھ لینا یہ مریض اسی سے ٹھیک ہو جائے گا اور واقعی مریض ٹھیک ہو گیا۔ حالانکہ وہ بالکل اس کے الٹ نسخہ تھا چونکہ جو پہلے مرض ہے وہی دوا بھی تھی۔ جو گرمی سے

> شاید تمہاری بقا کا سبب وہ لوگ ہوں جن کے نالے اور جن کی آہیں شب کو بارگاہ الٰہی میں پہنچتی ہیں۔

تڑپ رہا ہے بندہ اسے اوپر سے گرم چیزیں دے دے تو وہ کیا کرے گا لیکن اللہ نے اسے ٹھیک کر دیا۔

یہ جو بظاہر ان پڑھ سادہ پوش کھدر پوش اور شکل سے ایسے لگتے ہیں کہ انہیں کچھ آتا جاتا نہیں یہ اتنا کچھ جانتے ہیں، کیسے جان گئے یہ؟ علم کیا ہے؟ علم کی اساس ہے معرفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معرفت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ میں سموئی نہیں جا سکتی۔ آپ کروڑوں نعتیں لکھ لیں، آپ کروڑوں کتابیں سیرت پر تصنیف کر دیں، آپ جو جی چاہے کرتے رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت الفاظ و حروف میں سموئی نہیں جا سکتی اس لئے کہ معرفت ایک کیفیت ہوتی ہے، کیفیات الفاظ میں سموئی نہیں جا سکتیں۔ آپ کسی کو کہتے ہیں کہ غصے میں یہ ہوتا ہے، آپ کتنا بڑا لمبا پیپر لکھ دیں گے کہ غصے میں آدمی کا خون کھولنے لگتا ہے، اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، اس کا جسم کانپنے لگتا ہے، یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے، آپ لکھتے رہیں کیا آپ کا مضمون پڑھ کر کسی کو غصے کی کیفیت سمجھ آ جائے گی؟ بالکل نہیں آئے گی۔ اسے غصہ دلائیں جب خود اسے کسی پہ غصہ آئے گا تو آپ کا مضمون پڑھے بغیر وہ سمجھ جائے گا کہ غصہ یہ ہوتا ہے۔ آپ بھوک پہ بڑا لمبا پرچہ لکھ دیں کچھ نہیں ہو گا لیکن کسی کو دو دن بھوکا رکھیں اسے سمجھ آ جائے گی کہ بھوک ہوتی کیا ہے۔ کیفیات محسوس کی جا سکتی ہیں کیفیات الفاظ میں سموئی نہیں جا سکتیں۔ ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ پہلے وہ کیفیت دل میں آئے تو پھر الفاظ بھی رہنمائی کرتے ہیں۔ قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف اللہ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے۔ کلام متکلم کا آئینہ ہوتا ہے۔ کسی کا بھی کلام اگر پڑھا جائے تو اس کی تصویر سامنے آ جاتی ہے، جس طرح کا وہ بندہ ہے اس طرح محسوس ہونے لگتا ہے تو صرف قرآن پڑھ کر لوگ اللہ کو محسوس کیوں نہیں کر لیتے فرمایا! وَیُزَکِّیْھِمْ۔ پہلے میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں کا تزکیہ کرتا ہے، اس میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

معرفت الٰہی کا ایک کیف پیدا کرتا ہے۔ ویعلمھم الکتب والحکمتہ۔ پھر انہیں قرآن اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے پھر سمجھ میں بات آتی ہے۔ ترتیب ہی دیکھ لیں نا۔

یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمتہ۔ دعوت الی اللہ۔ اس کے بعد تزکیہ قلوب اور اگر دلوں میں کیف نہ آئے تو سارا قرآن پڑھتے رہو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ساری سیرت پڑھتے جاؤ بات پلے نہیں پڑتی۔ بندہ قصے کہانیوں کی طرح پڑھتا رہتا ہے اور جب دل میں آتی ہے تو پھر شجر و حجر بھی اللہ کی عظمت پہ گواہ نظر آنے لگ جاتے ہیں، پھر ایک ایک تنکا اس کی کبریائی کا گواہ نظر آتا ہے، پھر سمجھ آجاتی ہے کہ پانی تو ایک سا برسا تھا اور ہر تنکا گل بکف ہے لیکن ہر پھول کا رنگ جدا ہے، خوشبو جدا ہے، ذائقہ جدا ہے، اثر جدا ہے اور ایک مٹی ہے ایک پانی ہے وہ کون رنگ بھر رہا ہے کون تاثیر پیدا کر رہا ہے کیا یہ سب کے سامنے نہیں ہے لیکن جس نظر سے عارف جانتا ہے اس نظر سے جس کا دل نہیں جانتا کیا وہ جان سکتا ہے۔

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ دنیا کے لئے زندگی کا جامع نظام دیا، نہ صرف یہ کہ قیامت تک کے آنے والے زمانوں کے لئے دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شمع فروزاں کی جو سینوں کے اندر دلوں کی گہرائیوں میں روشنیوں کو اتار رہی تھی۔ اور یہ احساس ہے علم کی۔ ہمارے زمانے کی مصیبت یہ ہے کہ اگر مقدمے کی بات ہوتی ہو تو ہم کہتے ہیں وکیل سے مشورہ کر لو۔ گھر اپنا بنانا ہوتا ہے رقم اپنی خرچ کرنی ہوتی ہے تو کہتے ہیں آرکیٹیکٹ یا نقشہ نویس کو بلاؤ اس سے مشورہ لو کہ یہ ہماری زمین ہے اتنا ہمارے پاس سرمایہ ہے اس میں کس طرح سے کریں، کس طرح کا باورچی خانہ مناسب رہے گا۔ انہیں کہاں بنایا جائے؟ اسے کیوں بلاتے ہو؟ فیس بھی دیتے ہو، پیسے بھی دیتے ہو۔ وجود اپنا ہے، پتہ ہے بدن یہاں ہے حکیم کو ڈاکٹر کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا ہے وجود؟ اپنا وجود ہے، اپنے سینے میں، اپنے پیٹ میں درد ہے، خود کو پتہ ہے کیا بیماری ہے؟ نہیں پتہ۔ کیوں نہیں پتہ؟ اس لئے کہ ہم اس شعبے سے واقف نہیں ہیں۔ گھر بنانا کا نہیں پتہ۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کا شعبہ ہے اس نے سیکھا ہے اس نے اس پہ عمر لگائی ہے۔ اس سے مشورہ چاہئے۔ مقدموں کا ہمیں نہیں پتہ۔ وکیل نے سیکھا ہے اس نے عمر لگائی ہے۔ جب بات ذکر اذکار کی آتی ہے، کیفیات قلبی کی آتی ہے، پڑھا لکھا اور ان پڑھ سارے مفتی بن جاتے ہیں۔ کہ جب آپ نے سیکھا نہیں، جب آپ نے پڑھا نہیں، جب آپ اس شعبے میں نہیں گئے تو اس کیلئے آپ فتویٰ کیوں دیتے ہیں یعنی اس معاملے میں ہر بندہ مفتی ہے۔ اس سے پوچھا کسی نے کہ تم نے کہیں سے سیکھا کسی کے پاس گئے، کچھ جانتے بھی ہو؟ ضرورت ہی کوئی محسوس نہیں کرتا جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ دنیا میں ہوتی ہی نہیں ہے۔ کسی کے پاس کسی چیز کا موجود نہ ہونا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ دنیا میں ہوتی ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اسلام کی اساس زبانی قوانین پر نہیں ہے۔ اسلام کی اساس کیفیات قلبی پر ہے اقرار باللسان و تصدیق بالقلب۔ زبان صرف اقرار کرتی ہے تصدیق دل کرتا ہے۔ اگر دل تصدیق نہ کرے تو زبانی اقرار ظاہر میں تو اسے مسلمان رکھے گا حقیقت میں نہیں فرد قیامت میں نہ ہوگا۔

دنیا میں سب سے قیمتی لوگ وہ ہیں جو علم بانٹتے ہیں اور علم کی اساس کیفیات ہیں۔ یاد رکھیں! جسے بھی یہ کیفیات نصیب ہوتی ہیں وہ ایک درجے میں عالم بن جاتا ہے کوئی صوفی بغیر علم کے نہیں جی سکتا یا خود عالم ہوتا ہے یا کسی عالم کے ساتھ اس طرح وابستہ رہتا ہے کہ ہر بات شریعت کے مطابق کرتا ہے لیکن ہر عالم صوفی نہیں ہوتا اور ہمارے علماء کرام، آج سے کچھ عرصہ پہلے تک آپ اگلی نسل میں چلے جائیں صرف ایک موجودہ نسل کو چھوڑ کر اگلی نسل میں چلے جائیں، کسی بزرگ کی سوانح اٹھا لیں تو دستور یہ تھا کہ مدرسے سے فارغ ہو کر خانقاہ کا رخ کرتے تھے اور اللہ اللہ سیکھتے تھے۔ ہر عالم کی سوانح میں ملے گا کہ وہاں فلاں مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے پھر فلاں بزرگ سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور اتنا عرصہ اس کی خدمت میں رہے۔ ہر عالم کی سوانح میں ملے گا۔ اب ایسا دور آیا ہے کہ عالم تو عالم ان پڑھ بھی فتوے دے رہے ہیں کہ اس کی ضرورت ہی نہیں یہ چاہئے ہی نہیں۔ یعنی وجود چاہئے روح کی ضرورت نہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے، بادام کا چھلکا چاہئے اس میں مغز ہو یا نہ ہو، اخروٹ کا چھلکا چاہئے اس میں مغز ہے یا نہ ہو۔ تو کتنے ہی قابل قدر اور اہم لوگ ہیں وہ جنہیں اللہ رب العزت نے اس خدمت کیلئے چن لیا کہ وہ معرفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دلوں میں تقسیم فرماتے ہیں۔ ایسے عجیب لوگ ہیں وہ جو ہمارے مرض کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہماری دوا کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں، ہمیں آب حیات دیتے ہیں اور ہم سے چاہتے کچھ نہیں۔ وہ جو کسی شاعر نے کہا تھا کہ:۔

زندگی آپ کی عنایت ہے
ورنہ ہم لوگ مر گئے ہوتے

اور یہی صادق آتا ہے اللہ کے ان بندوں پر جو فیضان برکاتِ رسالت کو قلب اطہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ماوشما کے سینے تک پہنچا دیتے ہیں، کیسے کیسے عجیب لوگ ہیں۔ اللہ کی زمین پر دنیا کے قیام کا سبب وہ لوگ ہیں جن کے دل منور ہیں۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ لاہوریو! اپنی دولت پہ ناز نہ کرو، شاید یہ تمہارے محل ان لوگوں کے طفیل کھڑے ہوں جن کا اپنا گھر نہیں ہے اور جنہیں تم بہت حقیر سمجھتے ہو، شاید تمہاری بقا کا سبب وہ لوگ ہوں جن کے نالے اور جن کی آہیں شب کو بارگاہ الٰہی میں پہنچتی ہیں اور تمہاری بقا کا بھی سبب بنتی ہیں۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرتؐ اس کا حوالہ خود دیا کرتے تھے کہ قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حتی لا یقال اللہ اللہ۔ جب اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس دن یہ کیفیات کا سلسلہ رک گیا، جس دن برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آگے پہنچنا بند ہوگئیں اور سینے ان سے خالی ہونے شروع ہو گئے، قیامت کی ابتدا ہو جائے گی اور جب وہ لوگ اٹھ گئے جن کے دل روشن ہیں تو باقی نہ آسمان بچے گا نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ تارے، قیامت بپا ہو جائے گی اور حدیث شریف میں بھی اسی کی تائید ہے کہ ایسی ہوا چلائے گا رب العلمین کہ جتنے روشن دل ہیں اس سے ان کا وصال ہو جائے گا پھر علی ھذا جتنا جس میں ایمان ہے۔ آخر میں جس میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ بھی اٹھا لیا جائے گا۔ بندہ مومن پر جو رائی برابر بھی اللہ کو یا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتا ہے اس پر قیامت قائم نہیں ہوگی۔ ان پر آئے گی جو سراسر جاہل ہوں گے۔ لا یعلمون۔ ہوں گے یہ اللہ اللہ صرف حصول برکات نہیں ہے، بقائے کائنات کا سبب بھی ہے اور کتنا کریم ہے یہ ضروری نہیں کہ سورج جانتا ہو کہ میری تپش سے کیا کیا ہوتا ہے، وہ تو کیڑی (چیونٹی) کا انڈہ بھی سینکتا ہے اور ہاتھی کے وجود کو بھی گرمی پہنچاتا ہے، وہ تو کھیتوں سے فصلیں بھی اگاتا ہے اور پھل بھی پکاتا ہے لیکن وہ خود تو نہیں جانتا کہاں کہاں اجالے پہنچا رہا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہم جانیں، ضروری یہ ہے کہ ہمیں اس کام کا ایک حد تک اللہ سبب بنائے رکھے اس سے بڑی کیا بات ہے سب کیلئے ضروری نہیں کہ وہ جانتا ہو دوا کیلئے ضروری نہیں کہ جانتی ہو مجھ سے شفا ہوگی۔ یہ جو اللہ اللہ کرنے والے قلوب ہیں یہ جو نور نبوت سے منور سینے ہیں یہ جو برکات نبوت کے امین دل ہیں، اللہ گواہ ہے یہ اس کائنات کی زندگی کا سبب ہیں۔ اور اگر اللہ یہ پہچان عطا کر دے اس کے بعد قدر پتہ چلتی ہے احکام شریعہ کی، اس کے بعد، پتا چلتا ہے اخلاق شرعی کا اور معیشت اسلامی کا۔

یاد رکھو دنیا میں جتنے بڑے کام بھی ہم کرتے ہیں سب سے بڑا کام یہ ہے کہ کسی دیئے سے زندگی میں کوئی ایک دیا جلا دو۔ یاد رکھیں جب تک دنیا قائم ہے اس نظام نے چلنا ہے تو ان لوگوں نے رہنا ہے۔ اب کس کو یہ سعادت نصیب ہوگی کہ اس نور کو آگے پہنچاتا ہے کتنا پہنچاتا ہے، کتنی محنت کرتا ہے، صرف اپنے لئے سوچتا ہے یا اپنے ساتھ اللہ کی مخلوق کو بھی اس بارگاہ میں لے جانا چاہتا ہے۔ یہ واحد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی بارگاہ میں رقابت نہیں ہوتی جس کے چاہنے والے بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں یہ وہ بارگاہ ہے کہ جہاں عشق و محبت کے انداز بدل جاتے ہیں اور ایک ہستی کے اربوں چاہنے والے رقیب نہیں حبیب بن جاتے ہیں یہ ایسی عجیب محبت ہے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جہاں تک جاتی ہے فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔ جہاں تک جاتی ہے محبتیں بانٹتی جاتی ہے، نفرتیں مٹاتی جاتی ہے تو ایک یہ معیار بھی یاد رکھیے کہ خدانخواستہ اگر ہمارا دل نفرتوں کا شکار ہو

www.naqshbandiaowaisiah.com

تو کہیں اس طرف سے کمی تو نہیں آ رہی۔ گناہ سے نفرت ضروری ہے گناہگار سے نہیں، مرض سے نفرت کی جاتی ہے مریض سے نہیں۔ اللہ کے بندوں کیلئے اللہ کی بارگاہ ہر وقت کھلی ہے، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے۔

ایک بڑی عجیب بات۔۔۔ مولانا تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت کوئی مولوی صاحب تھے وہ کہتے تھے کہ مجھ میں ایک ایسا گناہ ہے جسے میں چھوڑ نہیں سکتا۔ مجھ سے پھر ہو جاتا ہے میں بڑی توبہ کرتا ہوں کہتا ہوں پھر نہیں کروں گا لیکن پھر ہو جاتا ہے تو انہوں نے یہ نسخہ تجویز فرمایا کہ اس مسئلہ پر وعظ کیا کرو، تقریر کیا کرو، لوگوں کو شرعی دلائل دے کر اس کام سے روکا کرو، کوئی تمہاری بات مانے یا نہ مانے تم خود بدل جاؤ گے، تمہارا اپنا دل پختہ ہو جائے گا کہ یہ نہیں کرنا چاہئے۔ ذکر کی دعوت کو عام کرو، کوئی مانے یا نہ مانے اس کے طفیل اللہ تمہارے لئے ذکر کی توفیق ارزاں کر دے گا۔

اور یہ علم کی اساس ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے، یہ معرفت باری اور معرفت پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد ہے اور وہ وہ علوم عطا کرتی ہے جن کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اللہ کریم آپ سب کی محنتیں قبول فرمائے، اوقات کو قبول فرمائے۔ سخت قحط سالی ہے، نماز کے بعد سارے احباب خلوص دل سے باران رحمت کیلئے دعا ضرور کیجئے گا۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

ممبر شپ ماہنامہ المرشد

تمام ضلعی امراء کو

یاد دہانی

کرائی جاتی ہے کہ ہر وہ شخص جو شیخِ سلسلہ کے ہاتھ پر ''**بیعت**'' ہے، المرشد کا ''**ممبر**'' ہوگا۔

اعداد و شمار سے واضح ہے کہ بہت کم ساتھی المرشد کے ممبر ہیں۔ ضلعی امراء ذاتی دلچسپی لیں اور ہر ساتھی کو ممبر بنائیں۔

صاحبِ مجاز حضرات ضلعی اجتماع میں ضلعی امیر سے اس کی رپورٹ لیں اور

ہر ماہ پروگریس پر نگاہ رکھیں۔

﴿مشاہدات کا بند ہونا﴾

(اقتباس از کنز الطالبین)

فرمایا: شاید آپ نے مشاہدات کی تیزی کی شکایت کی ہوگی اور اگر کچھ نظر نہیں آتا تو بہت اچھی بات ہے۔ دیکھ کر کرنا بھی کیا ہے۔ پہلے پہلے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے تو آپ کو تیز مشاہدات ملے آپ نے دیکھ لیا تو اب بغیر دیکھے اللہ اللہ کرتے رہو غرض تو قرب الٰہی کی ہے۔ مشاہدات کوئی مقصودی چیز تو ہیں نہیں اور صوفیوں کے نزدیک مشاہدات کھلونے ہیں جن سے سلوک و طریقت کے بچوں کو بہلایا جاتا ہے کہ انہیں کچھ نظر آتا رہے اور یہ اللہ کا ذکر چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ مقصد تو یادِ الٰہی اور اس کے نتیجے میں اللہ سے قلبی تعلق اور عملی زندگی میں اطاعت الٰہی کو لانا ہے مشاہدات ہوں یا نہ ہوں۔

رحمت کا دروازہ

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع دارالعرفان
بتاریخ 24.7.2002

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ

فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ

من بعدہ وھو العزیز الحکیم ○

سورۃ فاطر کی ابتدائی آیات میں ارشاد باری ہے ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ۔ اللہ کریم اگر کسی پر اپنی رحمت کے دروازے اپنی پسند سے ایک حد تک کھول دیں۔ فلا ممسک لھا۔ کوئی اسے بند نہیں کر سکتا، کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ وما یمسک۔ اور جس پر بخشش اور رحمت کے دروازے بند کر دے۔ فلا مرسل لہ من بعدہ اس کے بعد اسے کوئی قطرہ رحمت کا پہنچانا کسی کے بس میں نہیں رہتا۔ وھو العزیز الحکیم ○ وہ غالب ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ○ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم ○ کہ جو لوگ کفر پر اڑے ہوئے ہیں آپ ﷺ انہیں سمجھائیں یا نہ سمجھائیں انہیں وعظ کریں یا نہ کریں ان کیلئے برابر ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے اس لئے کہ اللہ نے ان کے دلوں پہ مہر کر دی، ان کے کانوں پہ مہر کر دی، ان کی آنکھوں پہ پردہ ڈال دیا اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔ تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ جب اللہ کسی کے دل پہ مہر کر دیتے ہیں تو پھر اسے سزا کیوں دیتے ہیں کہ جب مہر ہی اللہ نے کر دی تو اب اس کے بس میں یہ رہا ہی نہیں تو یہ بچ نہیں سکتا، وہ تو اسلام لا ہی نہیں سکتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ بلاوجہ مہر نہیں لگاتے یا زبردستی نہیں کرتے۔ انسان کو اختیار دیا، فکر دی، سوچ دی، عقل دی، شعور دیا پھر نبی بھیجا اپنا کلام پہنچایا اور جب انسان نے ان ساری چیزوں کو دیکھ کر خود یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے نہیں ماننا ہے تو پھر اس کی "ضد" بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتی ہے جس کے بعد اس کیلئے توبہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ برائی سے گناہ سے نافرمانی سے دل میں سیاہی کا ایک قطرہ بن جاتا ہے اگر اللہ توفیق دے، توبہ نصیب ہو تو دھل جاتا ہے اگر توبہ نہ کرے اور مزید گناہ کرے تو اس سیاہی میں ایک قطرہ اور شامل ہو جاتا ہے پھر وہ بڑھتی رہتی ہے حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ سارا قلب ہی سیاہ ہو جاتا ہے۔ جب سارا قلب سیاہ ہو جائے پھر من جانب اللہ اس پہ مہر کر دی جاتی ہے پھر توبہ کی توفیق ختم ہو جاتی ہے یعنی گستاخی اس حد کو پہنچ جاتی ہے کہ معافی کی گنجائش از خود نہیں رہتی۔ یہی بات یہاں ارشاد فرمائی گئی۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ۔ اللہ کریم جو باب رحمت جس حد تک جس بندے پر کھول دیں۔ کسی بندے پہ رحمت میں سے یعنی جس حد تک یہ مطلب ہے کہ ہر آدمی کی اپنی ایک استعداد ہے اس کی اپنی ایک قوت ہے اس کا اپنا ایک ارادہ ہے اس کا اپنا ایک فیصلہ ہے اس کا اپنا ایک خلوص ہے کہ دل کی کس گہرائی سے وہ رجوع الی اللہ کرتا ہے جتنا اس کا خلوص ہے اسی نسبت سے، بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ رحمت اللہ تعالیٰ بندے پر کرتے ہیں۔

اللہ کریم فرماتے ہیں سب کا حال ایک سا نہیں ہوتا ہر بندے کا اپنا ہوتا ہے اور جب اللہ کریم باب رحمت کھول دیتے ہیں تو اللہ کریم کو کوئی نہیں روک سکتا، اس کا کھولا ہوا دروازہ کوئی بند نہیں کر سکتا۔ وما یمسک۔ اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

جب کسی پر بند کر دیتا ہے ولا مرسل له من بعدہ۔ پھر کوئی بادشاہ کوئی حکمران، کوئی سلطان، کوئی فوج، کوئی لشکر، کوئی طاقتور کسی طرح اسے کھول نہیں سکتا اسلئے کہ وہ سب پر غالب ہے۔ کوئی اسے مجبور نہیں کر سکتا لیکن الحکیم ہے، اس کے فیصلے حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ فیصلہ دراصل بندے کا ہوتا ہے جس پر عمل درآمد کا حکم اللہ کریم دے دیتے ہیں۔ اگر ظاہر معنی پر لیا جائے تو پھر تو بندہ محض بے اختیار ہے، رب نے چاہا تو دروازہ کھول دیا رحمت کا اور وہ نیک ہو گیا اور اللہ نے بند کر دیا تو بدکار ہو گیا لیکن حق یہ ہے کہ جس ارادے سے بندہ رجوع الی اللہ کرتا ہے اس سے زیادہ رحمت سے اسے نوازتا ہے اور جس درجے کا انکار کرتا ہے جس درجے کا انکار اس کے دل میں، اس کے دل کی گہرائی میں ہوتا ہے اس طرح کا قفل لگ جاتا ہے۔ اگر قلب ساتھ نہ دے تو اعمال ظاہری کی توفیق ایک رسم رہ جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے ایک آدمی نمازیں پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو لیکن قبول نہ ہوتے ہوں اس لئے کہ منافقین جو تھے عہد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں تو وہ تو نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے، مسلمانوں کے ساتھ روزے بھی رکھتے تھے لیکن اللہ کریم نے فرمایا ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار۔ جہنم کے سب سے نچلے خانے میں منافقین ہوں گے۔ اور اسی آیت کی تشریح میں حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ کفار کا اور جہنمیوں کا خون اور پیپ جو ان کے زخموں سے بہے گا وہ منافقین کی غذا ہو گا تو بظاہر اچھے اعمال تو منافق بھی کیا کرتے تھے فرق کیا تھا کہ ان کا دل ساتھ نہیں دیتا تھا۔

تصوف و سلوک کیا ہے؟ تصوف و سلوک دین سے، فقہ سے، شریعت سے، کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ یہ وہ مجاہدہ ہے، یہ وہ محنت ہے کہ جو تعمیل شرع کی، جو تعمیل قرآن و سنت کی ہم کرتے ہیں اس میں ہمارا دل، ہماری فکر، ہمارا ضمیر، ہمارا باطن بھی شامل ہو جائے وہ ظاہرداری نہ رہے بلکہ دل کی گہرائی سے ہماری شمولیت اس میں ہو جائے اور جب دل شامل ہوتا ہے تو پھر اطاعت میں اسے سکون ملتا ہے لذت ملتی ہے اطاعت کیلئے دل چاہتا ہے۔

> **ان کی ساری عمر شام سے صبح تک گانے بجانے یا ناچنے یا پیشہ کرنے میں گزر جاتی ہے۔ انہیں نیند کیوں نہیں آتی۔**

ایک واقعہ تھا امام ابوحنیفہ کی سوانح میں کسی نے لکھا کہ سارا دن علمی بحث و تمحیص، فقہ کی تدوین لوگوں کے فتوؤں کا جواب، اس مصروفیت میں گزرتا۔ تھوڑی دیر آپ استراحت فرماتے اور جب تھوڑی سی رات گزار کے کھڑے ہو جاتے تہجد کیلئے تو نماز تہجد کی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ رات اس میں بسر ہو جاتی تھی، فجر کی نماز تک کھڑے رہتے تھے۔ تو جب آپ کا وصال ہوا تو پڑوسی سے اس کے بچے نے پوچھا کہ جب ہم رات کو یہ گھر کی ہوا لینے کھول کر سوتے تھے تو یہ جو ہمارے پڑوس میں صحن ہے اس میں ایک ٹنڈ منڈ درخت تھا اس پر کوئی شاخ پتے تو نہیں تھے ڈھالے نہیں تھے لیکن تنا کھڑا تھا تو اب تو شاید انہوں نے نکلوا دیا۔ اس نے کہا نہیں بیٹا وہ درخت کا تنا نہیں وہ امام ابوحنیفہ تھے جنہیں تو نے آدھی رات کو کھڑے دیکھا اور پھر جب بھی آنکھ کھلی تو ساری رات کھڑے ہی دیکھا۔ تو یہ واقعہ تھا تو یہاں ایک شخص تھا غلام احمد پرویز کا پیروکار نور پور۔ یہ بات ہو رہی تھی کتاب میں واقعہ تھا تو وہ کہنے لگا یہ ممکن نہیں ہے ویسے ہی بزرگوں کے فضائل میں یہ لکھتے رہتے ہیں ایسا کب ممکن ہے۔ میں نے کہا کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں لاہور کا رہنے والا ہوں۔ میں نے کہا لاہور اگر تم گانے بجانے والے یا پیشہ ور عورتوں کے محلے میں جاؤ تو دیکھو کہ ان کی ساری عمر شام سے صبح تک گانے بجانے یا ناچنے یا پیشہ کرنے میں گزر جاتی ہے، انہیں نیند کیوں نہیں آتی۔ ان کی ضرورت ہو گی یا ان کا لالچ ہو گا یا ان کا طمع ہو گا یا دولت سمیٹنے یا روزی کی غرض کیلئے تو ان کی عمر بیت جاتی ہے شام و صبح کرتے ہوئے۔ اگر چند ٹکوں کیلئے جسم بیچنے والی عورت ساری رات بیدار رہ سکتی ہے تو جس

www.naqshbandiaowaisiah.com

کی ہر تسبیح میں جمال الٰہی ہو اس کیلئے ناممکن نظر آتا ہے تمہیں۔ ہاں، میں نے کہا جو نمازیں تم پڑھتے ہو ان میں نہیں کھڑا رہا جا سکتا کیوں کہ تم ایمان سے خالی ہو اور نماز کی رسم نبھا رہے ہو۔ تو جس حال میں تم ہو اس میں مشکل ہے لیکن اگر اللہ تمہیں توبہ کی توفیق دے اور کوئی تمہیں اسی لذت سے آشنا کر دے تمہارے دل میں کوئی تجلی جمال الٰہی کی آ جائے تو پھر تم سمجھو گے کہ یہ مشکل نہیں بلکہ زندگی اسی میں ہے، لطف ہی اسی میں ہے۔

تو دل جب زندہ ہوتا ہے، دل کا جب شعور بیدار ہوتا ہے، دل جب صاف ہوتا ہے، دل کا رشتہ جب جمال باری سے قائم ہوتا ہے اور اس کے قیام کا واحد ذریعہ قرآن حکیم نے بار بار جس پہ زور دیا وہ ذکر الٰہی ہے یعنی کوئی نسبت ہونی چاہئے ناتعلق کے لئے، تو مخلوق سے تو مخلوق ہونے کی نسبت ایک تعلق بنتا ہے خواہ کسی طرح بھی سہی لیکن خالق اور مخلوق میں کیا نسبت؟ وہ خالق ہے وہ ازلی و ابدی ہے ہم مخلوق ہیں اور فانی ہیں، اس کی ذات کو آپ کسی مثال سے نہیں سمجھا سکتے، آپ ظاہری آنکھ سے اسے دیکھ نہیں سکتے، اس کی بات سننے کی آپ میں استعداد نہیں ہے کہ براہ راست وحی الٰہی سن لیں تو نسبت کس طرح پیدا ہو۔ اسی لئے بار بار کتاب اللہ میں ارشاد ہوا ذکر اللہ ذکر کثیرا۔ کہ کثرت سے میرا نام پکارتے رہو، اللہ اللہ کرتے رہو۔ یہ جو کثرت سے تم میرے نام کی تکرار کرو گے تو یہ تمہارے دل میں ایک ان دیکھا تعلق میرے ساتھ پیدا کر دے گا۔

چہار فرائض نبوت میں سے ایک فرض ہے ویزکیھم۔ کہ ان کے دلوں کو پاک کیا جائے روشن کیا جائے منور کیا جائے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں قرآن حکیم کی تعلیم فرمائی، جہاں فقہ کی تعلیم فرمائی، جہاں اعمال صالح کی تعلیم فرمائی، تربیت فرمائی وہاں قلوب کا تزکیہ بھی کیا۔ یہی فضیلت ہے صحابہ کرام کی ورنہ نمازی تو کوئی غیر صحابی بھی ایسا مل سکتا ہے جس نے صحابہ سے زیادہ نمازیں پڑھی ہوں، تسبیحات میں بھی کوئی بندہ مل سکتا ہے، جس نے صحابہ سے زیادہ تسبیحات پڑھی ہوں، جہاد میں بھی ہو سکتا ہے کہ کسی نے زیادہ عمر گزاری ہو، اعمال تو وہی ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ کے زمانے میں تھے، وہی اعمال آج بھی ہیں اور اللہ کے بندے بڑا بڑا مجاہدہ کرتے ہیں لیکن کوئی صحابی تو کیا، ان کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ کیوں؟ اسلئے کہ ان کے صرف اعمال ظاہری نہیں تھے بلکہ براہ راست قلب اطہر سے ان کے قلوب کا تزکیہ ہو رہا تھا۔ اب وہ تو کسی کو نصیب نہیں وہ تو انہی کا حصہ تھا کوئی ان کا ہمسر کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اللہ کی کروڑوں کروڑوں رحمتیں ہوں ان بندوں پر جنہیں اللہ کریم نے اپنی اس خصوصی رحمت کی تقسیم کیلئے منتخب فرما لیا۔

اہل اللہ میں بھی دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں اکثریت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے بڑے بڑے بلند مقامات حاصل کئے بڑے مراتب حاصل کئے لیکن حاصل کرنے کی حد تک رہے انہیں تقسیم کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ لاکھوں لوگ مرید ہوئے ان کی اصلاح کی، عقائد کی اصلاح کی، تسبیحات بتائیں، تلاوت کرنے کا حکم دیا، نیک بنا دیا انہیں لیکن درد دل اور کیفیات بانٹنے والے لوگ صدیوں میں کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور شیخ سعدیؒ ہم سبق تھے اور ایک ہی شیخ کے مرید تھے کشتی میں سوار تھے چونکہ ملتان کے پاس سے گزرتا ہے دریائے سندھ تو دریا عبور کر رہے تھے اور کشتی میں سوار تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے پاس ہم سبق بہاؤ الحق اور شیخ سعدیؒ۔ تو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے پوچھا کہ بہاؤ الحق کیا چاہتے ہو تم جو کہو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں ایک وقت ہوتا ہے اہل اللہ کا۔ آ گئی ان کے مزاج میں کہ بہاؤ الحق کیا چاہتے ہو تم ہر وقت میرے ساتھ ہو تو کیا چاہتے ہو انہوں نے عرض کی حضرت غوثیت می خواہم اللہ مجھے غوث بنا دے۔ ہم زمانہ تھے معین الدین اجمیریؒ اور غوث بہاء الحقؒ۔ غوث بہاء الحقؒ کے منازل ساتویں عرش تک ہیں اور معین الدین اجمیریؒ نو عرش عبور کر کے عالم امر میں ہیں لیکن غوث بہاؤ الحق کو بنایا۔ غوثیت بہاؤ الحق کو ملی۔ یہ مناصب اس طرح سے ہوتے ہیں ملک میں شاید کتنے پی۔ ایچ۔ ڈی پھرتے ہیں لیکن ہو

سکتا ہے ہمارا گورنر میٹرک پاس ہو اب بی۔ اے کی شرط لگی تو کتنے وزیراعظم بھی رہ گئے جو کبھی وزیراعلیٰ یا وزیراعظم رہ چکے ہیں ان میں بی۔ اے کوئی نہیں اور کتنے ایم اے دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ منازل کی حیثیت اس طرح ہے جس طرح یہ ڈگریاں ہم حاصل کرتے ہیں، منصب کی حیثیت اسی طرح ہے جس طرح سرکاری عہدہ ہوتا ہے۔ تو ان کے شیخ نے دعا کی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ خود غوث تھے۔ بہاؤالحقؒ نے شیخ سے غوثیت مانگی اللہ نے انہیں غوثیت دے دی۔ معین الدین اجمیریؒ کی خدمت میں حضرت نے فرمایا تو حاضر ہوئے کچھ ساتھی تو وہ فرماتے تھے اللہ بے نیاز ہے محنتیں ہم نے کیں غوث بہاؤالحق کو بنا دیا تو بہاؤالحقؒ کے بعد انہوں نے شیخ سعدیؒ سے پوچھا کہ سعدی تو چہ می خواہی۔ تیری کیا آرزو ہے انہوں نے عرض کی حضرت درد دل می خواہم۔ غوثیت پر انہوں نے جواب نہیں دیا۔ خاموش رہے اور بہاء الحقؒ غوث بھی بن گئے جب سعدیؒ نے کہا کہ حضرت درد دل می خواہم تو انہوں نے پلٹ کر فرمایا چیزے عظیم خواستی۔" توں بڑی مصیبت وچ پادتا"۔ بہت بڑی چیز مانگی ہے فرمایا چیزے عظیم خواستی۔ تو نے بہت بڑی دولت کا مطالبہ کیا۔

تو یہ سارے سلوک کا حاصل وہ درد دل ہے جو اللہ کے بندے بانٹتے ہیں اور بارگاہ نبوی علیہ ﷺ سے لیکر بانٹتے ہیں، قلب اطہر سے لیکر بانٹتے ہیں چونکہ دنیا میں رحمت مجسم ہیں آقائے نامدار ﷺ۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ ہر رحمت کا باب اسی دروازے پہ کھلتا ہے اللہ نے تو رحمت مجسم کر کے عطا کر دی اب کتنا کوئی قرب حاصل کرتا ہے کس خلوص سے حاصل کرتا ہے کتنا اتباع کرتا ہے اور کس خلوص سے کرتا ہے اور دل میں وہ خلوص وہ وارفتگی وہ شیفتگی لانے کیلئے یہ شب و روز کی اللہ اللہ یہ دل کی پالش ہے جیسے ارشاد نبوی علیہ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہے کہ:۔

لِکُلِّ شَیۡءٍ صقالۃ" وصقالۃ القلوب ذکر اللہ۔ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر چیز کی پالش ہوتی ہے جس سے اسے صاف کر دیا جاتا ہے، چمکا دیا جاتا ہے، دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے تو جو وقت زندگی میں اللہ نے عطا فرمایا ہے، جو لمحات اس نے بخشے ہیں وہ ایک دن کی فرصت ہے دو کی ہے چار کی ہے رات دن چونکہ آپ باقی امور چھوڑ کر آگئے ہیں تو ان کو جن کو فزیکلی چھوڑ کر آئے ہیں ان کو ذہنی طور پر بھی چھوڑ دیں اور پوری طرح متوجہ ہو جائیں قلب کی طرف جتنی محنت لگے اللہ پاک سب کو کامیاب فرمائے اور وہ ایسا کریم ہے کہ وہ کسی کو خالی نہیں لوٹاتا۔

حضرت عبید اللہ احرارؒ کے پاس کوئی خاتون آئی سوال کرنے، اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا اس نے کہا حضور میرا بچہ بیمار ہے اور مجھے کسی نے کہا ہے کہ اسے شہد چٹاؤ اور بازار سے خریدنے کی ہمت نہیں ہے تو انہوں نے اپنے خزانچی کی طرف دیکھا اور اسے کہا کہ اسے ایک مشکیزہ شہد کا دے دو۔ چھوٹے بکرے جو ہوتے ان کی کھال کے چھوٹے چھوٹے مشکیزے بناتے تھے جن میں پندرہ بیس سیر شہد آجاتا تھا اور گھی اور شہد ان میں رکھا جاتا تھا چمڑے کے مشکیزے بناتے تھے انہوں نے فرمایا اسے ایک مشکیزہ دے دو تو وہ دعائیں دیتی چلی گئی تو اس نے پوچھا حضور اس کے ہاتھ میں تو پیالہ تھا اس میں پاؤ بھر شہد آجاتا آدھ سیر آجاتا آپ نے بیس سیر کا مشکیزہ اٹھا کر اسے دے دیا فرمایا وہ سوال کر رہی تھی اپنی حیثیت کے مطابق مجھے دینا ہے اپنی حیثیت کے مطابق ورنہ کل اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ اس نے تو ایک پیالہ شہد مانگا تھا لیکن تیرے پاس تو پچاس مشکیزے لٹک رہے تھے تو نے بھی وہ پیالہ ہی دیا تو میں کیا جواب دوں گا۔

اگر اللہ کے بندوں کا مزاج ایسا ہے تو خود اللہ کا کرم کیسا ہوگا۔ بندہ مانگتا اپنی حیثیت سے ہے اور وہ دیتا اپنی شان کے مطابق ہے۔ ہم مانگتے ہیں جتنی ہماری سوچ ہے، فکر ہے، استعداد ہے، ہم اس انداز سے مانگتے ہیں اور جب وہ عطا کرتا ہے تو وہ اپنی شان کے مطابق عطا کرتا ہے ذروں کو ہیرے بنا دیتا ہے وہ قادر ہے اس لئے مانگنے کیلئے وہ خلوص وہ درد چاہئے کہ آواز دل سے اٹھے دل زندہ ہوگا تو بات کرے گا دل میں شعور ہوگا تو بات کو سمجھے گا اللہ کریم آپ سب کی محنت قبول فرمائے پوری توجہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

دلجمعی سے پورے سکون سے یہ چھ دن جتنے آپ یہاں دارالعرفان میں ہوتے ہیں اس میں ساری باتوں کو چھوڑ دیں لوگ کیا کہتے ہیں فلاں مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا فلاں اخبار۔ یہ ساری باتیں چھوڑ دیں۔ یہ لمحات جو ہیں یہ اتنے قیمتی ہیں کہ جب دنیوی مصروفیات بال بچوں کو چھوڑ کر آئے ہیں تو یہ دنیا کی جتنی باتیں ہیں انہیں بھی چھوڑ دیں۔ بالکل یوں سمجھیں کہ ہمارا دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں یہی کرنا ہے تو جو لمحات یہاں ہیں ان میں پوری توجہ ذکر پر ہی ہو تاکہ ہمیں باہر پھر انہیں آندھیوں میں جانا ہے، انہی طوفانوں میں جانا ہے۔ پراپیگنڈے کے اسی سیلاب میں جانا ہے اور سب سے نقصان دہ وہ ہوتا ہے پراپیگنڈہ جس کیلئے اللہ کریم نے فرمایا۔

لا یخافون لومۃ لائم۔ چودہ سو سال پہلے فرمایا کہ لوگ عظمت اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کریں گے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کریں گے، دین کی حقانیت پہ اعتراض کریں گے، اسلامی حدود پر اعتراض کریں گے اسلامی افکار پر اور وہ سارے آج ہم دیکھ رہے ہیں اس زمانے میں تو کسی کو جرات نہیں تھی لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ ساری باتیں ہمارے سامنے ہیں تو فرمایا جو میرے بندے ہیں۔ لا یخافون۔ وہ اس سے نہیں گھبرائیں گے اس سے نہیں ڈریں گے۔

خود حضرت جب تصوف کی طرف آئے چونکہ آپ کا مزاج بھی سخت تھا اور آپ تصوف کے خلاف تھے جیسا کہ ہمارا علماء کا ایک سخت مزاج طبقہ اب بھی شدت سے مخالفت کرتا ہے تو لنگر مخدوم میں یہ بات چل نکلی اور آپ اس کے خلاف دلائل دے رہے تھے کہ اس میں یہ خامی یہ خامی ہے۔ خواجہ عبدالرحیم جو حضرت کے شیخ تھے وہ وہاں تشریف فرما تھے بزرگ آدمی تھے بوڑھے تھے تو ساری باتیں سننے کے بعد انہوں نے بھولپن سے ایک جملہ کہا۔ انہوں نے کہا، مولانا! آپ نے بڑی دلیلیں دیں لیکن مجھ سے تو قبر والے بات کرتے ہیں میں کیسے مانوں کہ وہ نہیں سنتے وہ ایک جملہ حضرت کو تبدیل کرنے کیلئے کافی تھا اس میں وہ سادگی وہ بھولپن وہ صداقت، دل سے نکلا ہوا وہ جملہ اس میں اتنی صداقت تھی کہ وہ سارے دلائل چھوڑ کر حضرت نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ مجھے کیوں نہیں لے چلتے مجھے بھی سکھایئے۔ کوئی دلیل نہیں تھی، اب یہ کوئی کتابی دلیل ہے یا نقلی دلیل ہے یا شرعی دلیل یا کوئی منطق ہے اس میں یا اس میں کیا ہے چھوٹا سا ایک جملہ کہ حضرت آپ کے دلائل اپنی جگہ لیکن ہم کیسے مان لیں جب میرے ساتھ میرا شیخ قبر سے باتیں کرتا ہے تو میں آپ کی بات کیسے مان لوں۔

جن کے نصیب میں اللہ نے اعتراض لکھ دیئے ہیں انہیں کرنے دو بھائی، جنہیں مذاق اڑانا ہے انہیں اڑانے دو لیکن آپ اپنا وقت اس میں ضائع نہ کریں۔ کم از کم جتنے لمحات اللہ نے یہاں دیئے ہیں انہیں یکسوئی سے اپنے مقصد کے حصول پر لگاؤ اللہ کریم سب کو کامیاب فرمائے سارے فیصلے دلی کیفیات پر ہوں گے اس لئے سارا کردار دلی کیفیات پر مرتب ہوتا ہے۔ توفیق عمل ہی تب ہوتی ہے جب دل چاہتا ہے۔ اللہ کریم سب کی محنتیں قبول فرمائے۔ (آمین)

ضرورت رشتہ

(1) بیٹا، عمر 24 سال تعلیم ایف۔اے، پاکستان ایئر فورس میں ملازم ہے۔ قد "5'.9

(2) بیٹا، عمر 27 سال تعلیم ایف۔اے، شارجہ میں ملازمت کرتا ہے۔ قد "5'.9

(3) بیٹی، عمر 20 سال، بی۔اے، ڈپلومہ کمپیوٹر میں، پی ٹی سی کورس، قد "5'.7

(4) بیٹی، عمر 19 سال، بی۔اے، قد "5'.7

ان چاروں بہن بھائیوں کے لئے دیندار گھروں سے رشتے مطلوب ہیں۔

خط و کتابت و رابطہ کیلئے بذریعہ ماہنامہ "المرشد" قاری نور الٰہی (والد)

www.naqshbandiaowaisiah.com

وساوس اور ان کا علاج

خواہش نفس ایک طرف کھینچتی ہے جس کی باگ شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور ایمان اور اللہ سے تعلق دوسری طرف۔ اب انسان اور حیوان میں یہ فرق ہے کہ حیوان کو جو بھی ہانک لے وہ اس کے آگے چل پڑتا ہے، انسان کو کوئی بلائے تو وہ سوچتا ہے کہ یہ دوست ہے یا دشمن۔ اسے اللہ نے عقل دی ہے، شعور دیا ہے، تمیز دی ہے۔ تو فرمایا خواہش نفس کے پیچھے چل پڑنا ایسا ہے جیسے جانور کو قصائی ہانک کر لے جا رہا ہو۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع... دارالعرفان
منارہ 21.7.2002

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

وامّا ینزغنّک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ انّہ سمیع علیم o انّ الّذین اتّقوا اذا مسّھم طٰئف من الشیطن تذکّروا فاذا ھم مبصرون o واخوانھم یمدّونھم فی الغیّ ثمّ لا یقصرون o

سورۃ الاعراف کے آخری حصے میں یہ آیات مبارکہ اس سوال کا جواب دے رہی ہیں جو اکثر احباب پوچھتے ہیں۔ اکثر خطوط میں یہ شکایت ہوتی ہے کہ جب ہم ذکر کرتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا عبادت کرتے ہیں تو وساوس بہت آتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ وساوس کا آنا برا نہیں ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ وساوس کا لانا منع ہے یعنی از خود آپ کسی موضوع پہ سوچنا شروع کردیں تو وہ جائز نہیں ہے لیکن سوچے بغیر اگر کوئی وسوسہ آتا ہے تو آدمی اس وسوسے کو سوچنا شروع نہ کرے بلکہ اسے ختم کرنے کی یا اس سے توجہ ہٹانے کی کوشش کرے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اسے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔

شیطان کا طریقہ واردات یہ ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں کسی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بہت وسیع حکمرانی تھی اور جو ابتری پیدا ہو گئی تھی حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں، حضرت عثمانؓ کے آخری دور میں اور پھر حضرت حسنؓ سے بھی کنٹرول نہ ہو سکی اور مسلمان منتشر حالت میں پریشان رہے۔ جب حضرت حسنؓ نے زمام اقتدار حضرت امیر معاویہؓ کو سپرد کر دیا تو انہوں نے پھر سے پوری ریاست اسلامی کو منضبط کر لیا، متحد کر لیا اور فتوحات اسلامی کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔ چونکہ وہ ایک بین الاقوامی جہاد تھا بین الاقوامی جنگ تھی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے لڑی۔ پوری دنیا کا کفر ایک طرف تھا اور صرف مسلمان اور صحابہ کرام ایک طرف تھے اور چاروں حدود چاروں سرحدوں پر جہاد ہو رہا تھا۔ ہر طرف پھر دور دور تک سرحدیں پھیل گئی تھیں اور دارالخلافہ مقبوضہ علاقوں سے بہت دور ہو گیا۔ افریقہ میں جہاد ہو رہا تھا ادھر روس کی سرحدوں پر ہو رہا تھا ادھر ہندوستان کو روندتے ہوئے افغانستان سے گزرتے ہوئے چین تک جا پہنچے تھے اور سمندروں کو عبور کر کے ہسپانیہ میں لنگر انداز تھے۔ تو ان سب امور کو اپنے دفتر میں بیٹھ کر کنٹرول کرنا، چلانا، لڑانا، فوجوں کو آگے بڑھانا، کہیں پیچھے ہٹانا، کہیں جرنل اس کو ادھر سے وہاں بھیجنا اس کو ادھر سے وہاں بھیجنا، کہیں کمک بھیجنا کہیں راشن پہنچانا، اسلحہ پہنچانا یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا اور رات دن امیر المومنینؓ کے اسی دفتر میں بیت جاتے تھے اور بہت کم وقت ملتا تھا آرام کیلئے۔

تو ایک دن آپؓ کی فجر کی نماز قضا ہو گئی۔ تو دوسرے دن دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ تو آپؓ نے پوچھا کون ہیں۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ کھٹکھٹانے والے نے کہا شیطان ہوں۔ فرمایا! بدبخت میرا دروازہ کیوں پیٹ رہا ہے۔۔۔۔ آپؓ کو جگانے کیلئے کہ کل آپؓ کی نماز جماعت سے رہ گئی قضا نہیں ہوئی تھی جماعت سے رہ گئی تھی تاخیر سے اٹھے اور الگ

www.naqshbandiaowaisiah.com

پڑھی۔ تو کل آپؒ کی نماز جماعت سے رہ گئی تھی تو میں نے کہا کہ آج پھر جماعت چھوٹ جائے گی۔ میں جگا دوں۔ تو آپؒ نے فرمایا تو کب سے اتنا پارسا ہو گیا کہ لوگوں کو عبادت کیلئے جگاتا ہے؟ کہنے لگا بات نیکی کی نہیں ہے بات یہ ہے کہ کل آپؒ اتنے روئے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ آپؒ پھر اتنے بارگاہ ایزدی میں روئیں، اتنا ثواب نماز کا نہیں لیں گے آپؒ جتنا اس رونے اور اس دکھ کا آپ کو ملے گا تو میں نے کہا وہ اپنا با جماعت ہی رکھیں میں تو جگا دوں۔

اہل اللہ کے حالات میں میں دیکھ رہا تھا ایک بزرگ تھے برفانی علاقے میں، افغانستان میں، اس طرف کہیں رہتے تھے تو تہجد کیلئے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔ تہجد ادا فرماتے ذکر کرتے، ایک دن گزرے تو راستے میں برف بھی تھی اور غلاظت پڑی تھی نظر نہ آئی۔ عمر رسیدہ آدمی تھے پاؤں غلاظت پر پڑا، اور غلاظت پہ گر گئے، سارے کپڑے خراب ہو گئے۔ آپ مسجد تشریف لے گئے غسل فرمایا، سارے کپڑے پاک کئے اور اتنا وقت تھا کہ پھر تہجد بھی پڑھ لی، پھر تھوڑی دیر ذکر بھی نصیب ہو گیا۔

تو فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں جب سحری کو نکلتا تو میرے آگے ایک شخص لالٹین لئے ہوئے مجھے مسجد تک چھوڑنے جاتا۔ ایک دن، دو دن، چار دن میں نے کہا یہ کون ہے اور اسے کیسے پتہ ہے کہ میرا یہ وقت ہے اور یہ مجھے راستہ دکھانے کیوں چل پڑتا ہے تو میں نے ایک دن پوچھا کون ہے بھئی کہ مجھے کبھی ملے نہیں، میری تمہاری کوئی شناسائی نہیں اور تم یہاں آدھی رات کو میرا انتظار کر رہے ہوتے ہو تم مجھے مسجد پہنچانے۔ اس نے کہا، حضور ابلیس ہوں۔ بد بخت تو اتنا نیک کب سے ہو گیا؟ اس نے کہا نیک نہیں ہوا وہ غلاظت میں نے پھینکی تھی تا کہ ایک دن کا ذکر اور ایک دن کی تہجد تو رہ جائے آپ کی۔ لیکن آپ نے تو اس سردی میں اس برفیلے پانی میں کپڑے بھی دھو لئے، نہا بھی لیا، پھر تہجد بھی پڑھ لی اور ذکر بھی کر لیا۔ میں نے کہا یار میں نے تو چیخ ماری ہے یہ تو سوگنا سے بھی زیادہ ثواب ایک دن میں لے گیا تو میں نہیں چاہتا کہ آپ راستہ میں پھر کہیں گریں میں بتی لے کے آگے آگے اس لئے جاتا ہوں کہ جو کرتے ہیں وہی کرتے رہیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

وساوس کا آنا برا نہیں ہے آدمی اس وسوسے کو سوچنا شروع نہ کرے اس سے توجہ ہٹانے کی کوشش کرے

وساوس کو اگر سوچنا چھوڑ دیا جائے اور ان کا دفاع کیا جائے تو خود شیطان وسوسے ڈالنے سے گھبراتا ہے کہ اس دفاع میں اسے جہاد کا ثواب ملے گا وسوسہ آئے اور ہم اسے سوچنا شروع کر دیں تو پھر یہ جرم بھی بن جاتا ہے اور وسوسے پیچھا بھی نہیں چھوڑتے پھر شیطان بھی کوشش کرتا ہے کہ اسے وسوسہ ڈالتا ہی رہوں۔ چونکہ آدمی بیک وقت دو طرف متوجہ نہیں رہ سکتا اس لئے اگر یہ وسوسے کی طرف متوجہ ہو گا تو اللہ کی طرف سے توجہ ہٹ جائے گی۔

جب ہم سوچنا شروع کر دیتے ہیں تو ہاتھ پاؤں اعضاء و جوارح تو رکوع و سجود کر رہے ہوتے ہیں اور زبان بھی کلمات ادا کر رہی ہوتی ہے لیکن توجہ اس وسوسے کی طرف چلی جاتی ہے پھر قرآن حکیم نے بھی اس کا یہی علاج بتایا۔

"وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ" اگر شیطان تمہیں کوئی وسوسہ ڈالے، تمہارے دل میں کوئی وہم پیدا کرے۔ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ اللہ سے پناہ چاہو۔ اور چاہئے یہ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ دن میں میں بھی سو بار استغفار ضرور کرتا ہوں۔ حالانکہ آپ ﷺ وہ ہستی ہیں جن کی شفاعت پہ دنیا بھر کے مسلمان امید لگائے بیٹھے ہیں۔ صرف ہم نہیں سارا عالم آدم سے لیکر قیامت تک۔ پہلی امتیں بھی شفاعت کی امید وار ہیں۔ آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں اور ساری امتوں کے بھی نبی ہیں۔ وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ۔ اور شب معراج تمام نبیوں کو دو رکعت نماز آپ ﷺ نے بیت المقدس میں پڑھائی۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں میں بھی استغفار کرتا ہوں۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ

آپ کو کیا ضرورت ہے، فرمایا، کیوں؟ جس رب نے مجھ پر اتنے احسان کئے ہیں پتہ نہیں اسے کونسی ادا نہ بھائی ہو۔ استغفار ضروری ہے اور بعض اوقات تو اسقدر شدت گریاں اور طوالت صلوٰۃ اختیار فرماتے کہ:۔

حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ میرے حجرہ میں موجود تھے تو مجھ سے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کی بیٹی آج کی رات میں عبادت نہ کرلوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ضرور کیجئے۔ تو بستر مبارک اتنا ہی ہوتا تھا تمام گھروں میں ایک ہی بستر ہوتا تھا کسی گھر میں کمبل ہوتا تھا جو آدھا نیچے بچھا کر آدھا اوپر کر لیا جاتا بعض گھروں میں کھجور کی چٹائیاں اور کوئی کپڑا اوپر لینے کا تھا لیکن سارا وہ زمین پہ ہوتا تھا اتنا ہی ہوتا تھا جس پہ حضور ﷺ اور ام المومنینؓ آرام فرماتے۔ تو شمالاً جنوباً عموماً عادت مبارک تھی سونے کی اور عادت مبارک تھی کہ دائیں پہلو پہ اس طرح لیٹا جائے کہ رخ قبلہ کو ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ عبادت کیلئے کھڑے ہوگئے اور وہی جائے نماز تھا تو جب حضور ﷺ سجدے میں جاتے تو میں پاؤں پیچھے کرلیتی اور حضور وہاں سجدہ فرما لیتے اور جب حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے تو میں ٹانگیں لمبی کر لیتی۔ فرماتی ہیں حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور کھڑے رہے، کھڑے رہے، کھڑے رہے۔ میں نے سمجھا کہ آج کی شب حضور ﷺ کھڑے کھڑے گزار دیں گے۔ سینہ مبارک سے اس طرح کی آوازیں آتی تھیں جیسے ہنڈیا کھولتی ہے اور چشم ہائے مبارک سے اس طرح اشک رواں تھے کہ ریش مبارک ساری تر بتر ہو کر اس میں سے قطرات سینہ اطہر پر برس رہے تھے پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا۔ فرماتی ہیں، میں نے سمجھا آپ ﷺ رکوع سے نہیں اٹھیں گے اتنا طویل رکوع تھا پھر سجدے میں اسی طرح پھر دوسری رکعت اسی طرح تو ایک شب سحری تک کی دو رکعت میں گزر گئی اور میں نے دیکھا کہ قدوم مبارک سوج چکے ہیں، متورم ہو چکے

> میں جب سحری کو نکلتا تو میرے آگے ایک شخص لالٹین لئے ہوئے مجھے مسجد تک چھوڑنے جاتا۔ ایک دن، دو دن، چار دن میں نے کہا یہ کون ہے ؟

ہیں۔ کھڑے ہو ہو کر پائے مبارک متورم ہو چکے ہیں۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت میں مقام محمود کی بشارت قرآن حکیم میں موجود ہے جو انتہائی مقام ہے قرب الٰہی کا جس پر آپ ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پھر دنیا کو امید ہے کہ آپ ﷺ ان کی شفاعت کریں گے اور ان کی نجات ہوگی آپ ﷺ اسقدر مشقت کیوں فرما رہے ہیں تو فرماتی ہیں مختصر سا جواب دیا:۔

اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ اگر اللہ نے مجھے یہ عظمتیں دی ہیں تو کیا میں اس کا شکر ادا نہ کروں۔ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ نے اگر مجھے یہ نعمتیں دی ہیں تو میں اس کا شکر ادا نہ کروں۔

سو میرے بھائی! جب بھی وسوسہ آئے تو متوجہ الی اللہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥ وہ سنتا بھی ہے جانتا بھی ہے۔ کیسے متوجہ الی اللہ ہوں؟ فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا جن کا رشتہ اللہ سے ہوتا ہے۔ تقویٰ کو ہمارے ترجمہ کرنے والے حضرات بھی "پرہیز" لکھ دیتے ہیں، پرہیز گاری لکھ دیتے ہیں اور کبھی "ڈر" لکھ دیتے ہیں۔ تقویٰ دراصل وہ تعلق ہے جو بندے کے قلب کا دل کی گہرائی کا رب العلمین سے ہوتا ہے۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ وہ اسے اللہ کی نافرمانی سے روک دیتا ہے۔ یعنی دنیوی تکلیف دکھ پریشانی وہ گوارا کر لیتا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے جو نقصان اس رشتہ الفت میں آتا ہے وہ گوارا نہیں کرتا، اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ فرمایا، جن کا رشتہ الفت میرے ساتھ استوار ہے۔

اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ۔

جب انہیں شیاطین کا کوئی ٹولہ پریشان کرتا ہے وسوسے ڈالتا ہے۔ تَذَكَّرُوْا۔ وہ مجھے پکارنے لگ جاتے ہیں، ان کا دل اللہ اللہ کرنے لگ جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم اس طرح سے ہے کہ جس طرح مچھر اپنی وہ سونڈھ بڑھا کے خون چوستا ہے اس طرح سے شیطان اپنی سونڈھ مومن کے دل کی طرف بڑھاتا ہے اگر تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

وہاں روشنی ہے، گھر والے جاگ رہے ہیں، اللہ اللہ ہو رہی ہے تو پھر وہ اپنی سونڈھ پیچھے کھینچ لیتا ہے لیکن اگر گھر والے سو گئے اور وہاں کوئی نہیں، پھر وہ چوری کرتا ہے۔ اس کی چوری یہ ہے کہ وہ وہاں وسوسہ ڈالتا ہے۔ آدمی ہے کسی وقت اس حال میں نہیں ہے کہ وہاں اتنی روشنی ہو اور وہ وسوسہ اس میں ڈال لے تو فرمایا۔ تذکروا۔ تو فوراً اپنی شمع جلا لیتے ہیں۔

یہاں صاحب ترجمہ نے تذکروا کا معنی کر دیا "چونک پڑتے ہیں" چونک نہیں پڑتے، ذکر کرتے ہیں، دل جاگ جاتا ہے۔ دل بیدار ہو جاتا ہے، وہ مشینری جو اللہ اللہ کرنے والی ہے وہ چل پڑتی ہے اور اللہ اللہ کے گولے برستے ہیں اس پر اور اسے بھاگنا پڑتا ہے۔

فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ اللہ مترجم کو نیک اجر دے یہاں اس نے لکھ دیا بریکٹ ڈال کر اور "دل کی آنکھیں کھول کر دیکھنے لگتے ہیں" دل کی آنکھیں کھولے تو تب پہلے دل میں آنکھ لگوائے تو سہی۔ آنکھ ہو دل کی تو تب کھلے گی۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں کوئی مال ہوتا ہے وہیں چور بھی نقب لگاتا ہے جہاں لوگ پہلے ہی فاقہ زدہ پڑے ہوں وہاں چور کو دیواریں توڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ چور بھی وہیں آتا ہے جہاں کچھ مال ہوتا ہے اور ساتھی شکایت کرتے تھے تو حضرتؒ فرماتے تھے بھئی تم اللہ اللہ کرتے ہو اگر کوئی شے ہے تو شیطان ٹکریں مارتا ہے، بھگاؤ اس کو! تو فرمایا جب ایسے لوگ جن کا کوئی رشتہ الفت میرے ساتھ ہے اور ہر آدمی کا ایک اپنا رشتہ ہے، ہر آدمی کی ایک اپنی نسبت ہے، ہر فرد کا ایک اپنا ذاتی تعلق ہے اپنی استعداد کے مطابق تھوڑا ہے یا بہت ہے لیکن تعلق تو اللہ سے ہے کوئی ایک لطیفہ اگر کسی کا روشن ہے یا کسی کے منازل عرشوں تک ہیں، یہ الگ بات ہے، یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے لیکن تعلق جہاں تک جسے تعلق کہتے ہیں وہ تو ہے تو جب وسوسہ ڈالتا ہے شیطان۔

تذکروا۔ تو ادھر سے اللہ اللہ شروع ہو جاتی ہے۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ اور ان کی

خواہش نفس کے پیچھے چل پڑنا ایسا ہے جیسے جانور کو قصائی ہانک کر لے جا رہا ہو

دل کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بدمعاشی کر رہا ہے۔

واخوانهم۔ انہی کے دوسرے بھائی جنہیں ایمان نصیب نہیں ہے یا اللہ کے ساتھ وہ تعلق نصیب نہیں ہے۔ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ـ انہیں برائی میں گھسیٹ کر لے جاتا ہے اور آگے ہی آگے لے کر چلتا رہتا ہے۔ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۔ پھر یہ عالم ہو جاتا ہے کہ وہ برائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ تباہ ہو جاتے ہیں برباد ہو جاتے ہیں۔

کل سیٹلائیٹ پر درس قرآن آ رہا تھا تو میں تھوڑی دیر سنتا رہا، سہانپوری درس دے رہے تھے اور بڑا اچھا جملہ انہوں نے کہا، مجھے بہت پسند آیا۔ وہ فرمانے لگے کہ خواہش نفس ایک طرف کھینچتی ہے جس کی باگ شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور ایمان اور اللہ سے تعلق دوسری طرف۔ اب انسان اور حیوان میں یہ فرق ہے کہ حیوان کو جو بھی ہانک لے وہ اس کے آگے چل پڑتا ہے، انسان کو کوئی بلائے تو وہ سوچتا ہے کہ یہ دوست ہے یا دشمن۔ اسے اللہ نے عقل دی ہے، شعور دیا ہے، تمیز دی ہے۔ تو فرمایا خواہش نفس کے پیچھے چل پڑنا ایسا ہے جیسے جانور کو قصائی ہانک کر لے جا رہا ہو، اسے یہ خبر نہ ہو کہ مجھے ہانک کر لے جانے والا چرواہا ہے یا قصائی۔ تو جانور خوشی خوشی ان کے ساتھ چلتے رہتے ہیں کہ شاید آگے جا کر چارہ ملے گا، چراگاہ میں لے جائے گا، پانی ملے گا، حالانکہ وہ مذبح خانے لے جاتا ہے اور گلے کاٹ دیتا ہے۔ تو جانور میں تو تمیز نہیں ہوتی کہ مجھے ہانکنے والا قصائی ہے یا چرواہا، انسان میں اتنی تمیز تو ہونی چاہئے کہ مجھے کھینچ کر لے جانے والا میرا دوست ہے یا دشمن۔ خواہش نفس یا شیطان کی دعوت قصاب کی دعوت ہے اس کے ساتھ چلنا ایسا ہے جیسے جانور قصائی کے آگے چل پڑے اور انسان میں تو یہ شعور ہونا چاہئے کہ اپنا دفاع کرے۔

بہر حال جتنا بھی بات کو ہم گھما پھرا کر لائیں بندے کے پاس علاج ایک ہی ہے کہ وہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اگر کبھی کوئی لمحہ

غفلت کا آ بھی جائے تو فوراً پھر وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ ۔ بھول گیا، کوئی لمحہ غفلت کا آ گیا، جیسے خیال آیا پھر اللہ اللہ شروع کر دے۔

صبح شام کے اذکار تو معمولات ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ذکر صرف صبح شام کرنا ہے، ذکر ہر لمحہ ہر آن جاری رہنا چاہئے اور اگر ہم اپنے کاروبار کے اوقات میں تھوڑی تھوڑی توجہ اس طرف رکھیں، کبھی پانچ منٹ، دس منٹ بعد ایک دفعہ لطائف کو قلب کو دیکھ لیا تو وہ منقطع نہیں ہوتا بلکہ شیطانی وساوس کا دفاع کرتا رہتا ہے اس کے علاوہ آپ سمجھیں کہ کوئی تعویز دے دو یا کوئی علاج کر دو اس کا نہ کوئی تعویز ہے نہ کوئی علاج ہے، یہ کوئی مرض نہیں ہے یہ امتحان ہے، آزمائش ہے من جانب اللہ اور اس آزمائش پہ جو ہم فیصلے کرتے ہیں انہی کا حساب ہونا ہے روز حشر۔ لہٰذا اس کا علاج بھی اللہ کریم نے بتا دیا یا پھر آدمی وہ درجہ پا لے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ ۔ جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا بس نہیں چلے گا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کو آتا ہوا دیکھ کر شیطان راستہ بدل لیتا ہے۔ اس راستے سے نہیں گزرتا جس سے آپؓ آ رہے ہوں۔ یا پھر آدمی وہ مزاج پیدا کرے، وہ قرب پیدا کرے، وہ ایثار پیدا کرے اور اگر ہم یہ یقین کر لیں کہ میرا کچھ نہیں سب کچھ اللہ ہی کا ہے تو شیطان فیل ہو جاتا ہے لیکن یہ کہنا آسان ہے اور یہ ماننا بڑا مشکل ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں کوئی مال ہوتا ہے وہیں چور بھی نقب لگاتا ہے جہاں لوگ پہلے ہی فاقہ زدہ پڑے ہوں وہاں چور کو دیواریں توڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

میں، میری خوبیاں، میرا کمال، میرا مال، میری جائیداد، میرے مکان، میرے محل، میری گاڑی، میرا سرمایہ اس کا انکار کرنا انتہائی مشکل ہے اور تب ہی بندہ کر سکتا ہے جب اسے اس سے کوئی بہتر چیز ملے۔ اگر اس سے اچھی چیز نہ مل رہی تو بندہ اس سے انکار نہیں کر سکتا یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ کہیں جی یہ جوتا پھینک دیں۔ کیا اس سے پرانا جوتا وہ لے کر پھینک دے گا؟ نہیں، اس سے اچھا دیں گے کہ یہ پہن لو پھر بے شک وہ پھینک دے گا۔

یہ مال و منال، عزت وجاہ، شہرت سہولتیں ان سب سے بہتر ہے جمال الٰہی۔ اگر اس کا کوئی ذرہ نصیب ہو جائے تو یہ سب کچھ اس کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی بندہ ایک ملازم کی حیثیت سے کام کرتا ہے جیسے کتنا بڑا ادارہ ہے اس میں کتنے لوگ کام کرتے ہیں کسی کے باپ کا گھر تو نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میرا تو نہیں ہے لیکن مجھے یہاں کام کرنا ہے آپ حضرات تشریف لاتے ہیں تو آپ اسے اٹھا کر لے جائیں گے ہر کوئی اللہ اللہ اس لحاظ سے کرتا ہے کہ بہت اچھی جگہ ہے بڑی خوبصورت ہے الحمد للہ آرام دہ ہے لیکن میری ملکیت تو نہیں ہے اللہ کی ملکیت ہے۔ اسی طرح ہمارے پاس جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے ہم نے جھوٹ باندھ رکھا ہے وہ میرا ہے یہ میرا ہے۔ اس کی مرضی کہ:۔

تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

وہ چاہے تو عام آدمی کو حکومت دے دے، چاہے تو حاکم کو پھانسی پہ لٹکا دے اسے کون روک سکتا ہے۔ سب کچھ اسی کا ہے لیکن یہ یقین تب آتا ہے جب اس کے جمال سے کوئی ذرہ نصیب ہو جائے اور یہ کام ہو جائے تو شیطان کے پاس کرنے کو کچھ رہتا ہی نہیں۔ جب بندے کے پاس ہے ہی اللہ کا نام تو پھر وہ کیا چھین لے گا۔ اللہ کریم تمام احباب کو یہ دولت عظمیٰ نصیب فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

اپنا معاوضہ اپنے پاس رکھیں

حالات بہت دگرگوں ہیں۔ جہاں کوئی اللہ کا نام لیتا ہے وہاں بم گرتے ہیں، گولیاں چلتی ہیں، قتل عام ہوتا ہے۔ جہاں کوئی تو حید رسالت اور نظام اسلام کی بات کرتا ہے وہاں دنیا کا کفر بھڑک اٹھتا ہے اور اب صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا کا کفر متحد ہے اور ساری دنیا کے منافق بھی اس کے ساتھ ہیں یعنی ایک ایسی عجیب صورت حال پیدا ہوگئی ہے کہ پوری دنیا کا کفر متحد ہے اور پوری دنیا کے منافق بھی اعلانیہ اس کے ساتھ ہیں اور اس بات پر مُصر ہیں کہ نظام کافر ہی کا چلے گا، اسلام کا نظام نہیں چل سکتا لیکن قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ غالب حق کو ہی آنا ہے اور نظام حق کا قائم ہو کر رہے گا۔ اب اس میں آزمائش یہ ہے کہ ہمیں حق کا ساتھ دینے کی توفیق ملتی ہے یا ہم بھی باطل کا رعب دیکھ کر دب جاتے ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع ...دارالعرفان
منارہ، 19-07-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ ط اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ج وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ O قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ج عَلَّامُ الْغُیُوْبِ O قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ O سورۃ سبا کی یہ آیۂ کریمہ برکات نبوت، دعوت الی اللہ اور مخلوق کو واصل باللہ کرنے جیسے عظیم کام پر اللہ کے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے بیان کرواتی ہے کہ لوگوں سے کہہ دیجئے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ ط کہ تمہیں خاک سے اٹھا کر عرش نشین کر دوں تمہیں گمراہی اور ضلالت سے نکال کر واصل باللہ کر دوں۔ تمہیں مشت غبار سے اللہ کا مقرب بنا دوں اور اتنے عظیم کام اور اتنی بڑی تبدیلی کا اگر میں نے تم سے کوئی معاوضہ طلب کیا ہے۔ فَھُوَ لَکُمْ ط تو وہ تم اپنے پاس رکھو مجھے مت دو۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ج میرا معاوضہ، میرا اجر میرے رب پر ہے جس کا کام میں کر رہا ہوں۔ یعنی دین کا بنیادی اصول یہ ہے، نیکی کا بنیادی اصول یہ ہے، بھلائی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی کی خاطر کی جائے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ قیامت تک کا ہر مسلمان یہ بات جان لے کہ جو نیکی جو بھلائی جو اچھا کام میں کرتا ہوں میں کسی پر احسان نہیں کرتا۔ کسی کے ذمے ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کا معاوضہ مجھے دے یہ ضروری نہیں ہے کہ میں کسی بندے سے بھلائی کروں اور جواب میں وہ بھی میری خیر خواہی ضرور کرے، یہ ضروری نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ میں کسی امداد کروں اور وہ کل میرا معاون ہو۔ اور اگر ہم ایسا سمجھتے ہیں تو پھر جو کچھ بھی ہم نے کیا ہے اللہ کیلئے نہیں کیا، اپنے معاوضے کیلئے کیا ہے اور سودا بازی میں، معاوضے میں، عوض معاوضے میں تو ساری دنیا کام کرتی ہے پھر اس میں مومن کی تخصیص کیا ہے یہ تو کافر بھی کرتا ہے۔

یاد رکھیں بعثت عالی سے لیکر قیامت تک نبوت آقائے نامدار ﷺ ہی کی ہے۔ دین وہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرما دیا، قرآن وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دیا لکھوا دیا، مرتب کر کے امت کے سپرد کر دیا۔ قرآن کا نزول، قرآن کے مفاہیم، قرآن کی ترتیب وہی معتبر ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج اس میں سے کوئی ایک نقطہ کم کر دے کوئی ایک زبر بڑھا دے تو وہ قبول نہیں۔ کسی معنی تفسیر یا تشریح میں اس دائرے سے باہر نکل جائے، ان حدود سے باہر نکل جائے جو حضور ﷺ نے متعین فرمائی ہیں تو وہ درست نہیں ہے۔

جو نئے نئے فرقے باطل کے بنتے ہیں وہ قرآن حکیم کی آیات تو درست پڑھتے ہیں مفاہیم اور تراجم اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ لیکن بڑی سادہ سی بات ہے کہ جب قرآن نازل ہوتا تھا تو اہل عرب تو خود کو اہل زبان کہتے تھے، باقی

دنیا کو گونگا مانتے تھے، کتنی دفعہ سیرت میں یہ سوال ملتا ہے کہ جب آیۂ کریمہ نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے وہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا اس کا مفہوم سمجھا ہے تم لوگوں نے تو گو وہ اہل عرب تھے، اہل زبان تھے ان کے دل و دماغ کو وہ جلا مل گئی تھی جو قلب اطہر ﷺ کا خاصہ تھا، اس کے باوجود ہر سوال کے جواب میں یہ عرض کیا گیا اَللّٰہُ وَرَسُولُہٗ اَعْلَمُ۔ اللہ بہتر جانتا ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتا ہے۔ یعنی وہی معنیٰ صحیح ہوگا جو آپ ﷺ متعین فرمائیں گے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ معنیٰ سنا اور اس پر عمل کیا تو قرآن کا ترجمہ وہ درست ہے جو صحابہ نے سمجھا، حضور ﷺ نے سمجھایا، جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عمل کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اس سے ہٹ کر اگر کوئی ترجمہ کرتا ہے تو وہ ترجمہ قرآن کا نہیں ہے وہ اس کی اپنی بات ہے۔

دوسری سب سے بڑی بیماری جس سے بچنا صوفی کے لئے انتہائی ضروری ہے کیونکہ صوفی وہ ہوتا ہے جو اپنے ایمان و اسلام کے ساتھ صفائے قلب کا بھی اہتمام کرتا ہے وہ زبانی اسلام اور ظاہری اعمال پر نہیں رہتا، وہ چاہتا ہے کہ جب میں رکوع کروں تو میرا دل میری روح بھی جھک جائے جب میں سجدہ کروں تو میرا وجود ہی نہیں میرا دل بھی سبحان ربی الاعلیٰ کہہ رہا ہو۔ جب میں اللہ کو یاد کروں تو میرے بدن کا رواں رواں اور ایک ایک جزو بال، کھال، ہڈیاں، گوشت پوست اللہ اللہ کر رہے ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ صوفی کیلئے منشا باری اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنیاد بن جاتی ہے صفائے قلب کی۔۔۔۔۔ بعض چیزیں غیر صوفی کیلئے ضروری نہیں ہوتیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو بدوی ہوں صحرا میں رہتا ہوں اپنا ریوڑ چراتا ہوں یا کاشتکاری کرتا ہوں مجھے آسان سی بات بتا دیجئے جس سے میری نجات ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان پر

> ہمارا تبلیغ میں بھی یہ انداز ہوتا ہے کہ ہم دوسروں پر فتح پالیں کہ تو جھوٹا ہے میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس رویہ سے کوئی آپ کی بات نہیں مانے گا، کوئی اپنی شکست نہیں مانے گا۔

قائم رہو نماز پنجگانہ ادا کرو، روزے رکھو، زکوٰۃ فرض ہو جائے تو دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے یہ کافی ہے چلا گیا ایک خادم تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کروار ہا تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ اگر مجھے یہ سعادت جنت میں بھی دے دے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کروں۔۔۔۔۔ اب جس نے نجات کی بات کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض ارشاد فرمائے۔ فرائض پہ کار بند رہو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اب اس نے نجات کی بات نہیں کی، اس نے قرب کی بات کی، حضوری کی بات کی، خدمت عالی میں حاضر رہنے کی بات کی تو آپ ﷺ نے ایک جملہ فرمایا، فرمایا! تہجد نہ چھوڑو۔ تہجد فرض تو نہیں ہے اگر کوئی نہ پڑھے تو وہ گنہگار نہیں ہے لیکن صوفی کیلئے وہ فرض نہ ہونے کے باوجود فرض جتنا اہم ہو جاتی ہے۔

اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں دعا فرما دیجئے میں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوں آخرت میں بھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضوری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کو اٹھانے کی سعادت نصیب رہے۔ فرمایا، جنت میں میرا ساتھ چاہتے ہو۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بالکل یہی بات ہے فرمایا، پھر تہجد نہ چھوڑو۔ اس کا مطلب ہے کہ جو قرب کے متلاشی ہیں، جو جمال کے عاشق ہیں، جو طالب ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، جو بارگاہ کی حضوری چاہتے ہیں، وہ صوفی کہلاتے ہیں۔ اور ان کیلئے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اہتمام کرنا ضروری بن جاتا ہے۔ اور یہ بنیادی بات ہے اس کی۔ تو ہم جب محنت کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں میں نے بڑی محنت کی دیکھو میں نے اتنی جماعت بنالی۔ اگر یہ خیال دل میں گزر جائے تو وہ ساری محنت اکارت گئی، جماعت کی نجات ہو جائے گی لیکن میری نجات مشکوک ہو جائے گی۔ وہ بے نیاز ہے وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہہ دے گا میرے بندے ہیں میں نے ہدایت دی تھی تو نہ کرتا میں کسی اور کو کھڑا کر دیتا۔

اگر موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہونے کیلئے درخت کا انتخاب کر لیا، درخت کو واسطہ بنا دیا تو تیری کیا ضرورت ہے اور تیری کیا احتیاج ہے رب العزت کو۔ اس کے پاس تھوڑے بندے ہیں تجھے توفیق نہ دیتا تو کسی اور کو دے دیتا لیکن اگر میں یہ کہوں کہ میں نے بڑی محنت کی، میں نے ساری عمر لگائی ہے تو میں نے اتنے بندوں کو اللہ کے نام پر لگا دیا اور اللہ اللہ کرنا سکھا دیا تو میرا مطلب ہوگا کہ میں معاوضہ چاہتا ہوں کہ میں نے تم پر احسان کیا اور تم میری خدمت کرو، میرے پاؤں دباؤ، مجھے بڑا آدمی سمجھو، مجھے پیر صاحب سمجھو۔ بات اگر یہاں تک چلی آئی تو اللہ کریم کی بارگاہ میں نہ قبول ہوگا خواہ کسی نے جان دے دی شہید ہو گیا۔

فارس کے خلاف جہاد ہو رہا تھا۔۔۔ مجھے شروع سے ایک ایسی عجیب مرض ہے کہ مجھے نام یاد نہیں رہتے۔ ایران کے خلاف جہاد ہو رہا تھا اور سالارِ اعظم جو مسلمانوں کے تھے انہیں درد تھا گھٹنے کا، گھٹنوں میں جوڑوں میں درد تھا، نہ چل سکتے تھے نہ گھوڑے پہ سواری کر سکتے تھے تو آپ نے ایک بالا خانے کا انتخاب فرمایا جو میدان جنگ کے سامنے تھا، اس پہ تشریف رکھتے تھے، اکابر صحابہ میں سے تھے۔۔۔ مجھے اسم گرامی یاد نہیں آ رہا۔۔۔ ہاں! وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ جس سالار کے نام کہ ادھر سے فوج کو آگے بڑھاؤ اسے پیچھے کراؤ۔ وہ کاغذ پر لکھ کر نیچے پھینک دیتے اور نیچے ہرکارے کھڑے ہوتے تو ایک صحابی دوڑتا ہوا آیا اس نے چادر پہنی ہوئی ہے بغل میں کوئی چیز دبائی ہوئی ہے اس نے کہا میں امیر سے ملنا چاہتا ہوں وہ بھاگتا ہوا اوپر چڑھ گیا آپؓ کے سامنے کوئی ایرانی شہزادہ اس کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس نے ہیروں کا جڑاؤ تاج پہنا ہوا تھا جس میں بے شمار سونا لگا ہوا تھا اور بے شمار قیمتی ہیرے لگے ہوئے تھے تو اس نے سمجھا میدان جنگ میں گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے آئے گا اور تباہ ہو جائے گا یہ تو بڑا قیمتی ہے میں

> **ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کر دینے سے اللہ کو یہ بات زیادہ پسند ہے کہ ایک کافر کو مسلمان کر کے دوزخ سے بچا لیا جائے۔**

جا کر امیر لشکر کے پاس جمع کرا آؤں بغل میں دابے چادر اوپر لئے آئے، اوپر چڑھے اور امیر کے سامنے رکھ دیا کہ جی یہ تاج مال غنیمت کا ہے، آدمی قتل ہو گیا۔ یہ گر جاتا تو گھوڑے دوڑ رہے ہیں، میدان جنگ ہے ٹوٹ پھوٹ جاتا، تباہ ہو جاتا یا گم ہو جاتا، میں لے آیا ہوں۔ اربوں روپوں کی مالیت کا تھا۔ واپس بھاگا کہ میں غیر حاضر ہو گیا اتنی دیر۔ انہوں نے فرمایا رک جاؤ مجھے اپنا نام بتاؤ کہ کون ہو تم، تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا جس کیلئے میں اٹھا لایا ہوں وہ میرا نام جانتا ہے آپ کو بتانے کی کیا ضرورت ہے، جس کیلئے میں لڑ رہا ہوں، جس کیلئے یہ اربوں روپے کی مالیت کی چیز میں نے اپنے گھر میں نہیں رکھی اور اسے اٹھا کر بیت المال میں جمع کرانے آیا ہوں، وہ میرے نام سے واقف ہے یا امیر۔

اسلام یہ ہے کہ ہم جو کر سکیں اس کا اجر اللہ پر سمجھیں اللہ کی مزدوری کریں، اللہ کی رضا کیلئے کریں، اس کی خوشنودی کیلئے کریں، اس کا معاوضہ دوسروں سے چاہیں تو اس عمل سے انانیت آ جاتی ہے، اپنی بڑائی چاہیں یا ہم اس میں اپنی ہمت سمجھیں تو یہ درست نہیں ہوگا۔ صوفی کیلئے سب سے پہلے یہ بات طے کر لینی چاہیے کہ مجھے ہر ایک کا بھلا سوچنا ہے اور ہر ایک سے بھلا کرنا ہے۔ اور یاد رہے اللہ نے جو جہاد کا حکم دیا ہے اور قتال کا حکم دیا ہے یہ جہاد و قتال بھی بھلا ہے کہ وہ اس کے بعد مزید ظلم کرنے سے تو بچ گیا اور مظلوم کا یہ بھلا ہے کہ اسے ظالم کے چنگل سے بچا لیا۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ جہاں اللہ کریم جہاد کا حکم دیتے ہیں پھر وہاں رحم کہاں گیا، شفقت کہاں گئی، نیکی کہاں گئی بلکہ جہاد بھی عظیم ترین شفقت، رحمت اور محبت ہے اس لئے کہ جہاد آپ کسی فرد کے خلاف نہیں کرتے۔ یہ کوئی جہاد نہیں کہ فلاں آدمی کو ہم نے قتل کر دینا ہے، نہیں۔ جہاد ہے برائی کے خلاف ظلم کے خلاف وہ کوئی بھی کر رہا ہو اور اگر ظالم ظلم سے باز آ جائے، کافر کلمہ پڑھ لے، جہاد ختم ہو جائے گا۔

ایک جنگ کے دوران حضرت خالدؓ نے جب ایک کافر پر تلوار اٹھائی تو اس نے اعلان

www.naqshbandiaowaisiah.com

کر دیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن آپ نے اس پر تلوار چلا دی کہ اب تلوار کے ڈر سے مسلمان ہو رہا ہے۔۔۔ شاید واقعی بات ایسی ہو لیکن جب بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا خالد کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اور جب وہ کہہ رہا تھا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں تو نے کیوں اس پر تلوار چلائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔ فرمایا جب اس نے کہہ دیا میں کفر سے باز آتا ہوں تو تو نے کیوں تلوار چلائی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو اس کے سر پہ جب تلوار چمکی، تو اسے پتہ تھا گردن کٹ جائے گی۔ ڈر کے کہہ رہا تھا۔ فرمایا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا؟

جہاد کسی فرد کے خلاف نہیں جہاد ظلم کے خلاف ہے اور جہاد اللہ کے لئے ہے اور مومن کا ہر کام جہاد سے شروع ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو نیکی پہ کاربند رکھنا ایک عظیم جہاد ہے۔ اللہ کیلئے ہر وقت تیاری کرنا، عبادت کی، نماز کی، تہجد کیلئے اٹھنا، اس کا ذکر کرنا جہاد ہے اللہ کی بات دوسروں تک پہنچانا، دوسروں کا بھلا چاہنا، ان کی بھلائی کیلئے انہیں برائی سے روکنا۔

یاد رہے ہمارا تبلیغ میں بھی یہ انداز ہوتا ہے کہ ہم دوسروں پر فتح پا لیں کہ تو جھوٹا ہے میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس رویے سے کوئی آپ کی بات نہیں مانے گا، کوئی اپنی شکست نہیں مانے گا۔ لیکن اگر ہمارے دل میں یہ ہو کہ اس کا بھی بھلا ہو جائے۔ اللہ کرے یہ نقصان سے بچ جائے۔ تو وہ بڑا ہی بد بخت ہو گا جو پھر بھی آپ کی بات نہ سنے ورنہ ہر بندہ بات سنے گا۔ یوں تو جو ازلی بد بخت تھے انہوں نے آقائے نامدار ﷺ کی بات نہ سنی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نہ سنی۔ اولیاء اللہ کی نہ سنی۔ اگر کسی کے دل پر رب نے مہر کر دی ہے وہ الگ بات ہے۔ لیکن یاد رہے دلوں کو دلوں سے ایک راہ ہوتی ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جنہیں ہم دل سے اچھا نہیں جانتے۔

مثلاً آپ سرکاری حاکموں کو لے لیجئے ان کے ملازم کوئی ان سے محبت تو نہیں کرتے

دین اسلام روح ہے اس نظام کائنات کی جس دن دین ختم ہو جائے گا کائنات ختم ہوجائے گی۔

کہ دن بھر ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں دل سے تو بعض اوقات نفرت کرتے ہیں کہ پتہ نہیں وزیراعظم نے کب گزرنا ہے خدا اسے تباہ کرے ہم صبح سے سڑک پر کھڑے ہیں بندوق لیکر کوئی پانی پلانے والا بھی نہیں۔ وہ بھی انہیں تنخواہیں تو دیتا ہے، مراعات دیتا ہے، عہدے دیتا ہے لیکن کیا وہ انہیں دل سے اچھا سمجھتے ہیں۔ نہ وہ اس سے محبت کرتے ہیں نہ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ ایک دنیا دار کی عزت ہم اس لئے کرتے ہیں کہ سیٹھ صاحب ہے ہم سلام کرتے ہیں وہ بھی جانتا ہے کہ یہ بدمعاش میرے سیٹھ ہونے کو سلام کر رہا ہے ہم سے محبت نہیں کرتا۔ دل دلوں کو جانتے ہوتے ہیں۔ بظاہر کتنے لوگ ہیں جن سے ہم بڑے ہنس کر اور خوش مزاجی سے ملتے ہیں لیکن وہ بھی سمجھ رہے ہوتے ہیں اور وہ بھی ہمارے ساتھ روایتی بات کرتے ہیں دل سے نہیں کرتے لیکن کتنے ایسے لوگ ہیں جن سے ہم لڑ پڑتے ہیں وہ پھر بھی ہم سے محبت کرتے ہیں۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جنہیں ہم سخت سست بھی کہتے ہیں، تھپڑ مار لیتے ہیں وہ پھر بھی ہم سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں پتہ ہے اگر اس نے مجھے تھپڑ مارا بھی ہے تو میری محبت میں میری بھلائی کیلئے مارا ہے۔ دل دل کی کیفیت کو جان جاتا ہے۔ آپ جس سے محبت کرتے ہیں اس سے لڑائی بھی ہو جائے تو پھر بھی محبت کرتا ہے۔ ماں بیٹے کو مارتی ہے لیکن بیٹا ماں ہی سے محبت کرتا ہے۔ تو دین پہنچانے کا بھی طریقہ اور سلیقہ یہ نہیں ہے کہ ہم اپنی بڑائی منوائیں، سلیقہ یہ ہے کہ میرے ذمے جو میرے رب نے کام لگایا ہے یہ اسی کا احسان ہے اور اسے میں سلیقے سے کروں جو نیک کام ہم سے ہوتا ہے اللہ اسے انانیت سے، خود پسندی سے، ذاتی اغراض سے، ذاتی نفع سے اس کو بچائے اور اسے قبول کرلے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ o

یہ مت سمجھیں کہ فرشتے لکھیں گے۔ اسے بتائیں گے تو اسے پتہ چلے گا۔ نہیں، وہ ہر چیز پہ ہر وقت خود نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ ہر چیز پہ حاضر ہے ناظر ہے جانتا ہے، اس کے علم میں ہے، اس کا علم

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضوری ہے اور اس کے علم میں ماضی مستقبل نہیں ہے۔ جو گزر چکا وہ بھی اسی کے حضور حاضر ہے اور جو آنے والا ہے وہ بھی اسی کے حضور حاضر ہے کہ اللہ کا علم حضوری ہے۔ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ ○ وہ ہر چیز پہ خود گواہ ہے ہر چیز کو خود دیکھ رہا ہے۔ دماغ کی سوچوں کو اور دل کی گہرائی میں اٹھنے والی امنگوں کو وہ جانتا ہے۔ فرمایا یہ بات یاد رکھو حق گھڑا نہیں جاتا۔ کوئی بات میں اپنی پسند سے گھڑ لوں یا کوئی دوسرا گھڑ لے تو وہ حق نہیں ہو جاتا اِنَّ رَبِّیْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۔ حق اتارا جاتا ہے اللہ کی طرف سے۔ میرے اور آپ کے خیالات میری اور آپ کی رائے حق نہیں ہے۔ اس کے حق ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرے کی اطاعت کے اندر ہو اس دائرے سے باہر جو کچھ بھی ہوگا وہ حق نہیں ہوگا۔ حق گھڑا نہیں جاتا، چند دانشور بیٹھ کر گھڑ لیں، اسمبلی بحث کر کے گھڑ لے، لیڈران کرام گھڑ لیں، چند علماء کرام جمع ہو کر بات بنا لیں، فرمایا اس طرح حق نہیں بنایا جاتا، حق گھڑا نہیں جاتا، حق تراشا نہیں جاتا۔ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ حق اتارا جاتا ہے۔

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ اسلئے کہ جو باتیں انسان نہیں جانتا وہ ساری جانتا ہے۔ جو وہ فرماتا ہے وہی صحیح ہے وہی درست ہے وہی حق ہے اور انسان کتنا بھی عالم ہو وہ بے شمار چیزیں نہیں جانتا اس لئے کہ اس کی رائے ادھوری ہے، صحیح نہیں ہے۔ پھر یہ مت بھولو کہ اگر حق تھوڑے لوگوں کے پاس ہے، وہ افرادی قوت میں کم ہیں یا معاشی قوت میں کم ہیں یا آلات حرب وضرب ان کے پاس کم ہیں، وسائل کم ہیں تو اسے کمزور سمجھا جائے بلکہ حق اتنا طاقت ور ہے کہ اس کے ساتھ اللہ ہے۔ اسباب تلاش کرنا فرض ہے اسباب اختیار کرنا فرض ہے ترک سبب شرعاً حرام ہے۔ اسباب اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ اسباب اختیار کرنا فرض ہے لیکن ہوتا وہ ہے جو وہ کرتا ہے فرمایا: ''قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ○ '' حق آ گیا باطل نہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ پیدا ہو کر واپس اس کے مقابلے میں آ سکتا ہے، باطل کا مقدر مٹنا ہے، ٹوٹنا ہے۔

> حق تو یہ ہے کہ ہم کافر سے بھی ایسا رویہ رکھیں کہ وہ مسلمان ہو جانے لیکن اتنی وسعت ظرف نہیں ہے تو مومن سے تو پیار کریں۔

حالات زمانہ خواہ کیا ہوں۔۔۔۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد بہت کم تھی اور پوری دنیا کا کفر متحد تھا، فرمایا۔ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ امتوں کی تاریخ اٹھا لو پہلے زمانوں کو دیکھ لو کتنی تھوڑی تعداد کے لوگوں نے کتنے بڑے بڑے لشکروں پر فتح پائی اللہ کی اجازت سے۔ اور پھر وہی عالم آپ کو غزوہ خندق کے بعد نظر آتا ہے جب اللہ کریم نے ارشاد فرما دیا۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اگر تمام ایمان پہ قائم رہے آج کے بعد تم فاتح اور غالب رہو گے۔ خندق سے لیکر تب تک جب تک مسلمان حق پر قائم رہے مسلمان غالب رہے، کفر کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی توفیق نہیں ہوئی، مسلمان خود چل کر دوسرے ممالک میں حق کا پیغام لے کر پہنچے، افریقہ سے سائبیریا تک اور چین سے ہسپانیہ تک۔ پھر کافر کیوں غالب آ گیا غالب تو ہمیں ہونا تھا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۔ تم غالب رہو گے لیکن شرط بھی لگائی اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ کہ اگر تمہارا ایمان ویقین اسی حالت پہ رہا جس پہ میرے رسول ﷺ نے تمہیں قائم کیا تھا۔ اس میں تمہاری اپنی پسند و ناپسند، تمہاری اپنی رائے، تمہاری اپنی مرضی، تمہاری اپنی اغراض۔ اپنے اپنے اسلام نہیں چلیں گے۔ اب تو عالم یہ ہو گیا ہے کہ جتنے بندے ملتے ہیں اتنی قسم کے اسلام بھی ملتے ہیں۔ تو فرمایا اس بات سے مت گھبراؤ کہ تم کمزور ہو گئے ہو۔ حق پر قائم رہنا شرط ہے، کثرت کے ساتھ رہنا شرط نہیں اور وہ قادر ہے۔ باطل جتنا بھی غالب ہوگا آخر مٹنا اس کا مقدر ہے اور قائم رہنا حق کا مقدر ہے، حق کا خاصہ ہے۔

حالات بہت دگرگوں ہیں۔ جہاں کوئی اللہ کا نام لیتا ہے وہاں بم گرتے ہیں، گولیاں چلتی ہیں، قتل عام ہوتا ہے۔ جہاں کوئی توحید و رسالت اور نظام اسلام کی بات کرتا ہے وہاں دنیا کا کفر بھڑک اٹھتا ہے اور اب صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا کا کفر متحد ہے اور ساری

www.naqshbandiaowaisiah.com

دنیا کے منافق بھی اس کے ساتھ ہیں یعنی ایک ایسی عجیب صورت حال پیدا ہوگئی ہے کہ پوری دنیا کا کفر متحد ہے اور پوری دنیا کے منافق بھی اعلانیہ اس کے ساتھ ہیں اور اس بات پر مُصر ہیں کہ نظام کافر ہی کا چلے گا، اسلام کا نظام نہیں چل سکتا لیکن قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ غالب حق کو ہی آنا ہے اور نظام، حق کا قائم ہو کر رہے گا۔ اب اس میں آزمائش یہ ہے کہ ہمیں حق کا ساتھ دینے کی توفیق ملتی ہے یا ہم بھی باطل کا رعب دیکھ کر دب جاتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات عالیہ کو پڑھا اور سمجھا تو آپ ﷺ نے ساری منظر کشی فرما دی کہ دنیا کا کفر جب اسلام کو مٹانے کیلئے متحد ہوگا تو معرکہ حق و باطل بپا ہوگا اور میدان جنگ ہوگا "الہند"۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کابل کا نام نہیں لیا افغانستان کا نام نہیں لیا، کشمیر کا نام نہیں لیا، پنجاب یا بلوچستان کا نام نہیں لیا، فرمایا "الہند" اور الہند برما سے شروع ہو کر افغانستان کے دریائے آمو تک جاتا ہے جہاں تک ہندوستان کے حکمرانوں نے حکومت کی، یہ برصغیر ہے اور برصغیر میدان کارزار ہے اور نظر بھی ظاہراً آ رہا ہے۔ یہ اللہ کا نام لینے والے، اللہ کے نام کو سینوں میں بسانے والے، اللہ کی راہ پہ جانیں دینے والے، اللہ کی عبادت کرنے والے اور اللہ کا دین جاننے والے لوگ اس خطے میں جمع ہوگئے ہیں، اس خطے میں دنیا کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ جو باہر تھے ان کا رجوع بھی ادھر ہے اور پوری دنیا کا کفر بھی اسی خطے کو تاک کر بیٹھا ہے انہیں ملیامیٹ کر دے۔ شاید وقت آ رہا ہے کہ جب حق کی طرف سے بھی ایسا جواب آئے گا تو مٹنا باطل کا مقدر ہوگا۔

سو میرے بھائی! اللہ کریم آپ کی محنت قبول فرمائے۔ جتنی محنت ذکر اذکار پہ کرتے ہو اتنی یا اس سے زیادہ محنت آداب تصوف کے ملحوظ خاطر رکھنے پہ کرو۔ جو توفیق اللہ دیتا ہے اس کا معاوضہ اللہ ہی پر رہنے دو کسی پر توقع نہ رکھو۔ ہو سکے تو اللہ کے بندوں کو اللہ کی ناراضگی سے بچانے کا کام کرو یہ بہت بڑا کام ہے۔

جہاد کسی فرد کے خلاف نہیں جہاد ظلم کے خلاف ہے اور جہاد اللہ کے لئے ہے۔

حضرت علیؓ کو ایک جہاد پر روانہ کرتے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علیؓ ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کر دینے سے اللہ کو یہ بات زیادہ پسند ہے کہ ایک کافر کو مسلمان کر کے دوزخ سے بچا لیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان ہو تو اسے موقع دو۔ اگر اللہ کافر کی اصلاح پہ بھی اتنا راضی ہوتا ہے تو کوئی بیچارا مسلمان بھٹکا ہوا ہے کمزور ہے، خطا کار ہے تو اس سے نفرت نہ کرو اس سے محبت کرو اور اسے اعتماد دلاؤ کہ میں تمہاری بہتری چاہتا ہوں پھر اسے نیک مشورہ دو کہ وہ سمجھے کہ میری بھلائی کیلئے کہہ رہا ہے، مجھ پر مسلط ہونے کیلئے نہیں کہہ رہا۔ یہ مساجد جو اللہ کریم نے پناہ گاہیں بنائی تھیں خطا کاروں کیلئے گمراہوں کیلئے بھولے بھٹکے انسانوں کیلئے "ان المسجد للہ" یہ تو اللہ کا گھر تھا اور اللہ کے گھر سے جو بھی پناہ چاہے اسے ملنی چاہئے۔ ہماری یہ بدنصیبی کہ ہم لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کی بجائے ان پر کفر کے فتوے لگا دیتے ہیں کہ فلاں بھی کافر فلاں بھی کافر ایسی بدنصیبی ہے کہ کسی مسجد میں جا بیٹھو تو پتہ چلتا ہے کہ میدان کارزار میں آ گیا ہوں۔ پشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں فلاں بھی کافر فلاں بھی مشرک فلاں بھی بدعتی بھی اگر کوئی کافر ہے تو وہ کافر تو پہلے سے ہے آپ اس پر کیا کمال کر رہے ہیں آپ کا کمال تو یہ ہے کہ اسے کفر سے اسلام میں لے آئیں۔ اگر کوئی گنہگار ہے تو آپ اسے نفرت کر کے بھگا دیں گے کہ ہماری مسجد میں مت آؤ تو کیا اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ کوئی آتا ہے تو اللہ کا گھر ہے اسے آنے دو غلط کرتا ہے تو غلط کر تو رہا ہے کچھ تو کر رہا ہے کرنے پہ قائم ہو گیا تو وہ خود بھی سوچے گا کہ جب کرتا ہوں تو مجھے صحیح کرنا چاہئے وہ غلط کر رہا ہے اس کے سامنے صحیح کرو تو پوچھے گا تو سہی کہ میں نے تو ایسے کیا اور آپ نے ایسے کیا، بات از خود صاف ہو جائے گی۔ اللہ کے بندوں سے محبت کرو اللہ کیلئے اور انہیں اللہ کے پاس واپس لاؤ۔ کافر کو مسلمان کرنا اگر اللہ کو اتنا پسند ہے تو مسلمان بیچارا جو بھٹکا ہوا ہے اگر اسے واپس لایا جائے تو اللہ کی کتنی رضا حاصل ہوگی۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

دین اللہ کا ہے اس نے اسے قائم رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے جب تک سورج طلوع و غروب ہو رہا ہے دین رہے گا۔ نبی علیہ السلام سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی فرمایا حتیٰ لا یقال اللہ اللہ۔ جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا قیامت قائم ہو جائے گی۔ یعنی جب دین کسی کے پاس نہیں رہے گا تو سورج بجھ جائے گا، چاند گر جائے گا، آسمان پھٹ جائیں گے، سمندر بھاپ بن کر اڑ جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

دین اسلام روح ہے اس نظام کائنات کی جس دن دین ختم ہو جائے گا کائنات ختم ہو جائے گی اس سے روح رخصت ہو جائے گا اسے میں اور آپ روکنے والے نہیں ہیں جس نے کائنات پیدا کی ہے اس کی روح کا محافظ بھی وہ خود ہے۔

یسوف یاتی اللّٰہ بقوم۔ وہ اور کسی قوم کو کھڑا کر دے گا جو اس کی راہ میں قتال کریں گے۔ یجاھدون فی سبیل اللہ۔ ولا یخافون لومۃ لائم۔ اور کسی کے پراپیگنڈے کی پرواہ نہ کریں۔ ہم پراپیگنڈہ کی مار کھا گئے فرمایا۔ میرے بندے جو ہوتے ہیں وہ لوگوں کی باتوں پہ نہیں میری رضا پہ توجہ رکھتے ہیں، اللہ کا حکم کیا ہے اللہ کے رسول ﷺ کا حکم کیا ہے۔ کوئی کیا کہتا پھرے۔ ولا یخافون لومۃ لائم۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے، کسی پراپیگنڈے سے نہیں ڈرتے۔

آپ کو پتہ ہے کہ آج کے زمانے کا سب سے بڑا ہتھیار پراپیگنڈا ہے اور اسلام آج سے سوا چودہ سو سال پہلے بتا رہا ہے کہ میرے بندے پراپیگنڈا کا شکار نہیں ہوں گے۔ جنہیں مجھ پہ بھروسہ ہے، جن کا رشتہ میرے ساتھ ہے، جن کی امیدیں مجھ سے وابستہ ہیں انہیں لوگوں کی باتوں سے کیا مطلب کہ کوئی جس کا جو جی چاہے کہتا رہے۔ حق تو یہ ہے کہ ہم کافر سے بھی ایسا رویہ رکھیں کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن اتنی وسعت ظرف نہیں ہے تو مومن سے تو پیار کریں اور پھر یہ مسلمان ٹوٹے پھوٹے کسی میں غلطی ہوگی، کسی میں جہالت ہوگی لیکن اللہ کا نام سیکھنے کیلئے آپ کے ساتھ آ تو گئے ہیں، یہ کتنے کرم کے مستحق ہیں، کتنی شفقت کے مستحق ہیں، کتنی محبت کے مستحق ہیں اللہ کی طرف سے کہ جو اللہ کا نام سیکھنے کیلئے آ گئے اللہ جنہیں لے آیا۔ کم از کم ان سے تو محبت کیجئے ان میں تو اختلاف اور لڑائی نہ ڈالیئے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو محبت کے مستحق ہیں۔

> حق گھڑا نہیں جاتا، حق تراشا نہیں جاتا۔ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ج حق اتارا جاتا ہے۔

بخاری شریف میں ایک واقعہ ملتا ہے دیر میں نے کر دی غلطی میری ہے اور جمعہ آپ کا لیٹ کر رہا ہوں لیکن خیر میں یہ بات عرض کر کے معذرت چاہتا ہوں چھ مہمان باہر سے آئے تھے بہت دور سے آئے تھے دیر سے آئے بات سننا پڑ گئی تو جمعہ میں تھوڑی سی تاخیر ہو گئی اللہ معاف فرمائے آپ لوگ محسوس نہیں فرمائیے گا۔ بخاری شریف میں ایک واقعہ بنی اسرائیل کا امام بخاریؒ نے نقل فرمایا ایک شخص تھا اس نے زندگی بھر لڑائی بھڑائی قتل و غارت ننانوے آدمی قتل کیئے بوڑھا ہو گیا عمر رسیدہ ہو گیا تو اسے احساس پیدا ہوا کہ میں نے خود بھی مرنا ہے، باری تو میری بھی آ گئی میرا آخرت میں کیا ہوگا؟ کسی عالم سے پوچھا جائے توبہ کی جائے رجوع الی اللہ کیا جائے، مولانا کے پاس گئے مولانا بھی کوئی روایتی مولوی ہوں گے وہ پہلے سے غصے میں بھرے بیٹھے تھے اس نے کہا جی میں نے تو ننانوے قتل کیئے انہوں نے کہا مردود اب کیا لینے آیا ہے تیری ایسی تیسی اللہ کی مخلوق کو قتل کیا، ایک قتل کا جو بے جرم وہ انسانیت کا قتل ہے۔ کانما قتل الناس جمیعاً۔ ایک بندے کو ظلماً قتل کیا گیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا تو تو ننانوے مار کر پھر میرے پاس آیا وہ پہلے سے اسی مزاج کا تھا اس نے تلوار چلائی اور مولانا کا سر ادھر جا پڑا اس نے کہا چلو سو تو ہو گئے نا۔ جہنم تو میں نے بھی جانا ہے مولانا آپ بھی کسی کو ڈانٹیں گے نہیں چلو میری بھی سنچری تو ہو گئی لیکن ایک اندر جو احساس تھا اس نے بے قرار رکھا کسی اللہ کے بندے کے پاس جا پہنچا سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا میرے بھائی اس کا علاج پھر توبہ ہے ننانوے کا علاج بھی توبہ ہی تھا اور جو سواں تم نے کر دیا اس کا علاج بھی توبہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہی ہے۔ اللہ کی رحمت کو تیرے گناہ عاجز نہیں کر سکتے تیرے گناہوں سے اس کی رحمت وسیع ہے لیکن ایک کام کر یہاں بیٹھ جا اس کا نام سیکھ۔ رات دن دل سے دماغ سے زبان سے، روئیں روئیں سے اللہ اللہ کرتا رہ میں تجھے اللہ کا ذکر سکھاتا ہوں۔ انہوں نے اللہ اللہ پہ لگا دیا، کچھ دنوں بعد اسے رخصت کیا کہ جاؤ اور اس طرح اللہ اللہ کرتے رہو لیکن فرمایا ایک بات ہے جب واپس اپنی بستی جاؤ گے تو جن لوگوں میں رہ کر تم نے سو قتل کئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ماحول اور معاشرہ بھی ایسا ہے کہ وہاں بندہ مجبور ہو کر لڑائی جھگڑائی پہ ہی آ جاتا ہے۔ برے لوگ ہیں ادھر مت جانا فلاں بستی کی طرف چلا جا، وہاں نیک لوگ ہیں، اللہ اللہ کرنے والے لوگ ہیں، ذاکرین ہیں ان میں جا کر رہ۔ جا باقی عمر وہاں بسر کر۔ اس نے ان کی بات مان لی اس طرف چل پڑا ابھی تھوڑی دور گیا تو موت آ گئی جہنم کے فرشتے جہنم کی زنجیریں لئے ہوئے کوڑے لئے دوزخ جہنم کا لباس لئے ہوئے آ گئے، جنت کے فرشتے جنت کی خوشبوئیں اور خوبصورت لباس اور پھول اٹھائے ہوئے آ گئے۔ انہوں نے کہا جی تم کیا لینے آئے ہو یہ تو ہماری آسامی ہے، انہوں نے کہا تم بے وقوف ہو یہ توبہ کر چکا ہے یہ تو ہماری آسامی ہے۔ اب مقدمہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوا حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں اور حضور ﷺ سے یہ واقعہ محدثین نے نقل کیا اور امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اسے جگہ دی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ دونوں طرف کے فرشتوں نے اللہ سے عرض کیا بارگاہ الٰہی تو فیصلہ فرما ہم تو اپنی اپنی نوکری کر رہے ہیں جو جہنم والے ہیں ہم نے تو سمجھا تھا سو بندوں کا قاتل ہے آ رہا ہے قابو ہماری آسامی ہے ہم نے اسے لینا ہے، اب یہ تیرے فرشتے جنت والے کہتے ہیں یہ ہمارا مہمان ہے توبہ کر چکا ہے اب تو فیصلہ فرما۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ نے فیصلہ یہ دیا کہ زمین ماپ لو اگر بدکاروں کے قریب ہے تو جہنم میں لے جاؤ اور اگر نیکوں کے قریب پہنچ گیا ہے تو جنت میں لے جاؤ۔ فرشتے لگے زمین ماپنے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں زمین کو حکم دیا مالک نے کہ نیکوں کی طرف سے سمٹ جا اور ادھر سے بڑھ جا۔ فرشتوں سے نہیں فرمایا کہ چلو جنت لے جاؤ۔ نہیں، فرمایا! اپنا حساب کتاب کرو اب یہ نیکی کی طرف چل پڑا ہے برائی کو چھوڑ آیا ہے تو اس کے ساتھ یہ رعایت تو کرو اگر نیکوں کی بستی کے قریب ہے تو اسے جنت والے لے جائیں اور بدکاروں کے قریب ہے تو جہنم والے لے جائیں اور جب وہ زمین ماپنے لگے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں زمین کو حکم دیا کہ نیکوں کی طرف سمٹ جا حالانکہ وہ ابھی تھا تو بدکاروں کی طرف۔ فرمایا! ادھر سے پھیل جا ادھر سے سمٹ جا کہ ادھر سے فاصلہ کم ہو جائے۔

جتنا بھی خطا کار ہو کوئی مسلمان اگر اسے آپ اللہ اللہ اور راہ راست پہ لے آئیں اسے اللہ محبت دے دیں تو اس سے بڑی کوئی چیز کسی کو کوئی کیا دے سکتا ہے۔ ایک دوسرے سے بھی محبت کرو اللہ کیلئے اور جو اللہ کی طلب میں آتا ہے وہ بھی خصوصی محبت کا مستحق ہے۔ جو نہیں آتے وہ بیچارے بھی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے پتہ نہیں کیا کیا چار سو بیس لگا رکھی ہے ان سے آپ محبت کریں گے تو آپ سے واقف ہوں گے آپ کو جانیں گے تو آئیں گے کیوں نہیں آئیں گے۔ اگر نہیں آتے تو یہ کمزوری ہماری ہے کہ جو تعارف ہم اپنا کراتے ہیں وہی تعارف بنتا ہے جماعت کا اور شاید وہ تعارف صحیح نہیں بنتا ہماری وجہ سے۔ کبھی ہماری ذاتی خواہشات آڑے آ جاتی ہیں یا شاید کبھی کوئی بڑے سے بڑی خطا ہو گئی ہے، اللہ سے معافی طلب کرو وہ کریم ہے کسی بندے کا کوئی گناہ اس کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتا۔ ایک دوسرے کے حق میں دعا کیا کرو اگر سمجھو کہ فلاں شخص سے خطا ہو گئی ہے تو اس کی خطا کو اچھالنے کی بجائے اس کا حق بنتا ہے اس کیلئے دعا کرو کہ اللہ اسے اس گناہ سے بچا لے اگر اسے روک نہیں سکتے تو دعا تو کر سکتے ہو یہ شاید زیادہ فائدہ مند ہو گی۔ ایک دوسرے کے لئے دعا کرو عامۃ المسلمین کیلئے دعا کرو۔

اور یہ یاد رکھو غالب حق کو آنا ہے اور انہی کو غالب آنا ہے جو حق کے ساتھ قائم رہیں گے۔ دنیوی صورت حال بدلتی رہے جہاں اس کا جی چاہے چلی جائے اور جس کا جو جی چاہے کہتا رہے ہو گا وہی جو اللہ چاہے گا۔ اور ہو گا وہی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ان شاء اللہ العزیز۔ دعا یہ ہے کہ اللہ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما کر ان لوگوں کو شامل رکھے جو غزوۃ الہند میں اسلام کی طرف سے جانیں پیش کریں گے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

جی پی فنڈ کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

اس مسئلہ کے جواب میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ سے جو رقم کاٹی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں:

1: کہیں جبری کاٹی جاتی ہے یعنی اس میں ملازم کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا، غیر اختیاری طور پر محکمہ کاٹ لیتا ہے۔

2: اور کہیں اختیاری طور پر ملازم کی تنخواہ سے ایک مخصوص متعین حصہ محکمہ کاٹتا ہے، ہر صورت کا حکم الگ الگ ہے اور وہ یہ ہے کہ جبری طور پر جو رقم کاٹی جاتی ہے وہ اور جو رقم محکمہ اپنی طرف سے دیتا ہے یہ دو قسم کی رقمیں تو بلاشبہ ملازم کیلئے حلال ہیں، اسی طرح محکمہ اگر ان دونوں رقموں سے حلال اور جائز کاروبار کر کے اس کا نفع ملازم کو دیتا ہے تو وہ بھی حلال ہے لیکن اگر کمپنی یا محکمہ ان دونوں رقموں سے کوئی حرام اور ناجائز کاروبار کر کے اس کا نفع ملازم کو دیتا ہے تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں:۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ محکمہ یہ نفع (جو حرام ہے) بینک وغیرہ سے خود وصول کرے اور اپنے مرکزی اکاؤنٹ میں جمع کرے جب کہ مرکزی اکاؤنٹ کا اکثر و بیشتر سرمایہ حلال ہو اور وہاں سے ملازم کو اپنے وقت پر اصل پراویڈنٹ فنڈ یا جی پی فنڈ کے ساتھ یہ نفع بھی ملے تو ملازم کے حق میں یہ نفع حرام نہیں ہے اور اس کو یہ نفع وصول کرنا جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ محکمہ یہ حرام نفع خود وصول نہ کرے بلکہ ملازم خود جا کر بنک یا انشورنس کمپنی سے وصول کرے ایسی صورت میں ملازم کو یہ حرام نفع وصول کرنا اور اپنے استعمال میں لانا حلال نہیں لہٰذا ملازم یہ نفع ہرگز وصول نہ کرے اور اگر غلطی یا لاعلمی سے وصول کر لے تو مال حرام سے بچنے کی نیت سے کسی غریب محتاج آدمی کو دیدے اور آئندہ وصول بالکل نہ کرے، اور کمپنی یا محکمہ کیلئے بھی ہر حال میں فنڈ کی رقم کسی حرام کاروبار کرنے والے ادارے میں لگانا اور حرام نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔

البتہ اختیاری طور پر پراویڈنٹ فنڈ میں جو رقم کٹوائی جائے اس پر جو رقم محکمہ بنام سود دے گا اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ علماء کی تحقیق کے مطابق یہ بعینہ سود اگرچہ نہیں ہے تاہم تشبہ بالربا ضرور موجود ہے اور اس سے سود خوری کا ذریعہ بن سکتا ہے اس لئے یہ رقم وصول ہی نہ کرے یا وصول کرنے کے بعد صدقہ کر دے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی 14

''مصدقہ''

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

''جامعہ کراچی 14'' 20-11-1411ھ

www.naqshbandiaowaisiah.com

قربِ الٰہی کیسے ممکن ہے

تنگ دستی، فقیری اور غربت بھی ایک امتحان ہے لیکن وہ آسان ہے۔ کتنے گناہ ایسے ہوتے ہیں جن سے غربت کی وجہ سے انسان بچ جاتا ہے۔ لاکھوں برائیاں ایسی ہیں کہ جیب میں پیسہ نہ ہو تو بندہ وہ برائیاں نہیں کر سکتا۔ تو غربت اگرچہ تکلیف دہ ہے لیکن اس کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ بہت سے گناہوں سے آدمی کو بچا لیتی ہے اور امارت کا امتحان اس سے سخت ہے کہ جس کے پاس دولت ہوتی ہے، کچھ وقار ہوتا ہے، چار بندے اس کی بات سنتے ہیں، وہ بہت سے ایسے جرائم آسانی سے کر لیتا ہے جو غریب آدمی نہیں کر سکتا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
سالانہ اجتماع..... دارالعرفان
منارہ 18.7.2002

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ O

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ O

وَمَآ اَموَالُکُم وَلَآ اَولَادُکُم بِالَّتِی تُقَرِّبُکُم عِندَنَا زُلفٰیٓ اِلَّا مَن اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَھُم جَزَآءُ الضِّعفِ بِمَا عَمِلُوا وَھُم فِی الغُرُفٰتِ اٰمِنُونَ O وَالَّذِینَ یَسعَونَ فِیٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِینَ اُولٰٓئِکَ فِی العَذَابِ مُحضَرُونَ O

انسانی معاشرے میں کسی کے خوشحال ہونے کا یا کسی کے بڑا ہونے کا معیار دو باتوں کو مانا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک بہت بڑا قبیلہ ہو، بہت سے لوگ ہوں اور پھر وہ مالدار بھی ہو، اسے کسی آدمی کی بڑائی کا معیار مانا جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے مال یہ سب چیزیں تمہیں قربِ الٰہی نہیں دے سکتیں۔ اللہ کے نزدیک کسی کا صاحبِ مال ہونا یا صاحبِ اولاد ہونا کوئی بڑائی کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اللہ خود دینے والا ہے۔

اَللّٰہُ یَبسُطُ الرِّزقَ لِمَن یَّشَآءُ وَیَقدِرُ۔ وہ جسے چاہتا ہے رزق میں بہت فراخی دے دیتا ہے جسے چاہتا ہے اس کا رزق کم کر دیتا ہے اس کے اپنے دستِ قدرت میں ہے۔ فَاَمَّا الاِنسَانُ اِذَا مَا ابتَلٰہُ رَبُّہٗ فَاَکرَمَہٗ۔ انسان کو جب اللہ آزمانا چاہتا ہے تو اسے بہت مال و دولت اولاد اور عزت کے اسباب دے کر بہت بڑا آدمی بنا دیتا ہے۔ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابتَلٰہُ فَقَدَرَ عَلَیہِ رِزقَہٗ O اور کسی کی آزمائش اس طرح ہوتی ہے کہ اس پر رزق کی تنگی، اولاد نہیں ہے، قوت بازو نہیں ہے، لوگ ساتھ نہیں ہیں، یک و تنہا ہے، بھوک اور افلاس کا مارا ہوا ہے۔ دونوں حالتوں میں معیار یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کریم کے ساتھ اپنا تعلق کیسے رکھتا ہے دولت مند ہو کر اسے بھول جاتا ہے یا بھوکا ہو کر دولت مندوں کے در پہ سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور اللہ کو بھول جاتا ہے۔ تو مال اور اولاد کا ہونا عہدے کا مل جانا حکومت اور اختیارات کا مل جانا اقتدار کا مل جانا یہ ساری چیزیں ایک آزمائش ہیں ایک امتحان ہیں اللہ کی طرف سے۔

حضرت عبید اللہ احرارؒ بہت مالدار شخص تھے بلکہ کہا گیا ہے

چوں فقر اندر عبائے شاہی آمد
ز تدبیر عبید اللّٰہی آمد

یہ فقر اور درویشی جب شاہی لباس میں آیا تو اس کو شاہی لباس پہنانے کا سبب حضرت عبید اللہ احرارؒ ہیں۔ وہ زمانہ مشینوں کا نہیں تھا۔ وہ بہت بڑے کاشتکار اور زمیندار تھے اور اس زمانے میں سو "ہل" ان کی زمینوں میں جتا کرتا تھا۔ سو "ہل" کے لئے دو سو بیل چاہئیں اور ان کو رکھنے کیلئے، ہل چلانے کیلئے شاید چار سو ملازم چاہئیں۔ ایک بہت بڑا سلسلہ تھا اس میں اتنی آمدن بھی تھی، اتنے اخراجات بھی تھے اور آپؒ کی رہائش بود و باش امیرانہ تھی، اچھا کپڑا پہنتے تھے، اچھی طرح رہتے تھے۔ ایک دن نماز کیلئے تشریف لے گئے مسجد میں نماز سے فارغ ہوئے تو ایک دوست نے عرض کی کہ حضرت حج کا موسم آ رہا ہے اگر مناسب خیال فرمائیں تو اس دفعہ حج پہ جانا چاہئے۔ آپؒ نے فرمایا بہت اچھی بات ہے لیکن تم نے بڑی دیر سے بات کی چونکہ زمانہ پیدل یا گھوڑے کا تھا تو اب تو کوئی وقت نہیں رہا تاہم پھر بھی چلو چلتے ہیں۔ جی کیسے چلتے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں؟ اس نے کہا، یہیں سے چلتے ہیں میں اطلاع کر دیتا ہوں ملازم کو بتا دیتا ہوں کہ میں حج پر جا رہا ہوں۔ ہاں نکلو یہاں سے نکلتے ہیں تو اس نے کہا یہ ایسے کیسے ممکن ہے میرا تو فلاں کام رہتا ہے فلاں کام رہتا ہے کسی کو بتایا نہیں، کسی سے مشورہ نہیں کیا، کچھ پیسے لینے ہیں یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے۔ فرمایا، اتنے پیسے تو تمہارے پاس ہوں گے تمہارا گزارا بھی ہو جائے گا میرا بھی ہو جائے گا، اتنے میرے پاس چلو چلتے ہیں تو اس نے پاؤں پکڑ لئے۔ جی، میں تو یہ سوچ کر کہہ رہا تھا کہ آپ اپنے کاروبار میں اتنے پھنسے ہوئے ہیں کہ آپ نہیں جا سکیں گے۔ انہوں نے فرمایا، تم بے وقوف ہو۔ یہ کاروبار، یہ جائداد یہ سلسلہ میرا نہیں ہے مجھے تو چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ افلاس کی نسبت یہ امارت بہت بڑا امتحان ہے اور میں اگر حج پر جاتا ہوں تو جس کا ہے وہ اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ ایک دن تو میں نے سارا چھوڑ ہی جانا ہے پھر کون چلائے گا اسے؟ لہٰذا یہ میرے لئے رکاوٹ نہیں ہے، میرے ذمے تو ایک نوکری لگی ہوئی ہے، میں خدمت کر رہا ہوں جب تک دم میں دم ہے کرتا رہوں گا پھر پتہ نہیں کس کو ملے گا۔

تنگ دستی، فقیری اور غربت بھی ایک امتحان ہے لیکن وہ آسان ہے۔ کتنے گناہ ایسے ہوتے ہیں جن سے غربت کی وجہ سے انسان بچ جاتا ہے۔ لاکھوں برائیاں ایسی ہیں کہ جیب میں پیسہ نہ ہو تو بندہ وہ برائیاں نہیں کر سکتا۔ تو غربت اگرچہ تکلیف دہ ہے لیکن اس کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ بہت سے گناہوں سے آدمی کو بچا لیتی ہے اور امارت کا امتحان اس سے سخت ہے کہ جس کے پاس دولت ہوتی ہے، کچھ وقار ہوتا ہے، چار بندے اس کی بات سنتے ہیں، وہ بہت سے ایسے جرائم آسانی سے کر لیتا ہے جو غریب آدمی نہیں کر سکتا۔ جوا کھیل سکتا ہے، شراب نوشی کر سکتا ہے، گھوڑوں کی ریس دوڑا سکتا ہے بے شمار ایسی باتیں ہیں، بدکاریاں ہے جو وہ کر سکتا ہے، کنجر نچوا سکتا ہے۔ تو فرمایا دولت مند ہو کر اطاعت گزار ہونا مفلس کی اطاعت سے بڑا مشکل

اللہ کے نزدیک کسی کا صاحب مال ہونا یا صاحب اولاد ہونا کوئی بڑائی کی بات نہیں ہے۔

ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ جو اپنا سرمایہ خرچ کرے گا اسے اتنا اجر ملے گا، جنت میں اتنی جگہ ملے گی یہ ہو گا وہ ہو گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے مختلف فضائل تو جو لوگ فقیر تھے مفلس تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تو ہے نہیں تو اس کا مطلب ہے ہم محروم رہے۔ آپ ﷺ نے کچھ تسبیحات ارشاد فرمائیں کہ تم یہ پڑھا کرو تو اتنا بڑا اجر اللہ تمہیں بھی دے دے گا۔۔۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیحات ارشاد فرمائیں وہ دولت مندوں نے بھی پڑھنا شروع کر دی ہیں وہ تسبیح بھی پڑھتے ہیں اور پیسہ بھی خرچ کرتے ہیں تو ہم تو پھر پیچھے رہ گئے فرمایا یہ تو پھر اللہ کی تقسیم ہے اس میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔ اگر وہ بھی تسبیح پڑھتے ہیں تو یہ ان کی خوش قسمتی ہے اور اگر اللہ نے انہیں دولت دی ہے اس کی راہ پر خرچ کرتے ہیں یہ اس کی تقسیم ہے میری نہیں۔ تو اس میں تم ان سے ضد نہیں کر سکتے اس کی اپنی مرضی اس نے انہیں دے دی۔ آزمائش کیلئے اور انہیں توفیق دے دی ہے ہدایت کی۔

تو فرمایا مال و دولت یا اولاد یہ قرب الٰہی کا سبب نہیں ہیں قرب الٰہی کا سبب یہ ہے، اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا۔ جس کا یقین غیر متزلزل ہو ایمان پختہ ہو اللہ پر اور اللہ کے حبیب ﷺ پر، ضروریات دین پر اللہ کی کتاب اور آخرت پر اتنا پختہ ایمان ہو تو اسے عمل صالح کی توفیق ہو جاتی ہے۔ وَ عَمِلَ صَالِحًا عمل صالح کیلئے ایمان اور یقین کی پختگی بنیاد بنتی ہے۔ جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ عرصہ محشر میں مجھے اس کام کا جواب دینا ہے تو غلط امور سے رک جاتا ہے اور اگر غلطی ہو جائے تو رجوع الی اللہ کرتا ہے تو یہ کرتا ہے اسے پتہ ہے کہ کل کی جواب دہی بڑی سخت ہے اور اگر یہ ہو جیسے ایک پنجابی میں ہمارے اس علاقے میں ایک محاورہ مشہور ہے "کہ جی کس نے دیکھا ہے کیا ہوگا وہاں جائیں گے تو پتہ چلے گا" اب اس کے ساتھ آدمی کلمہ بھی پڑھتا رہے تو وہ کافر ہے جو بات محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ عرصہ محشر میں مجھے اس کام کا جواب دینا ہے تو غلط امور سے رک جاتا ہے اور اگر غلطی ہو جائے تو رجوع الی اللہ کرتا ہے توبہ کرتا ہے۔

آپ آنکھوں سے دیکھ کر آتے تو ہمیں غلطی لگ سکتی تھی اور ہوسکتا ہے جو کچھ دیکھ کر ہم بتائیں وہ غلط ہو لیکن جو آپ ﷺ نے بتایا وہ حق ہے۔ ہمارا اپنا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہم دور سے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یار وہ شاید کوئی جانور کھڑا ہے قریب جاتے ہیں تو وہ جھاڑی ہوتی ہے، کسی آدمی کو دیکھو تو غلطی لگ جاتی کہ وہ فلاں آدمی جا رہا ہے لیکن قریب پہنچتے ہیں تو وہ کوئی اور ہوتا ہے یعنی ہم دیکھ کر بھی آئیں تو ہوسکتا ہے کہ جو ہم بیان کر رہے ہوں وہ حقیقت کے مطابق نہ ہو دیکھ کر بھی غلط کہہ سکتے ہیں، ہمیں غلطی لگ سکتی ہے لیکن جو رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا وہ حق ہے، اس میں کوئی غلطی کا امکان نہیں اور یہی ایمان ہے کہ جو بتایا اللہ کے حبیب ﷺ نے وہ عین حق ہے اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

حالات حاضرہ یہ بات ہو رہی تھی نہیں اس مسجد والے دفتر میں بیٹھا تھا تو ایک ساتھی جو کافی اس میں دسترس رکھتے ہیں فرمانے لگے کہ اب کوئی ظاہری، کوئی ظاہری سبب ایسا نہیں رہا کہ اسلامی حکومت بن سکے۔ اس وقت جو بین الاقوامی اور ملکی حالات جا رہے ہیں یا مسلم ممالک کے جو حالات جا رہے ہیں اس کے مقابلے میں غیر مسلم ریاستوں کا جو رویہ ہے تو کوئی ایک چھوٹا سا سبب بھی نظر نہیں آتا کہ کوئی ملک اسلامی مملکت بن جائے۔

میں نے کہا بھول رہے ہو۔ سبب ہے لیکن آپ کے ذہن سے اتر گیا ہے۔ کہنے لگے، کیا! رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جب یہ کفر متحد ہو کر اس طرح کرے گا تو ایک بہت بڑا معرکہ الہند میں بپا ہوگا، برصغیر میں بپا ہوگا اور اس کے بعد حق کی فتح ہوگی اور اسلامی ریاست بنے گی اور اسلام دنیا پر پھیلے گا۔ میں نے کہا آپ کے سارے نظریات آپ کے سارے حالات بدل سکتے ہیں لیکن جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا نہیں بدلے گا۔ کب ہوگا یہ نہ آپ ﷺ نے دن اور تاریخ متعین کی اور نہ کوئی دوسرا کر سکتا ہے آج ہوگا کل ہوگا دس سال بعد ہوگا پچاس سال بعد ہوگا یہ نہیں پتہ لیکن ایسا ہوگا جنہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کے قریب رہے۔

مکہ میں ایک مشرک تھا اور اس نے نبی علیہ الصلوٰۃ کو دیکھ کر کہا کہ میں ایک گھوڑا پال رہا ہوں اور اسے میں خصوصی طور پر مکی کھلاتا ہوں۔ گھوڑے یا جانور کو موٹا کرنے کیلئے باجرہ یا مکی کا دلیا اگر کھلایا جائے تو وہ بہت جلدی موٹے ہو جاتے ہیں تگڑے ہو جاتے ہیں تو عرب میں باجرے کا تو وجود نہیں تھا مکی دستیاب ہوتی تھی تو وہ مکی کھلایا کرتے تھے۔ میں خاص طور پر مکی کھلا رہا ہوں اس لئے کہ میں اس گھوڑے پر بیٹھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کروں گا اور میں آپ کو قتل کروں گا نعوذ باللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے چاہا تم میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ غالباً احد میں وہ اس گھوڑے پر بیٹھ کر حملہ آور ہوا مجھے صحیح یاد نہیں لیکن اغلب خیال یہ ہے کہ وہ احد کا واقعہ ہے بحرحال کسی بھی جنگ میں ہو لیکن وہ حضور ﷺ کے مقابل آیا یہ بات مجھے یاد ہے۔ نبی ﷺ نے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور اس کے خود کی کڑیوں میں نیزہ الجھ گیا اور یوں گردن پر لکیر ڈالتا ہوا نکل گیا نیچے لوہے کی کڑیاں تھیں خود کی اور معمولی سی خراش اس کی گردن پر آ گئی گھوڑے سے تو گر گیا کیونکہ ضرب تو لگی لیکن اس نے بڑا واویلا کیا اس نے سارا میدان جنگ شور کر کے سر پر اٹھا لیا وہ جلدی جلدی سے اٹھا کر لے گئے خیمے میں جا کر خود اتار دیکھا تو معمولی سی خراش ہے۔ ارے کیا شور کر رہا ہے زخم تو کوئی ہے نہیں اس نے کہا میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

سمجھتا ہوں جہنم کی ساری آگ اسی لکیر میں بھر گئی ہے تکلیف تو مجھے ہو رہی ہے اور میں مر جاؤں گا اس سے۔ انہوں نے کہا اس سے تو مرنے والا نہیں اس نے کہا زخم سے مرنے والا ہوں یا نہیں لیکن اللہ کے اس بندے نے یہ کہا تھا کہ تو میرے ہاتھوں قتل ہوگا اور میں اس ضرب سے مر جاؤں گا چونکہ اس کا کہا کبھی غلط نہیں ہوتا۔ اور احد سے بھاگتے ہوئے چند میل کی مسافت پر دم توڑ گیا جبکہ وہ اسے اٹھا کے لے جا رہے تھے۔ یہ اس کا ایمان نہیں تھا اس کے تجربے کا یقین تھا اس نے نبی اور رسول نہیں مانا تھا لیکن اسے تجربہ تھا کہ جو بات ان کے لبوں سے نکلتی ہے وہ کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ نہ ہوئی ہو۔

اور ہمیں جو اللہ نے ایمان عطا فرمایا ہمارا تو ایمان ہے کہ آپ ﷺ جو فرما دیتے ہیں وہ حق ہے اٹل ہے کوئی اس میں تبدیلی نہیں ہوگی اور جیسا حضور ﷺ نے فرمایا ویسا ہوگا۔ اور یہی یقین ہے یہی ایمان ہے کہ جن چیزوں سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ان سے رک جاؤ جن کے کرنے کا حکم دیا وہ کرو یہ عمل صالح ہے اور ایمان یہ ہے کہ عمل صالح ہو جائے۔

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝ ان کے لئے ان کے کام سے کئی گنا زیادہ یعنی جتنا اللہ کی مرضی ہے وہ زیادہ دے یا ستر گنا کہا جاتا ہے عربی کا ایک محاورہ ہے تو اس سے مراد واقعی ستر گنا نہیں ہوتا بلکہ محاوراتی زبان میں عرب جب کسی کو بہت زیادہ کہنا چاہیں تو وہ کہتے ہیں یہ تو ستر گنا بڑا ہے یعنی ایک محاورہ ہے تو یہ ستر تک محدود نہیں کرتا یہ بھی محاوراتی زبان ہے قرآن حکیم کی کہ اللہ کی پسند کہ وہ انہیں کتنا دے دے کم از کم دو چند تو دے گا اس پر زیادتی کتنی کرتا ہے یہ اس کی مرضی کہ کتنا عطا فرمائے گا اور وہ بالا خانوں میں مزے سے بیٹھے ہوں گے امن اور سلامتی کے ساتھ۔

تو میرے بھائی! ایمان ایک کیفیت ہے دل کی، باطن کی، اندر کی اس کا اظہار ہوتا ہے اعمال سے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ

> **جس کا جتنا بڑا تکیہ ہے وہ اتنا بڑا معتبر ہے لیکن جب یہ تکیے نہیں ہوں گے اور سر مٹی پہ، خاک پہ رکھ کے لوگ فارغ ہو جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ کون کتنا معتبر اور کتنا معزز ہے۔**

ایمان دعویٰ ہے جو آدمی کہتا ہے میں مومن ہوں میں مسلمان ہوں یہ دعویٰ ہے اب اس پر گواہی کون دے فرمایا اس کے اعمال۔ جب وہ عمل کرتا ہے تو عمل اس کا گواہ ہوتا ہے اگر گواہ جھوٹا ہو تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا عمل اگر اسلام کے خلاف ہے اور دعویٰ اسلام کا ہے تو فرمایا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوگا۔ بارگاہ الٰہی میں خارج کر دیا جائے گا اعمال ہی وہ گواہ ہیں جو اس دعوے کو ثابت کرتے ہیں۔ مال و دولت کا ہونا بری بات نہیں ہے لیکن اس کی موجودگی میں نیک بننا مشکل ضرور ہے۔ غربت و افلاس کا ہونا بظاہر بری بات ہے لیکن اس میں بہت سے فائدے بھی ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک وقت میں ایک آدمی حکمران ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں وہ قیدی ہوتا ہے قیدی پر صدقہ اور زکوٰۃ بھی لگتی ہے اتنا مفلس ہو جاتا ہے کہ اس پر زکوٰۃ جائز ہو جاتی ہے۔ یہ انقلابات انسانی زندگی کا حصہ ہیں۔ معیار صرف یہ ہے کہ تنگی میں یا فراخی میں، اقتدار و اختیار میں یا جیل کی سلاخوں کے پیچھے اللہ سے اور اللہ کے حبیب ﷺ سے رشتہ کیسا رکھتا ہے اس تعلق میں فرق نہ آئے۔

حضرت خبیبؓ اہل مکہ کے ہاتھوں قید ہو گئے مکے کے دو نامور اس کے ہاتھوں بدر میں قتل ہوئے تھے۔ دھوکے سے کہیں کچھ احباب کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بلایا گیا اور لمبا واقعہ ہے۔ بہرحال حضرت خبیبؓ قید ہو کر ان مقتولوں کے ورثاء کے پاس بیچ دیئے گئے اب کچھ حرمت کے مہینے جو دین ابراہیمی سے آرہے تھے مشرکین مکہ بھی ان کی حرمت کا خیال رکھتے تھے اور ان مہینوں میں قتل و غارت سے پرہیز کرتے تھے۔ اب حسن اتفاق یہ کہ جب وہ مکہ پہنچائے گئے اور وہ بیچ دیئے گئے تو حرمت کے مہینے شروع ہو گئے انہیں وہ تین مہینے ان کی قید میں رہنا پڑا۔ بہت سی کرامات کا ظہور ان سے اس قید میں ہوا جو سیرت میں مذکور ہیں۔ میں بیان کرنے لگوں تو بات لمبی ہو جائے گا میں بات ایمان کی کہنا چاہتا ہوں جب وہ مہینے گزر گئے تو انہیں باہر لایا گیا حد حرم سے باہر۔ حد حرم کا بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

احترام کرتے تھے مشرکین جو حدِ حرم عہد ابرھیمی سے آرہی تھی وہاں سے باہر لایا گیا وہاں ایک بڑی سولی لٹکا دی گئی۔ سزا یہ دی گئی کہ انہیں گلے میں پھندا ڈال کر سولی سے لٹکا دیا جائے پھر ان کے جسم پر نیزوں کی بارش کی جائے۔ جسم کو چھلنی کر دیا جائے اور پھر ان کی لاش جب تک گل سڑ نہیں جاتی اس کے ساتھ لٹکتی رہے۔ یہ انہی کی سنت ہے کہ جب ان سے آخری خواہش کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آخری کام میں اللہ کی عبادت کر لوں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ مرنے سے پہلے کئی لوگ جو خواہش کرتے ہیں پھانسی لگنے والے یا ایسے تو یہ تو سب سے پہلے انہوں نے کیا۔ انہیں اجازت دی گئی اور وہ بڑی لمبی نماز بڑی خشوع و خضوع سے پڑھا کرتے تھے اور کئی مہینے کو فروں کو بھی دیکھتے ہو گئے تھے لیکن انہوں نے نہایت سرعت سے دو رکعت نفل ادا فرمائے۔ جب فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا یار تم تو بڑی لمبی نماز پڑھا کرتے تھے، بڑے لمبے سجدے آج تم نے دیر نہیں لگائی۔ فرمایا، اس لئے کہ تم یہ نہ سمجھو میں موت کے خوف سے نماز اور سجدے لمبے کر رہا ہوں، مجھے تو اللہ کے حضور حاضری لگوانا تھی۔ جب گلے میں پھندا ڈالا تو مکے کے ایک سردار نے کہا! کہ آج تمہیں سمجھ آ گئی ہو گی اور اب تمہارا دل چاہتا ہو گا کہ خود محمد ﷺ تمہاری جگہ ہوتے اور تمہارا یہ حشر نہ ہوتا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے سینکڑوں بار بھی سولی پہ لٹکایا جاؤں تو یہ گوارا نہیں ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کے پاؤں مبارک میں کوئی کانٹا بھی چبھ جائے۔ وہ بھڑک اٹھے انہوں نے کہا سولی کھینچ لو تو آپؓ نے ہوا سے کہا وہ جو قصیدے میں کہا گیا تھا نعتیہ شعر میں۔

الصباح یوم الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضتہ فیہ النبی المحترم

شاعر نے کہا ہے بادِ صبا اگر آج تیرا گزر ارضِ حرم سے ہو تو نبی محترم ﷺ کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کر دینا۔ یہ بھی انہی کی سنت پہ شعر کہا گیا۔ انہوں نے جب سولی کھینچی تو انہوں نے ہوا سے کہا کہ اور تو یہاں کوئی نہیں، یہ جتنے لوگ، سروں کا سمندر نظر آ رہا ہے ان میں ایسا کوئی نہیں جو میرا اسلام نبی اکرم ﷺ تک پہنچا دے۔ اے ہوا، میرا اسلام میرے آقا تک پہنچا دے۔

حضور ﷺ اس وقت وضو فرما رہے تھے کوئی خادم وضو کروا رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کوئی ہے نہیں۔ میں نے آواز نہیں سنی، کسی نے سلام عرض تو نہیں کیا۔ فرمایا تو نے نہیں سنا، ہوا سلام لائی ہے خبیبؓ کا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی حکم دیا کہ خبیبؓ کی میت کو رسوا نہ ہونے دیا جائے وہاں سے اتار دیا جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین راتوں رات گئے اور پہرے میں سے ان کے وجود مقدس کو اتار کر لے آئے۔

تو رشتہ ایمان دل سے جڑتا ہے اور یقین بہت پیچھے رہ جاتا ہے ایمان اس سے بہت مضبوط چیز ہے جسے ہم یقین کہتے ہیں نا بہت پیچھے رہ جاتا ہے اور ایمان اس سے بہت آگے یا پھر آپ اسے حق الیقین کہہ دیں۔ تو فرمایا اللہ کے نزدیک ایمان کی قیمت ہے جتنا پختہ یقین ہے اتنا وہ بندہ معتبر ہے قابل احترام ہے قابل عزت ہے۔ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشہ ہے چند لمحوں میں ختم ہو جائے گی پھر نہ ختم ہونے والی زندگی جب شروع ہو گی تو پتہ چلے گا کہ کون محترم ہے اور ایک پرانے ساتھی ہوا کرتے تھے خان زمان حضرتؒ کے ساتھ تو دنیا دار آدمی بھی تھے لڑائی بھڑائی بھی ان کے گلے پڑی رہتی تھی۔ مقدمے بھی چلتے رہتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میاں پتہ تب چلے گا کون معتبر ہے کہ جب قبر میں سر زمین پر رکھیں گے۔ ابھی تو تکیوں پہ پڑا ہے اور جس کا جتنا بڑا تکیہ ہے وہ اتنا بڑا معتبر ہے لیکن جب یہ تکیے نہیں ہوں گے اور سر مٹی پہ، خاک پہ رکھ کے لوگ فارغ ہو جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ کون کتنا معتبر اور کتنا معزز ہے۔ تو قیمت ایمان کی ہے اور ایمان کی جانچ ہمارے اپنے لئے بھی یہ ہے کہ ہم اپنے کردار پر نظر رکھیں اپنے اعمال پر نظر رکھیں۔ ایمان کی خوبی یہ ہے کہ عمل صالح رہے۔ اللہ کریم ایمان کامل عطا فرمائے اور اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ اور دانستہ یا نادانستہ جو صادر ہوئی ہے اسے معاف فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

بیعت کی اہمیت اور ٹوٹنے کے نقصانات

جولوگ آپ ﷺ سے بیعت لیتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ گویا انہوں نے اللہ کے دستِ قدرت میں اپنا ہاتھ دے دیا، اللہ کی مدد اُن کے ساتھ ہے۔ اسی طرح مشائخ کی بیعت ظاہری کی جاتی ہے اُس سنت کی پیروی میں اور اگر بیعت نہ بھی کی جائے تو برکات تو ارادت سے نصیب ہوتی ہے اگر ارادت درست ہو، طلب صادق ہو نیت میں خلوص ہو تو برکات نصیب ہوتی ہیں لیکن اس کے ساتھ اگر بیعت بھی شامل ہو جائے تو برکات میں بہت بڑے اضافے کا سبب بن جاتی ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 17-07-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۔ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ○

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں۔ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ۔ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت کیا ہوتی ہے؟ بیعت ہوتی ہے اپنے آپ کو، اپنی سوچ کو، اپنے اختیارات کو بیچ دینا۔ فرمایا ! یہ وہ خوش نصیب ہیں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔ کہ اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اور اللہ کی مدد اُن کے شامل حال ہے اور اس کی اتنی اہمیت ہے۔

فَمَنْ نَّکَثَ جس نے اس کو توڑ دیا۔ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۔ اُس نے اپنے آپ کو توڑ دیا، تباہ کر دیا، برباد کر دیا۔

وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ اور اُس بیعت کی نسبت سے جو وعدہ اللہ کریم سے کیا ہے جس نے اُسے وفا کیا۔ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ عنقریب اللہ اُسے اجر عظیم سے سرفراز فرمائیں گے۔

یہ آیۂ کریمہ بیعت رضوان کے بارے نازل ہوئی جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو ہمرکاب تھے یہ مطالبہ فرمایا کہ اہل مکہ نے مکہ میں داخلہ روک دیا تو آپ ﷺ نے ارادہ فرمالیا کہ اہل مکہ اگر ہم سے جنگ کریں گے تو ہم میں سے کوئی بھی میدان نہیں چھوڑے گا۔ اگر ایک بندہ بھی باقی رہ گیا اور سارے شہید ہو گئے تو وہ بھی آخری دم تک لڑتا رہے گا۔ ہر بندہ جام شہادت نوش کرے گا، جان دے دے گا لیکن میدان نہیں چھوڑے گا۔ یہ پہلی بیعت تھی جو حضور ﷺ کے دست مبارک پر موت پر بیعت ہوئی۔ اور اس بیعت نے بیعت کی اہمیت کو اتنا بڑھا دیا کہ رب کریم فرماتے ہیں، جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت لیتے ہیں اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ گویا انہوں نے اللہ کے دست قدرت میں اپنا ہاتھ دے دیا، اللہ کی مدد اُن کے ساتھ ہے۔ اسی طرح مشائخ کی بیعت ظاہری کی جاتی ہے اُس سنت کی پیروی میں اور اگر بیعت نہ بھی کی جائے تو برکات تو ارادت سے نصیب ہوتی ہے اگر ارادت درست ہو، طلب صادق ہو نیت میں خلوص ہو تو برکات نصیب ہوتی ہیں لیکن اس کے ساتھ اگر بیعت بھی شامل ہو جائے تو برکات میں بہت بڑے اضافے کا سبب بن جاتی ہے۔ وہ نسبت جو دِل سے دِل کو تھی اُس پہ جب ظاہری ہاتھ کو ہاتھ سے ایک رشتہ اور تعلق نصیب ہوتا ہے اللہ کے نام پر، تو وہ کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور اُس کی برکات بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔

لیکن یاد رہے کہ اُس کو نباہنا پڑتا ہے۔ حضرتؒ سے ایک مولانا نے کچھ سوالات کئے۔ آپؒ نے پوچھا کہ آپ آئے کس غرض سے ہیں۔ کہا حضرت میں بیعت ہونے کے لئے آیا ہوں اور اللہ اللہ سیکھنے کے لئے آیا ہوں، یہ کچھ ابہام ہیں جو میں دور کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، بیعت ہونے سے پہلے اور حلقۂ ذکر میں آنے سے پہلے جو سوال کر سکتے ہو، جو جی چاہتا ہے وہ کر لو۔ بیعت کر لینے کے بعد، حلقۂ ذکر میں آ جانے کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

بعد تمہارے پاس سوال کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی۔ پھر تمہارے پاس ماننے کے علاوہ چارہ نہیں ہوگا اس لئے جو جو سوال ہیں وہ اب کرلو، تحقیق کرلو، تصدیق کرلو، جو چاہتے ہو پوچھ لو، اس کے بعد نہیں۔ یعنی بیعت ہوگئی اختیار ختم ہو گیا۔ تعلیم کے لئے سوال کرنا یہ تو دوسری بات ہے، کسی بات کو سمجھنے کے لئے سوال کرنا ایک الگ بات ہے لیکن سوال بطور اعتراض کرنے کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے اور اگر بیعت کی عظمت دِل میں نہ رہے اور بیعت کے بعد آدمی اعتراضات پر اتر آئے تو اُس نے گویا بیعت توڑ دی۔ اب میرے دِل میں، آپ کے دِل میں، کسی کے بارے اعتراض پیدا ہوتا ہے تو اُس میں تو کوئی یقینی بات نہیں ہے کہ جو ہم سوچ رہے ہیں وہی صحیح ہو، دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ شاید اُس آدمی میں یہ قصور ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ہی غلط سوچ رہے ہوں۔ لیکن بیعت توڑنے والے کا انجام یقینی ہے کہ اس کی خبر اللہ نے دی۔

فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۔ بیعت توڑنے سے اُس نے اپنے آپ کو تباہ کرلیا اس لئے کہ بیعت سے جو برکات نصیب ہوتی ہیں اُن میں سب سے بڑی برکت حفاظت الٰہیہ ہے۔ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۔ حفاظت الٰہیہ بندے کو خطاؤں سے، گناہوں سے، برائی سے محفوظ رکھتی ہے حفاظتِ الٰہیہ کا معنٰی یہ نہیں ہے کہ وہ بیمار نہیں ہوگا یا اُسے روزی کی تنگی نہیں آئے گی یا اُس پر دنیوی مصائب نہیں آئیں گے، دنیا کا ایک نظام ہے جو اپنے طور پہ چلتا ہے اور وہ طے شدہ ہے۔ بدن تو بعد میں پیدا ہوئے پہلے ارواح بنائے گئے۔ ارواح سے بھی پہلے اللہ کریم نے ایک ایک فرد کی روزی تقسیم کر دی، صحت بیماری کا فیصلہ کر دیا حتیٰ کہ بزرگوں کے مطابق دعا بھی اگر کسی کے حق میں کی جاتی ہے اور اُسے دعا سے فائدہ ہوتا ہے، شفا ہوتی ہے، فرماتے ہیں یہ فیصلہ بھی ازل میں ہو چکا تھا کہ فلاں کی دعا فلاں کے حق میں قبول ہو کر اُس کے حالات بدل دے گی۔ اللہ کریم کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں کہ کسی نے کسی کے حق

یہ پہلی بیعت تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارك پر موت پر بیعت ہوئی۔

میں دعا کی اور اللہ کریم نے اُس پہ رحم فرما دیا، یہ اللہ کریم کے لئے نئی بات نہیں ہے۔ دعا کرنے والے کے لئے نئی ہو، جس کے لئے کی گئی نئی ہو، دعاؤں کے فیصلے بھی ازل میں ہو چکے ہیں کہ فلاں فلاں کے حق میں دعا کرے گا، فلاں کی دعا قبول ہوگی، فلاں کو مرض سے شفا ملے گی یا تنگی سے فراخی ملے گی۔

ہاں! انسان کو جو اختیار دیا گیا ہے ہوتا پھر وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے لیکن انسان اپنے اندر ایک فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ میہ فیصلہ سنت کے مطابق ہے، اطاعت پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے، اللہ کی اطاعت کی حدود کے اندر ہے یا اطاعتِ الٰہی کے خلاف ہے، اس فیصلے پر انسان کا تعین ہوتا ہے کہ یہ بندہ کیسا ہے۔ جو اللہ کی مدد ہوتی ہے وہ یہ فیصلہ کرنے میں مدد کرتی ہے کہ بندہ نیکی کا فیصلہ کرتا ہے، برائی کا نہیں کرتا۔

بخاری شریف میں ایک حدیث ہے، اصحاب بدر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ بدر میں شریک تھے اگر آج کے بعد جو جی چاہے کرتے رہیں جنت اُن کا حق ٹھہری ہے، یہ جنت میں جائیں گے۔ تو کسی نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر گناہ کرتے رہیں، اگر کفر اور شرک کرلیں تو۔ فرمایا جو جی چاہے کرتے رہیں۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ کافر کو بخشا نہیں جائے گا، مشرک کو بخشا نہیں جائے گا، اگر کسی کا خاتمہ کفر و شرک پر ہو تو بخشا نہیں جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو جی چاہے کرتے رہیں۔ علماءِ حدیث جب اس پہ بحث کرتے ہیں تو وہ لکھتے ہیں کہ اللہ جن کے لئے جنت مقدر کر دیتا ہے کفر و شرک تو دور کی بات ہے انہیں گناہ سے بھی بچاتا ہے اور نیکی کی توفیق ارزاں کر دیتا ہے کہ وہ اہل جنت جیسے ہی کام کریں یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جی چاہے کریں، ان کا جی چاہے گا ہی ان کاموں کو جو اہل جنت کو زیب دیتے ہیں۔ یعنی اللہ کریم جب کسی پہ رحم فرماتے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں اور اُس کی بخشش مقدر کر دیتے ہیں تو اُسے توفیق بھی ایسے اعمال کی دے دیتے ہیں جو بخشش کے لئے ضروری ہوں۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

کہ میرے بعد اگر اُمت میں اختلاف ہو اور ساری اُمت کی رائے ایک طرف ہو اور اہل بدر میں سے کوئی ایک بندہ زندہ ہو، اُس کی رائے اُن کے خلاف ہو تو عمل اُس کی رائے پہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اہل جنت میں سے ہے، اُس کی رائے صحیح ہوگی، وہ غلط سوچ ہی نہیں سکتا۔

یہی حال بیعت کا ہے کہ جب بیعت نصیب ہوتی ہے تو ایک حفاظتِ الٰہیہ آجاتی ہے۔ یَدُاللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم۔ اللہ کا ہاتھ ہے اُن کے ہاتھوں پر اور پھر واقعی کسی کو اگر روحانی طور پر سہی لیکن بیعت تو محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو رہا ہے اُسے مشاہدہ ہو یا نہ ہو اُسے کشف ہوتا ہو یا نہ ہو خود اُسے سمجھ آئے یا نہ آئے لیکن جو بیعت کر رہا ہے اُس کی بھی تو ذمہ داری ہے یہ بات تو اُسے محسوس ہونی چاہئے کہ گناہ سے رغبت گھٹ گئی اور نیکی کی طلب بڑھ گئی اس کے لئے تو کسی کشف کی ضرورت نہیں ہے، اس کے لئے کسی مشاہدے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگائے اور وہ اتنے گھبرائے کہ تفاسیر میں ملتا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے دعا کی کہ بارِ الٰہا مجھے بنی اسرائیل کی زبانوں سے تحفظ عطا فرما۔ تو مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ ارشادِ باری ہوا کہ میں نے لوگوں کی زبانیں اپنی ذات سے بند نہیں کیں تمہاری ذات سے کیسے بند کر دوں گا۔ حساب لوں گا سب سے لیکن اب انہیں اختیار ہے جو چاہتے ہیں کہہ لیں۔ جو میرے بارے کہتے ہیں اُس کا بھی حساب ہوگا، جو آپ علیہ السلام کے بارے کہتے ہیں اُس کا بھی حساب ہوگا۔

حبیبہء حبیبِ کبریا حضرت عائشۃ الصدیقہ ؓ پر الزام لگایا گیا جس کی صفائی اللہ کی طرف سے نازل ہوئی اور آج بھی قرآن کا حصہ ہے۔ قرآن میں موجود ہے لیکن لوگوں نے تو رعایت نہ کی۔ واحد خاتونِ محترم ام المومنین حبیبہء حبیبِ کبریا حضرت عائشۃ الصدیقہ ؓ واحد فرد ہیں جس کی برات اور جن کی صفائی اللہ نے دی اور قرآنِ حکیم کا حصہ بن گئی۔ قاری یا قرآن تلاوت کرنے والا آج بھی وہ آیات کریمہ تلاوت کر رہا ہے سورۃ نور کی اور امام محراب میں کھڑا ہوا وہ شہادت اللہ کی آج بھی پڑھ رہا ہے، قیامت تک پڑھتا رہے گا۔ اگر ایسی ہستیوں پر بہتان لگایا جا سکتا ہے تو ماوشما کی حیثیت کیا ہے؟

> تعلیم کیلئے سوال کرنا، کسی بات کو سمجھنے کیلئے سوال کرنا ایک الگ بات ہے لیکن بیعت کے بعد آدمی اعتراضات پر اتر آئے تو اس نے گویا بیعت توڑ دی۔

حضرت ؒ کے پاس کچھ لوگ میری شکایت لے کر گئے اور اُنہوں نے الزام لگایا اور چکڑالہ حاضر ہوئے حضرت ؒ کی خدمت میں۔ حضرت ؒ نے مختصر سا جواب دیا بڑا چھوٹا سا کہ میں تمہاری بات پہ یقین اس لئے نہیں کر سکتا کہ وہ میرے ساتھ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے۔ میں اس بات پہ یقین کروں یا تمہاری بات پہ۔ اس لئے میرے پاس سے چلے جاؤ۔ حضرت ؒ کا جواب یہ تھا کہ میں نے اِسے فنافی الرسول ﷺ کرایا ہے میں نے اس کی بیعت کروائی ہے اور اب بھی میں جب فنافی الرسول ﷺ میں ہوتا ہوں تو بارگاہِ نبوی ﷺ میں میرے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ الزام جو تم لگا رہے ہو، یہ بوجھ اٹھا کر کوئی بارگاہ نبوی ﷺ میں نہیں جا سکتا۔ لہٰذا میرے گھر سے اُٹھ جاؤ، میرے پاس سے اُٹھ جاؤ، یہاں سے چلے جاؤ۔ جو جی چاہتا ہے کرو۔

اِن الزام تراشیوں کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ رشتہ بیعت منقطع ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی صوفی ہو، اللہ اللہ کرنے والا ہو، اُس کا تعلق ہمیشہ محتاج ہوتا ہے شیخ کے رشتے کا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شیخ کو چھوڑ دے اور خود وہاں اُسے باریابی نصیب ہو۔ حضرت ؒ کے ساتھ ہم سے پہلے اللہ اللہ کرنے والے کئی عجیب وغریب لوگ بھی تھے۔ ایک ساتھی ہوا کرتے تھے مہر علی شاہ نام تھا اُن کا۔ اُن کی عادت تھی کہ وہ آٹھ پہروں میں ایک دفعہ رفع حاجت کے لئے جاتے اور وضو کرتے اور پھر آٹھ پہر بعد اُسی وقت وضو کرتے تھے اُس وضو میں سو جاتے سحری کو اُٹھ کر وضو

www.naqshbandiaowaisiah.com

کرتے، پھر عشاء کے بعد جب تک جاگتے رہتے وضو رہتا۔ اسی میں سو جاتے سحری کے وقت پھر اُٹھ کر وضو کرتے۔ مجھے یاد ہے وہاں ایک شخص کو جنوں نے پکڑ لیا اور بہت اُس کی حالت خراب تھی وہاں سے پکڑ کر حضرتؒ کے پاس لے گیا حضرتؒ نے دو دن رکھا ٹھیک ہو گیا فرمایا اسے کچھ دن مہر علی کے پاس بھیج دو وہاں مہینہ بھر رہے گا ٹھیک ہو جائے گا تو وہ تیسرے دن وہاں سے واپس آ گئے۔ اُس کے بھائی کو میں نے ساتھ بھیجا سرگودھا کے قریب ایک گاؤں میں تھا تو اُس کے پاس ٹھہرے تیسرے دن واپس آ گیا تو میں نے اُسے کہا اس کی کوئی شادی ہو رہی تھی واپس کر دیا تو اُسے پوچھا کہ بھئی اسے کیوں لوٹا دیا؟ کہنے لگا جی وہ پندرہ منٹ وضو نہیں رکھ سکتا تھا بار بار وضو کرتا تھا ایسے بے وضو بندے کو میں اپنے پاس نہیں رکھتا۔ پھر اُس نے حضرتؒ کو خط لکھا۔ مشاہدات اُس کے ایسے تھے کہ کوئی بات برزخ کی ہوتی وہ آنکھیں بند نہیں کرتا تھا، مخاطب سے بھی بات کرتا رہتا تھا، میرے سامنے حضرتؒ سے باتیں ہوتیں، آپؒ فرماتے مشائخ سے فلاں بات کرو کہ وہ فلاں فرما رہے ہیں، مخاطب سے بھی بات کرتا رہتا آنکھ بھی بند نہیں کرتا تھا اور اُدھر بھی دیکھتا رہتا۔ کئی ساتھی تھے جو سارے ہی گزر چکے اُن میں سے ایک ساتھی ابھی بقیدِ حیات ہے، صحت مند ہے الحمدللہ کبھی کبھی آتا ہے مجھے ملنے۔ اُن کا ایک دوست ہوتا تھا اشرف نامی اور وہ قتل ہو گیا۔ قاتل کا پتہ نہ چلا۔ دن کے وقت قتل ہوا پھر بھی پتہ نہیں چلا کہ اسے کون قتل کر گیا۔ دوپہر کا وقت تھا اپنی ڈیوڑھی میں سو رہا تھا، اپنی ہی رائفل 303 کی لوڈ کر کے پاس رکھی ہوئی تھی تو دشمن سامنے سے گزرا اور گرمی ہوتی تھی چکڑالہ میں بے حد۔ اُس نے دیکھا بے ہوش سو رہا ہے، رائفل اٹھائی وہ چیمبر لوڈ تھی اُس نے ڈز کی اور اُس کی رائفل رکھ کے چلا گیا۔ کسی کو آج تک پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ کون تھا۔ ایک دن مہر علی شاہ کو گھیر لیا دوستوں نے کہ یہ جو قبرستان ہے اس میں ایک اشرف دفن ہے اور اُس کے بارے

> ارشاد باری ہوا کہ میں نے لوگوں کی زبانیں اپنی ذات سے بند نہیں کیں تمہاری ذات سے کیسے بند کر دوں۔

ہمیں کچھ بات کرنی ہے، اُس کے حالات بتائیں۔ اُس نے کہا وہاں تو بے شمار اشرف ہیں بہت سے اشرف ہیں بات اُن سے کر رہا تھا، اُس کے والد کا نام بتاؤ؟ اُنہوں نے والد کا نام لیا کہنے لگا وہ تو قتل ہوا تم کہتے ہو مر گیا وہ تو قتل ہوا ہے۔ اُنہوں نے کہا یہی تو کام تھا۔ اُس نے کہا تم پوچھنا ہی قتل کا چاہتے ہو میں نہیں بتاؤں گا، میں کیوں بتاؤں؟ لیکن بات اُس نے سمجھ لی تھی۔ اُس نے خط لکھا حضرتؒ کو کہ مجھے ہر درخت سے ہر پتھر سے آواز آتی ہے یا غوث یا غوث۔ میں غوث بن گیا ہوں۔ آپؒ نے اُسے جواباً لکھا کہ میں تمہارا شیخ ہوں، میں تو ابھی چپڑا بھی نہیں، میرے پاس تو کوئی منصب نہیں ہے، اُستاد کے پاس کوئی منصب نہیں شاگرد کیسے غوث بن گیا، یہ شیطان ہے جو ان پتھروں اور درختوں کے پیچھے سے آواز دے رہا ہے اور اگر اس بات پہ اعتبار کرو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ اُس نے پھر لکھا کہ شاید حضرت آپ مجھ سے حسد فرما رہے ہیں اور یہ برداشت نہیں کر رہے کہ آپ کا ایک شاگرد اتنی اعلیٰ منزل پر چلا گیا تو حضرتؒ نے اُسے پھر جواب لکھا کہ بے وقوف مجھے حسد کرنے کی کیا ضرورت ہے تیرا سب کچھ تو میرے اختیار میں ہے وہ بارگاہ جس میں تو حاضر ہوتا ہے یا وہ منازل جہاں تو جاتا ہے وہ دروازہ تو میں نے تم پر کھولا ہے تو میں چاہوں تو بند کر دوں مجھے کسی سے حسد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ باپ اگر مزدور بھی ہو، بیٹے جرنیل ہو جائیں تو وہ خوش ہوتا ہے حسد نہیں کرتا۔ میں تجھے سمجھا رہا ہوں۔ اُس نے پھر لکھا کہ بارگاہِ الوہیت کا دروازہ جب کھل جاتا ہے تو کوئی بند نہیں کر سکتا آپؒ نے جواباً لکھا کہ بند کرنا تو کجا اب میں اسے توڑ دوں گا اور ایسا توڑوں گا کہ قیامت تک جڑے گا نہیں اس ایک جملہ لکھنے کی دیر تھی سب کچھ ختم ہو گیا۔ دو سال بعد ایک کریم کلر کا سوٹ لفافے میں لئے ہوئے پھر وہاں آیا۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ حضرتؒ کے پاؤں پہ گر پڑا، کہنے لگا جی ! میں گوشہ گوشہ پھر آیا ہوں پاکستان کا، سندھ میں گیا ہوں، شمالی علاقہ جات

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں گیا ہوں، کسی کو مراقبات ثلاثہ کی بھی خبر نہیں، نام تو بڑے بڑے رکھے ہوئے ہیں، میں بڑے بڑے نام سن کر گیا لیکن کوئی راستہ بتانے والا ہے ہی نہیں اللہ کے لئے مجھے معاف کر دو۔ آپ ؒ نے فرمایا میں تو معاف کر دوں گا بات اُس کی ہے جس نے کہا ہے ''جس نے بیعت توڑی وہ تباہ ہو جائے گا، وہ ٹوٹ پھوٹ جائے گا وہ ختم ہو جائے گا'' معافی تو اُس کی ملتی ہے جب کچھ باقی بچا ہو جب کچھ ہو ہی نہیں۔ پھر اُس شخص کو ہم نے اُس حال میں بھی دیکھا ہے کہ وہ خدا کا منکر تھا کہتا تھا کہاں خدا ہے؟ میں کہتا ہوں یہ پتھر خدا ہے تم سارے کہو یہ خدا نہیں ہے ہر چیز خدا ہے کونسا خدا لئے پھرتے ہو؟ حرام حلال نماز روزہ سب کچھ گیا، عقیدہ بھی گیا اور پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ کہاں مرا۔ خانہ دربدر ہو گیا تھا، پاگلوں کی طرح اور پتہ نہیں کہاں مر گیا اُس کے وارثوں کو بھی نہیں پتہ کہ کہاں مرا اور کہاں دفن ہوا۔ یہ ٹوٹ پھوٹ اس طرح ہوتی ہے۔ ایک منظور شاہ ہوا کرتے تھے اس طرح پھر گمراہ ہوا پھر۔ پھر اِس حد کو پہنچا کہ جو اُس کے مرید تھے اُن کو کہتا تھا کہ مجھے السلام علیکم نہ کہا کرو کوئی پتہ نہیں کوئی ایجاد کر لیا کہ کلمہ پڑھنا منع ہے بسم اللہ شریف پڑھنا منع ہے حرام حلال کی کوئی قید نہیں اور مرتے ہوئے وصیت کی کہ مجھے جلا دینا لیکن اُن دنوں ایوب خان کا مارشل لاء لگا ہوا تھا مارشل لاء سے ڈرتے ہوئے انہوں نے جلایا تو نہیں لیکن جس کمرے میں مرا اُس کی دیواریں دروازے بند کر کے اُسے لیپ دیا ابھی تک اُس کمرے میں اُسے لیپ کے رکھ چھوڑا کسی نے۔ کیا ہوا۔ کیا نہیں ہوا۔

لیکن عرض یہ کر رہا تھا کہ بیعت کرنا ظاہری بیعت تو جب جی چاہے بندہ کر لیتا ہے لیکن اُس پر ذمہ داریاں اُتنی ہی آ جاتی ہیں اور میں خصوصاً بات کر رہا ہوں روحانی بیعت کی جب روحانی بیعت نصیب ہوتی ہے تو اُس کی نزاکت اور لطافت اتنی ہی بڑھ جاتی ہے اور اُس کا اتنا ہی پاس رکھنا پڑتا ہے۔ یہ بات نہیں کہ کوئی بیعت ہو کر وہ اپنے فخر میں آ جائے کہ میں بہت بڑا ہو گیا میں نے بڑا یہ کر لیا وہ تیر مار لیا کچھ بھی نہیں۔

سچ کا ثمر جھوٹ پہ نہیں لگتا، آم کا پھل آم کے پیڑ پر ہی لگتا ہے۔

حضرت ؒ نے جو آخری تقریر فرمائی تھی لنگر مخدوم، ساتھی بیٹھے ہیں انہوں نے بھی سُنی ہوگی، وہ کیسٹ بھی محفوظ ہونی چاہئے، کسی دن آپ سب کو سنوائیں گے، ریکارڈ میں ہونی چاہئے۔ میرا خیال ہے کسی دن ساتھیوں کو سب کو سنوائی جائے اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ اور ارشادات فرمانے کے بعد حضرت ؒ نے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید اس کے بعد میں اس اجتماع میں آپ کے ساتھ نہیں ہوں گا لہٰذا میں کچھ ذمہ داریاں بانٹتا ہوں۔ بیگ اور بنیاد شاہ کو ذکر کرانے کی، فنافی الرسول ﷺ تک مراقبات کرانے کی اجازت دیتا ہوں، صاحب مجاز بناتا ہوں لیکن روحانی بیعت کرانے کی اجازت نہیں ہے اور پھر میرے لئے فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہوگا جسے بیگ اور بنیاد شاہ تیار کریں روحانی بیعت اُس کی بھی اِس کے پاس لا کر کروائیں، یہ کیسٹ ابھی تک محفوظ ہے موجود ہے۔ اب اُنہیں پیری کا شوق چڑھا وہ الگ ہو گئے۔ اللہ بسم اللہ ہو جاؤ۔ لیکن ایک تماشا رہ گیا ہے اُس میں وہ بات نہیں رہی۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ گھومتے رہتے ہیں مانگتے رہتے ہیں گدا کرتے رہتے ہیں حلال حرام اکٹھا کرتے رہتے ہیں کہیں سے زکوۃ لے لی کہیں سے خیرات لے لی کہیں سے چندہ لے لیا لیکن کیا وہ چندے مانگنا، زکوتیں اکٹھا کرنا دین ہے۔ کیا بارگاہ نبوی ﷺ کی باریابی اِس کے لئے ہے کہ بندہ بندے کے آگے گداگر بن جائے یہی ایک دلیل کافی ہے الگ ہونے کی کہ جب بندہ بطور گداگر بندوں کے آگے ہاتھ پھیلانے لگ پڑے تو سمجھ آ گئی کہ اُس بارگاہ سے نکالا گیا۔ مراقبات کے نام آتے ہیں حضرت ؒ نے سکھا دیے پھر وہ نام آتے رہتے ہیں لیکن مراقبات کا ہونا آسان کام نہیں ہے بلکہ جتنے پرانے ساتھی اُن کے ساتھ گئے اُن بے چاروں کو سمجھ آ گئی کہ وہ چیز تو چلی گئی وہ تو سارے ہی چھوڑ گئے اب کسی بھی اُلو کے پٹھے کو مداری پہ کھڑا کر دیں دس چھوڑ جاتے ہیں۔ دو آجاتے ہیں اُس کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ لیکن یہ بات کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

بندے بدل جائیں بندے کچھ اور ہو جائیں آئیں تو کچھ اور ہوں، جائیں تو کچھ اور ہوں، اُن کی سوچ مثبت ہو جائے کردار مثبت ہو جائے عمل میں مثبت تبدیلی آئے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت پیدا ہو جائے یہ بات جھوٹ سے نہیں بنتی جو ثمر سچ کا ہے وہ جھوٹ پہ نہیں لگتا۔ آم کا پھل آم کے پیڑ پر ہی لگتا ہے کیکر پر انگور نہیں لگتے۔ جب تک رابطہ درست نہ ہو جب تک نیت میں خلوص نہ ہو اور جب تک وہاں کئے ہوئے وعدے کو وفا نہ کرے تب تک کیسے اثرات مرتب کر سکتا ہے۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بہت اہم سمجھیں جو میری حیثیت ہے میں اُس بارگاہ کا ایک خادم ہوں اور حضرتؒ نے اور مشائخ نے مجھے جس خدمت کے لئے مقرر کیا الحمد للہ جب تک دم میں دم ہے میں کرتا رہوں گا میں اس بات کا مکلف نہیں ہوں کہ میرے ساتھ لاکھوں لوگ ہوں۔ لوگ آئیں تو میری ذمہ داری ہے اُنہیں اللہ اللہ سکھاؤں نہ سنیں میری بات تو میں بری۔ میری ذمہ داری ہے کہ میں خود اپنا وعدہ نبھائے رکھوں خواہ میں اکیلا رہ جاؤں حق پر رہنا ضروری ہے کثرت کے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہے۔ اور میرے دل سے اگر پوچھا جائے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ ہجوم اگر مجھے چھوڑ دے تو میں اکیلا بیٹھ کر اپنے سکون سے اللہ اللہ کروں۔ یہ تو میں ڈیوٹی سمجھ کر کرتا ہوں ورنہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور میں پیر بن کر بیٹھا رہوں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ میں بڑا نیک اور پارسا ہوں میں جو کچھ ہوں وہی ہوں۔

لیکن ان معاملات کو وہ خوب جانتا ہے جو ذمہ داریاں دیتا ہے۔ مشائخ بہتر جانتے ہوتے ہیں کہ کس کے ذمے کیا ذمہ داری لگائی ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ بعض بدنصیبوں کو یہ کرم ہضم نہیں ہوتا۔ بجائے عظمتِ الٰہی اور عظمتِ پیامبر ﷺ کو سمجھنے کے اپنی بڑائی کے اسیر ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اب مجھے ماننا شروع کر دو۔ یہی بات بیعت کو توڑتی

> **اپنی بڑائی کا خیال آئے گا تو بیعت ٹوٹ جائے گی، اذکار چھن جائیں گے، اعمال چھن جائیں گے اور اللہ پناہ دے ایمانیات بھی چھنتے ہوئے ہم نے دیکھے ہیں۔**

ہے۔ گناہ ہو جائے تو بیعت نہیں ٹوٹتی بلکہ گناہ کا دُکھ ہوتا ہے اور توبہ کی توفیق ہوتی ہے، خطا ہو جائے تو بیعت نہیں ٹوٹتی بلکہ بیعت مدد کرتی ہے۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔ حفاظتِ الٰہی آتی ہے اور اُس خطا سے شرمندگی ہوتی ہے اور توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور بندہ فرشتہ نہیں بن سکتا انسان ہی رہتا ہے اگر کسی سے اتفاقاً کہیں مجبوراً جھوٹ بول بیٹھا یا کوئی اور غلطی سرزد ہو گئی اُس سے بیعت نہیں ٹوٹے گی بلکہ وہاں بیعت اُسے کام آئے گی اُس کا ضمیر اُسے اندر سے جھنجھوڑے گا وہ بیعت اندر سے اُسے پکڑ کر ہلائے گی کہ کیا کر رہے ہو توبہ کرو اس کے لئے تو بیعت کی جاتی ہے کہ ہم فرشتے تو نہیں ہیں لیکن جب اپنی بڑائی کا خیال آئے گا تو بیعت ٹوٹ جائے گی ایک لمحہ بھی کسی نے یہ سمجھا کہ اب میں بہت بڑی بلا بن گیا ہوں تو بیعت ختم ہو جائے گی یعنی جب اُس نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ لیا تو بیعت ختم ہو گئی اور بیعت ختم ہونے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اُس سے اذکار کی لذت چھن جائے گی آہستہ آہستہ اذکار چھن جائیں گے آہستہ آہستہ اعمال چھن جائیں گے اور بالآخر اللہ پناہ دے ایمانیات بھی چھنتے ہوئے ہم نے دیکھے ہیں۔ شاید سب کے نہ چھنتے ہوں لیکن ہم نے جنہیں برباد ہوتے دیکھا اُن کے ایمانیات کو بھی جاتے دیکھا ہے۔ تو اگر آپ کو اللہ کا یہ انعام نصیب ہوتا ہے اور روحانی بیعت نصیب ہوتی ہے تو پھر اُس کی اہمیت وعظمت کا اندازہ کر کے اُسے نبھانے کے لئے اپنی جان لڑا دیجئے جان جائے، جائے لیکن بیعت جو نصیب ہو گئی ہے آقائے نامدار ﷺ سے وہ نہ جائے۔ معیار ایک ہی ہے کوئی کسی کا کشف معیار نہیں ہے، کوئی کسی کا خواب معیار نہیں ہے ہر بندے کا معیار ایک ہی ہے اگر اس تعلق سے آپ کے دل میں نیکی کی محبت اور برائی سے نفرت پیدا ہو رہی ہے تو یہ بیعت واقعی آپ کو نصیب ہو گئی اور اگر کوئی اثر فرق نہیں پڑا اور گناہ میں ویسی ہی دلچسپی ہے تو پھر آپ کے ساتھ فراڈ ہو رہا ہے پھر دھوکا ہے جھوٹ بولا جا رہا ہے اور شاید اللہ کا کوئی بندہ ایسا دلیر نہیں ہو گا کہ وہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اللہ کے نام پر مسجد میں بیٹھ کر کسی کو دھوکا دے۔

جن کی بیعت ہو گئی کیا وہ کوئی چندہ دیتے ہیں۔ روحانی بیعت پر کوئی ٹیکس لگا ہوا ہے کہ وہ دس دس لاکھ روپیہ دے دیں گے اس لئے بہت سے لوگوں کو کرا دو تو پیسے مل جائیں گے؟ کوئی ایسی بات ہے؟۔ یہاں تو یہ بھی کوئی نہیں پوچھتا کہ کسی نے لنگر میں کچھ دیا ہے یا نہیں دیا۔ سب کا رازق اللہ ہے جو دیتا ہے اللہ اُس کے قبول کرے جس کے پاس نہیں ہے روزی اُسے بھی مل جاتی ہے۔ یہاں تو کبھی کسی نے نہیں پوچھا اور میرا تو مزاج ایسا ہے کہ مجھے یہ خبر ہی نہیں ہوتی۔ کہ کس نے کیا دیا ہے ان لوگوں کی ذمہ داری ہے میں نے کبھی نہیں پوچھا احمد نواز یا جو لوگ وصول کرتے ہیں سامنے بیٹھے ہیں میں نے تو کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی اس لئے کہ میرے لئے سارے ایک ہی جیسے ہیں طالب ہیں اگر کوئی اپنا اُس میں کرتا ہے تو اللہ کے لئے کرتا ہے اور اللہ کو علم ہے کہ کون کیا کر رہا ہے مجھے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے میں نے اُسے کیا دینا ہے اللہ نے دینا ہے اور وہ خوب جانتا ہے۔ یہ عہد فتنوں کا ہے۔ پندرہویں صدی ہے ہر صدی اپنے ساتھ عجیب تبدیلیاں لاتی ہے۔ اس لئے ہر صدی کے سرے پر عظیم لوگ ہوتے ہیں۔

کتاب الاخلاق میں ایک واقعہ لکھا اُنہوں نے گیارہویں اور بارہویں صدی کا۔ وہ فرماتے ہیں میں دہلی گیا اُس وقت ہوٹل نہیں ہوتے تھے سرائے بنی ہوتی تھیں اور سرائے میں کوئی روٹیاں لگانے والی ایک تنور لگا لیتی تھی دو تنور لگ جاتے تھے لوگ آ کر سرائے میں کمرہ لیتے اور تنور سے روٹی لیتے اور وہاں رات بسر کرتے، گھوڑوں پہ سفر ہوتا تھا گھوڑوں کے لئے جگہ مل جاتی۔ تو ایک زمانے میں برصغیر میں مرد بھی سونے کا زیور پہنا کرتے تھے، بڑی بڑی ہوتی تھیں اس طرح کی گولی سی بنی ہوئی رنگ کانوں میں پہنی جاتی تھیں۔ بلکہ ہمارے علاقے میں میرے لڑکپن تک یہ رواج رہا۔ میرے ایک ماموں ہوتے تھے وہ بڑے شوقین تھے، لڑائی میں مارے گئے بیچارے، اللہ مغفرت فرمائے میں نے انہیں دیکھا ہے کہ کان میں بالی سی پہنی ہوتی تھی یہاں کندھوں تک لگ رہی تھی اتنی بڑی گولائی ہوتی تھی اُس کی۔ تو وہ جو واقعہ بیان کرنے والا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا جب میں نے کمرہ لیا اور دروازہ بند کیا تو اُس دروازے کے پیچھے وہ دو بڑی بڑی بالیاں لٹک رہی تھیں وہ جس نے پہلے کمرہ لیا اُس نے کانوں سے نکال کر لٹکائیں اور صبح سویرے اُٹھ کر چلا گیا اُتارنی یاد نہیں رہیں۔ کہنے لگا میں بڑا ڈرا کہ یہ تو بہت سارا سونا ہے تو میں وہ سونا لے کر اُس بھٹیارن کے پاس گیا کہ تمہیں پتہ ہے اس کمرے میں کون ٹھہرا تھا یہ اُس کی بالیں رہ گئی ہیں اُس نے کہا مجھے تو نہیں پتہ میرے پاس تو لوگ آتے ہیں، کھانا لے کر چلے جاتے ہیں مجھے کیا پتہ کون کس کمرے میں جا رہا ہے۔ سرائے کے مالک کے پاس گیا اُس نے کہا میں تو ان کو ہاتھ نہیں لگاتا اور نہ مجھے پتہ ہے تم جانو تمہارا کام جانے۔ کہتا ہے میں کوتوالی چلا گیا دہلی۔ دہلی کی بات کر رہا ہے۔ کوتوال نے کہا میاں وہاں خازن کو دے دو میں تو ہاتھ نہیں لگاتا وہاں رکھوا دو کس کی ہیں اگر کسی نے پوچھا اُسے مل جائیں گی نہیں تو سرکاری خزانے میں چلی جائیں گی۔ سب سے پہلے وہ کہتا ہے میں جب سحری کو اُٹھا تو میرے دل میں خیال آیا میں کیسا بے وقوف ہوں اتنا سونا لے جا کر میں نے کوتوال کو دے دیا۔ کسی کو علم ہی نہ تھا اللہ کے علاوہ۔ میں کیسا بے وقوف ہوں بھئی مجھے سونے کا پتہ کرنا چاہئے۔ کہتا ہے ابھی میں سوچ رہا تھا کہ وہ بھٹیارن آ گئی اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ بھئی اُس کا مالک مل گیا وہ بالیاں دے دو۔ میں نے کہا بی بی تمہیں مل گیا ہے تو اُسے کوتوال بھیجو میں تو بالیاں کوتوال دے آیا ہوں۔ باہر نکلا تو سرائے کا مالک بھاگا آ رہا تھا بھئی وہ بالیاں کہاں رکھی تم نے۔ وہ میرے پاس جمع کراؤ میں نے اُسے کہا میں تو کوتوالی دے آیا ہوں جی۔ وہ کہتا ہے میں کوتوالی گیا کہ یہ بالیوں کا مالک مل گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ان کا مالک تو رات ہی آ گیا تھا ہم سے لے گیا۔ فرماتا ہے میں جب واپس آیا کمرے میں تو میں نے سوچا کہ اتنا بڑا فرق کہ کل میں بھی انہیں ہاتھ لگانے کو تیار نہیں تھا، بھٹیارن بھی، سرائے کا مالک بھی اور کوتوال بھی۔ آج ہم سب چھینا جھپٹی کر رہے ہیں اور وہ الگ بات کہ کوتوال کے پاس تھیں وہ کھا گیا، میرے پاس ہوتیں میں کھا جاتا ان کو۔

اس کی وجہ کیا ہے کہنے لگے میں نے بڑا سوچا، مجھے سمجھ آئی کہ کل گیارہویں صدی کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

آخری دن تھا اور آج بارہویں صدی کا پہلا دن ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ صدیاں جب کروٹ لیتی ہیں تو انسانی مزاجوں میں اتنی تبدیلی آتی ہے۔ بارہویں گئی تیرہویں گئی چودھویں گئی اب تو پندرہویں صدی ہے۔ اب عالم کہاں پہنچا ہے۔ اب ہم پندرہویں صدی کا بھی چوتھائی حصہ گزار بیٹھے ہیں ہماری کیفیات کیا ہوں گی اور ہماری سوچیں کہاں۔ کہاں سے کہاں نکل گئی ہوں گی۔

پھر اس عالم افراتفری میں اس ہنگامہ محشر میں اگر دامان مصطفی ﷺ نصیب ہو جائے تو اس سے کسی بڑی نعمت کا کوئی تصور کیا جاسکتا ہے اور پھر اگر کوئی اسے چھوڑ دے تو اس کے پاس کیا بچا۔ سو میرے بھائی ! میری تو دعا ہے کہ جو بھی یہاں آتا ہے بیعت روحانی سے سرفراز ہو اللہ کی رحمت کا حصہ دار ہو قرب الٰہی نصیب ہو اسے، غازی بنے، مجاہد بنے ظلم کے خلاف سینہ سپر ہو اور نفاذ اسلام کے کام آئے اور اللہ اسے اس فوج میں شرکت کی توفیق بخشے جس کے ہاتھوں برصغیر پر اسلام نافذ ہونا ہے جسے غزوۃ الہند میں حصہ لینا ہے میری آرزو تو یہ ہے لیکن ہر فرد کو اپنی حفاظت خود بھی کرنا چاہئے خطا مجھ سے بھی ہو سکتی ہے آپ سے بھی ہو سکتی ہے خطا۔ منافی الولایت نہیں ہے لیکن اصرار علی الذنب خطا پر اصرار کرنا، گناہ کو پیشہ بنا لینا یہ منافی الولایت ہے اور بیعت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بندے سے خطا ہو جائے تو احساس زیاں اسے ٹکنے نہیں دیتا جب تک توبہ نہیں کرتا یہی مراد ہے یداللہ فوق ایدیھم ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ بندہ فرشتہ نہیں بن جاتا لیکن اللہ کی حفاظت اسے نصیب ہو جاتی ہے اس لئے جب تک عجز رہے گا، نیازمندی رہے گی، طلب رہے گی، اپنے مقام پہ بندہ کھڑا رہے گا۔ کہ میں عاجز و بے کس ہوں مجھے اللہ کی مدد چاہئے تب تک مدد اس کے شامل حال رہے گی، خدانخواستہ اپنی بڑائی میں گرفتار ہو گیا تو نہ مدد رہے گی اور نہ بیعت باقی رہے گی۔ اور جس کی بیعت ٹوٹ گئی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے پاس بچتا کچھ نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی اسے بددعائیں دے، مشائخ اس کا کچھ کریں، کچھ نہیں! جو بندہ زہر پی لیتا ہے اس کے لئے کسی کو بددعا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسے کوئی پتھر کیوں مارے گا؟

خود کردہ را علاج نیست

خود اگر زہر پی لیا جائے تو طبیب تک کون لے جائے گا۔ لہٰذا میں دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ سب کو یہ احساس و شعور عطا کرے کہ بیعت کی عظمت کو پہچانیں خصوصاً روحانی بیعت کی۔ معترضین کو چھوڑ دیں جو اعتراض کرتے ہیں وہ کسی نے خوب کہا تھا۔

کہ لذت ایں مے بخدا نہ شناسی تا نہ چشی

یہ کیفیات کا کام ہے جب تک کریں گے نہیں، کیفیت پائیں گے نہیں، جانیں گے کیسے؟ جو کر ہی نہیں سکتا وہ اعتراض ہی کرے گا اور کیا کرے گا اس کا اعتراض تو فضول ہے لیکن جنہیں نصیب ہے اگر ان کے لب پہ بھی اعتراض آئے تو پھر بڑی عجیب بات ہے بڑے دکھ کی بات ہے۔ میری یہ دعا ہے اللہ سب کی حفاظت فرمائے۔ ہماری ذمہ داری بکھری ہوئی مخلوق کو اللہ کے دروازے پہ بلانا ہے جو آگئے ہیں انہیں دھکانا نہیں ہے۔ کوئی ہمیں بھلا کہے برا کہے مجھے محسوس نہیں ہوتا اس لئے کہ بھلائی اور برائی لوگوں کی زبانوں سے نہیں اللہ کے ہاں مقرر ہے یہ الگ بات ہے کہ بیعت کے بعد بننے والے کے پلے کچھ نہیں رہتا۔ اگر کسی کو پیر بننے کا شوق ہے تو پیر بن کے دیکھے الگ ہو جائے اپنے مرید بنائے اس کے لئے کوئی ضروری ہے کہ وہ خواہ مخواہ بہتان تراشی کرے یا الزام تراشی، اس کی ضرورت تو نہیں ہے کتنے لوگ اس سے پہلے الگ ہوئے ہم نے تو کسی پر کوئی الزام نہیں لگایا اس کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ خود اپنا جو چاہے کر رہا ہے۔ وہ دیکھ لیں کے جیسے گئے تھے ویسے رہ گئے۔ کیوں نہیں جماعتیں بنا لیں، کیوں نہیں مخلوق اکٹھی کی، کیوں لوگوں کو مراقبات نہیں ہوئے؟ کراتے نا، سب کچھ جانتے ہوتے تھے، کراتے۔ کسی ایک کو تو کراتے۔ جو دس آدمی جماعت سے لے کر گئے تھے وہ بھی ساتھ سے بھاگنا شروع ہو گئے۔ ہوتا یہی ہے۔ یہ بنانے بات نہیں بنتی۔ عظیم لوگ بنانے سے نہیں بنتے وہ پیدا کرتا ہے۔ اور اس کی مرضی جسے وہ شرف عطا کر دے۔

اللہ کریم مجھے بھی آپ کو بھی ہم سب کو بدگمانیوں سے بدزبانیوں سے محفوظ رکھے اپنی محبت اپنے حبیب ﷺ کی محبت اپنے دین کی خدمت اور اپنی راہ میں شہادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

www.naqshbandiaowaisiah.com

قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر کام کے لئے اسباب اختیار فرمائے، کوئی کام آپ ﷺ نے شعبدہ بازی کی طرح نہیں کیا کہ آپ یہاں بیٹھیں وہاں کام ہو جائے گا، ایسے نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے جو کام کا سبب یا وسیلہ بس میں ہے وہ اختیار فرمایا۔ ہمارا کام وسائل اختیار کرنا ہے نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، جو دے الحمد للہ اور جو نتیجہ وہ پیدا کرتا ہے ہمارے حق میں وہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ جان لو کہ یقیناً اللہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ کریم ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

سالانہ اجتماع، منارہ 16-07-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَھٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (الاحقاف)

پارہ حم، سورۃ الاحقاف کی آیۃ مبارکہ میں اس سے پہلے پہلی امتوں کا، پہلے انبیاء علیہم السلام کا اور پہلی منزل من اللہ کتابوں کا ذکر خیر چلا آ رہا ہے، اُن کفار کی بات بھی ارشاد فرمائی جا رہی ہے جو اُن کتابوں پر ایمان نہ لائے آخر میں ارشاد ہوتا ہے ھٰذَا کِتٰبٌ" یہ کتاب ہے اس کی خوبیاں کیا ہیں۔ مُصَدِّق" جتنے حقائق پہلی کتابوں میں، پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے۔

یاد رکھیں انبیاء علیہم السلام سے جو علوم اُمت کو ملتے ہیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک خبر اور ایک حکم۔ اللہ ہے، یہ خبر ہے۔ جو واحد ہے لاشریک ہے، یہ خبر ہے۔ فرشتے ہیں، یہ خبر ہے۔ جنت و دوزخ ہے، یہ خبر ہے۔ عذاب و ثواب ہے، یہ خبر ہے۔ نمازیں کتنی پڑھنی ہیں، روزے کتنے رکھنے ہیں، وضو کس طرح کرنا ہے، حلال کیا ہے حرام کیا ہے، کیا کھا سکتے ہو کیا نہیں کھا سکتے، یہ احکام ہیں۔ احکام میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے ہر امت کو اُس کی استعداد کے مطابق، اُس کی قوتِ کار کے مطابق مختلف احکام عطا فرمائے گئے۔ مختلف امتوں پہ مختلف چیزیں حرام تھیں، کچھ چیزیں پہلی امتوں پر حلال تھیں، دوسری پر حرام ہو گئیں۔ احکام میں تبدیلی ممکن ہے۔ اخبار میں تبدیلی ممکن نہیں۔ خبر اگر ایک دی گئی ہے تو اُس کے بعد دوسری اُس سے مختلف ہے تو دونوں سچی نہیں ہو سکتیں یا پہلی سچی ہو گی یا دوسری سچی ہو گی۔ اخبار میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان کتنے فاصلے ہیں۔ صدیوں کے فاصلے ہیں قرآنِ حکیم ہی کو دیکھ لیجئے کہ جب قرآن کریم کا نزول ہوا تو عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو جاننے والا کوئی نہیں تھا، سارا دین مسخ ہو چکا تھا۔ اسی طرح پہلی اُمتوں کو کیا خبر دی انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے بارے، آخرت کے بارے، فرشتوں کے بارے کسی کو کوئی علم نہیں تھا لیکن اس کتاب نے تمام حقائق کی تصدیق فرمائی اگر یہ کتاب اللہ کی نہیں ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو کس نے بتایا؟ جب آپ ﷺ نے کسی سے سیکھا نہیں، آپ ﷺ کسی مدرسے میں تشریف نہیں لے گئے، کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں فرمایا، کسی سے کچھ پڑھا نہیں تو یہی اس کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے کہ آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک جو حقائق مختلف اوقات میں مختلف نبیوں اور رسولوں نے بتائے۔ مُصَدِّق" اس نے سب کی تصدیق کی سب نے بتایا اللہ واحد ہے لاشریک ہے اس نے کہا اللہ واحد ہے لاشریک ہے۔ فرشتے ہیں آخرت ہے یعنی از قسم اخبار جتنے عقائد تھے.........عقائد از قسم اخبار ہوتے ہیں، عقیدہ خبر ہوتا ہے حکم نہیں ہوتا۔ اعمال جو ہوتے ہیں وہ از قسم احکام ہوتے ہیں تو فرمایا کیا قرآن کا یہ اعجاز کم ہے کہ کب سے زمین آباد ہے کتنی قومیں آئیں کہاں کہاں نبی آئے کس کس علاقے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں آئے کسی نبی نے ذاتِ باری میں اختلاف نہیں کیا۔ کسی نبی نے آخرت میں اختلاف نہیں کیا، حشر ونشر میں اختلاف نہیں کیا، عذاب و ثواب قبر میں اختلاف نہیں کیا، جنت و دوزخ میں کوئی اختلاف نہیں، فرشتوں کے وجود میں کوئی اختلاف نہیں اور صدیوں کے فاصلے کے بعد قرآنِ کریم آیا تو نہ صرف اپنے سے پہلے دینِ عیسوی میں جو عقائد تھے اُس کی تصدیق کی بلکہ آدم علیہ السلام تک جو انبیاء علیہم السلام نے عقیدے بیان کئے ان سب کی تصدیق کردی مُصدق "لِسَاناً عَرَبِیّاً" اور تصدیق کرنے والی یہ کتاب عربی زبان میں ہے چونکہ رسولِ کریم ﷺ عربی ہیں، اولین سامعین عربی ہیں، یہ الگ بات کہ نبی علیہ السلام کو اللہ نے منتخب فرمالیا اپنے کلام کے لئے، یہ الگ بات کہ عرب میں اپنے رسول ﷺ کو اپنے حبیب ﷺ کو پیدا فرما کر اُن کی زبان بتائی اور وہ بات بھی الگ ہے کہ جنت کی زبان بھی عربی ہوگی، قطع نظر اس کے اہلِ عرب کے لئے عربی سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے پہلے نبیوں پر اُن کی قوموں کی زبانوں میں صحیفے نازل ہوئے اللہ نے اُس کی قوموں کی زبانوں میں کلام فرمایا، مختلف زبانوں میں کتابیں نازل ہوئیں۔ تورات، زبور، انجیل کی زبان تو عربی نہیں ہے، سریانی ہے یا کچھ اور ہے، دوسری زبانیں ہیں لیکن قرآن چونکہ ایک عرب میں نازل ہو رہا تھا اور عرب اپنے علاوہ پوری دنیا کو عجم کہتے تھے۔ دنیا میں آپ جانتے ہیں عرب و عجم ایک محاورہ ہے عرب کہتے تھے کہ

ہم اہلِ زبان ہیں اور عجم کا معنیٰ ہے گونگا کہ ہمارے علاوہ دنیا میں رہنے والی قومیں گونگی ہیں۔ اس سے مراد اُن کی یہ تھی کہ جس پائے کے اہلِ زبان ہم ہیں کوئی زبان ہماری ہمسری نہیں کرسکتی اور یہ بات آج بھی حق ہے کہ جتنی وسعت، جتنی دلفریبی، جتنا حُسنِ مضمون اور جتنا کمالِ زبان دانی، عربی میں ہے دنیا کی کوئی زبان اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ آج بھی نہیں کر سکتی۔ ایک ایک لفظ کے دو سو تک معانی عربی میں موجود ہیں کہ جیسے وہ جملے میں استعمال ہوتے

احکام میں تبدیلی ممکن ہے۔ اخبار میں تبدیلی ممکن نہیں۔

ہیں تو معنیٰ اُس کے مطابق آتا ہے۔ دنیا کی کسی زبان میں کوئی ایسا لفظ نہیں ملتا کہ جو دو مخالف صفات پہ بولا جائے، عربی میں موجود ہیں۔ ایک عام لفظ ہے مولا۔ مولا کا معنیٰ مالک بھی ہے مولا کا معنیٰ آزاد کردہ غلام بھی ہے یعنی غلام بھی مولا مالک بھی مولا اور جب جملے میں استعمال ہوگا تو پتہ چلے گا کہ کونسا معنیٰ مراد ہے اور اُس کی وسعتوں کا وہ عالم ہے کہ دوسری زبانوں میں جہاں ایک مضمون لکھنا پڑے وہاں عربی کا ایک جملہ کافی ہوتا ہے اور اُن سارے مطالب کو سمو لیتا

ہے۔

قرآن عربی میں ہے قرآن کریم کی ہر آیت کا یہ اعجاز ہے کہ اُس آیت کے علاوہ کوئی آیت نازل نہ ہوتی تو انسانی زندگی اور آخرت کے لئے وہی ایک آیت کافی تھی۔ یہ تو اُس کا احسان ہے کہ اُس نے کلام فرمایا اور فرماتا چلا گیا بطور انعام کے۔ اب اسی ایک آیت جس پہ بات ہو رہی ہے کو لے لیجئے تو پوری زندگی کے مسائل بیان کرجاتی ہے فرمایا:۔

قرآن تمام پہلے عقائد کی تصدیق کرتا ہے پھر عربی زبان میں تم خود کو اہلِ زبان کہتے ہو، کیوں اِس کی نکتہ آفرینیاں اور باریکیاں تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں؟ جب خود کو اہلِ زبان کہتے ہو اور خود کو عرب کہتے ہو تو یہ بھی عربی زبان میں ہے پھر فرمایا لِيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا جو لوگ ظلم کرتے ہیں، جو لوگ بُرائی کرتے ہیں، جو لوگ گناہ کرتے ہیں اُن کو گناہ کے بُرے انجام سے بروقت باخبر کردیتا ہے۔ انذار کا معنیٰ ڈر لکھا ہوتا ہے یہاں بھی معنیٰ لکھا ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے لیکن انذار وہ ڈر نہیں ہے جیسے کسی کو کہا جائے تمہیں سانپ کاٹ لے گا یا ڈاکو کہتا ہے پیسے نکالو نہیں تو گولی ماردوں گا یا کوئی دشمن کہتا ہے تمہیں قتل کردوں گا تو یہ ڈر مراد نہیں ہے۔ انذار سے مراد وہ ڈر ہے جیسے بچہ چاقو اُٹھالے اور ماں بھاگ کر اُس سے چھین لے کہ ہاتھ کٹ جائے گا جس میں محبت اور شفقت کا پہلو ہو اور جو دوسرے کے بھلے کے لئے کیا جائے کہ میاں یہ پینے تو لگے ہو لیکن اس میں زہر ہے مرجاؤ گے

اب اگر وہ نہیں رکھنا چاہتا ہے تو اس کی مرضی لیکن اس میں ایک محبت کا ایک شفقت کا پہلو ہوتا ہے کہ اس نقصان سے بچ جاؤ۔ فرمایا بشارت ... بد کار کو برنا کہ اس کے برائی کے ... انجام سے بروقت باخبر کرتا ہے۔ یہاں اس کا ... نہیں ... کچھ نہیں ہے ... اس کا نتیجہ یہ ہوگا لہٰذا یہ ... اس سے بچ جاؤ۔

... اور محسنین کو بشارت دے دے۔ کیا اس آیت نے پوری انسانیت کے لئے زندگی کے سارے مسائل حل نہیں کر دیئے؟ کیا یہ بتا نہیں دیا کہ جہاں سے اللہ کا رسول ﷺ منع کرتا ہے رک جاؤ جو کرنے کا حکم دیتا ہے تم اسے دل سے کرو۔ بات ختم ہوئی۔ اب باقی اور باتوں کی ضرورت کیا ہے یعنی یہ اعجاز ہے قرآن کا بھی، عربی زبان کا بھی کہ جس بات کے لئے بڑے بڑے رجسٹر چاہئیں یہ ایک جملے میں اسے سمو لیتا ہے۔ فرمایا قرآن تو عربی میں ہے اور تم اہل زبان ہو عرب ہو، کنیزیں لونڈیاں اور غلام بات بات پر شعر کہتے ہیں، کسی سے پانی مانگو تو پانی دینے کے ساتھ وہ ایک شعر بھی کہتا تھا کہ اچھا ہے پیو، بستر لگانے کا کہو تو غلام ایک شعر بھی کہہ دیتا۔ کوئی میسج Message دو تو اگلوں کو جا کر شعروں میں سنا دیتا، اہل زبان ایسے تھے ایسے قادر الکلام تھے۔ اس لئے دنیا کہتے تھے کہ باقی دنیا گونگی ہے اشاروں میں باتیں کرتی ہے، اہل زبان تو ہم ہیں۔ تو فرمایا چونکہ یہ عربی زبان میں ہے یا اس میں کوئی کمزوری دکھاؤ یا اس میں کوئی کمی دکھاؤ یا اس کے کمال کا اعتراف کرو، پھر تو کرو۔ یا اس کی مثل کوئی ایک جملہ کہہ کر تو بتاؤ؟ اپنے آپ کو اہل زبان کہتے ہو کوئی ایک جملہ تو کہہ دو۔

امام شافعیؒ کے پاس ایک کنیز تھی اور انہیں ملنے کے لئے ایک شخص آیا آپ آرام فرما رہے تھے تو اس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی۔ اب ایسے باذوق لوگ تھے وہ ایک کنیز تھی جب حضرت باہر تشریف لائے تو اس نے با ادب ہو کر عرض کیا جاء عبداللّٰہ عبد اللہ آیا تھا

مقابلہ انسانوں کا انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے یہ کلام باری ہے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔

آپ سے شرف ملاقات کے لئے۔ انہوں نے حیران ہو کے دیکھا، عبداللہ یا عبد اللہ۔ اس نے عرض کی فی عینہ نقطۃ کہ اس کی عین میں نقطہ تھا عبد اللہ تھا۔ ایک جملے میں پورا تعارف کرا دیا کہ وہ عبداللہ جس کی ایک آنکھ میں سفیدی ہے تو عین پر نقطہ ہو تو غین بن جاتی ہے، اس نے کہا حضرت جاء عبداللّٰہ عبد اللہ آیا تھا۔ آپ نے فرمایا عبد اللہ اس سے کیا مقصد فی عینہ نقطۃ اس کی عین میں ... عین آنکھ کو کہتے ہیں اس کی عین نقطہ والی عین ہے۔ یعنی یہ عالم کنیزوں اور باندیوں کا تھا۔ اب کوئی بھی ہوتا تو وہ پورا وقت لگاتا کہ عبد اللہ آیا تھا اس قد کا اس حلیے کا تھا اس کی ایک آنکھ اس طرح کی تھی اس نے ایک جملے میں جاء عبداللّٰہ آپ نے پوچھا عبداللہ سے عبد اللہ کیسے؟ فرمایا فی عینہ نقطۃ اس کی عین میں نقطہ تھا۔

تو فرمایا اگر تم اتنے ہی اہل زبان ہو تو اس کی مثل ایک جملہ کہہ کر بتاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا صحابہ کبار کو یہ سورۃ الکوثر لکھ کر بیت اللہ کے ساتھ لٹکاؤ۔ اہل زبان اپنے شعر لکھ کر یا اپنی عبارت لکھ کر بیت اللہ کے ساتھ لٹکا دیا کرتے تھے کہ کوئی اس پائے کی عبارت یا اس پائے کا شعر کہے اور یہ اتارا دے مقابلے میں۔ آپ ﷺ نے جب یہ سورۃ الکوثر نازل ہوئی فرمایا یہ لکھ کر وہاں لگا دو۔

انا اعطینک الکوثر O فصل لربک وانحر O ان شانئک ھو الابتر O

بے شمار اہل زبان نے، شعراء نے، ادیبوں نے پڑھا آخر ایک نے نیچے لکھ دیا۔ ماھذا کلام البشر یہ انسانی کلام نہیں ہے کہ ہم اس کا مقابلہ کریں۔ مقابلہ انسانوں کا انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے یہ کلام باری ہے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے یہ بات کافر بھی مانتے تھے۔ اور فرمایا:

... یہ بشارت دیتی ہے محسنین کو۔ محسن کون ہے؟ حدیث احسان میں ارشاد ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا۔ وما الاحسان یا رسول اللہ احسان کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا ان تعبداللّٰہ کانک تراہ مراس ...

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں ہے کہ تو اللہ اکبر کہے، جمال الٰہی تیرے سامنے ہو۔ فان لم یکن تراہ فانہ یراک اور اگر تو یہ کمال نہ پا سکے تو یہ یقین حاصل کر لے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے یہ احسان ہے۔ فرمایا یہ خوشخبری دیتی ہے محسنین کو۔ یہ جتنی محنت جتنا مجاہدہ آپ کر رہے ہیں اس کا حاصل مکاشفات نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا حاصل کرامات ہیں، اس کا حاصل یہی نقطہ احسان ہے کہ وہ احساس دروں زندہ ہو جائے کہ اگر وہ کرم فرمائے ہم ہاتھ باندھیں تو ہمارے سامنے اُس کے جمال کی اور اُس کی تجلیات کی اور اُس کے انوارات کی بارش ہو اور اگر یہ نہیں، اگر ہم اس پائے کے نہیں تو ہم میں وہ یقین تو ہمارے اندر پیدا کر دے کہ وہ سامنے ہے میں اُسے سجدہ کر رہا ہوں وہ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ محسنین کون ہیں آگے اُس کی وضاحت فرما دیتا ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ وہ لوگ جنہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، رب صفت ہے۔ اللہ اُس کا ذاتی نام ہے۔ تو یہ کیوں نہیں کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے فرمایا اللہ کو ماننا آسان ہے لیکن اللہ کی ربوبیت پہ بھروسہ کرنا مشکل ہے۔ ربوبیت سے مراد ہے کہ ہر ضرورتمند کی ہر ضرورت ہر وقت ہر جگہ ہر حال میں پوری کرنے والا رب ہوتا ہے۔ فرمایا انسان کو جب ضرورتیں گھیرتی ہیں، اُسے اللہ بھول جاتا ہے پھر وہ وسائل کو، افراد کو، دوسروں کو رب مانتا ہے۔ اعلان نہیں کرتا لیکن سلوک اُن سے یہی کرتا ہے کہ یہ اُس کا رب ہے۔ ایک آدمی کام پہ لگا ہے، دکاندار ہے گاہک آ گئے، نماز کا وقت جا رہا ہے، نماز قضا کر لیتا ہے گاہکوں کو نہیں چھوڑتا۔ اس کا مطلب ہے اُس نے رب دکان کو مانا۔ جہاں بھی اللہ کی نافرمانی مخلوق کی رضا جوئی کے لئے ہوگی وہاں شرک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ہم نے اُس شے کو یا اُس کام کو یا اُس فرد کو اللہ سے بڑا مانا یہ تو شرک کی بھی ایک اور قسم ہوگی۔ شرک ہوتا ہے شریک کرنا اللہ کے ساتھ۔ یہ تو اللہ سے بھی بڑا ماننے والی بات ہے۔ تو فرمایا محسن وہ ہیں جب ایمان لاتے ہیں پھر اُس پہ جم جاتے ہیں، پھر کہتے ہیں ربنا اللہ ثم استقاموا تو کوئی طوفان کوئی زلزلہ انہیں ہلا نہیں سکتا۔ اسباب اختیار کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ نے حکم دیا ہے، وسائل اختیار کرتے ہیں لیکن غیر شرعی نہیں۔ شرعی وسائل اختیار کرنا عین توکل ہے اور شریعت سے باہر وسائل اختیار کرنا ایمان کے منافی ہے اور ترک سبب بھی ایمان کے منافی ہے چونکہ اللہ کا حکم ہے کہ وسائل اختیار کرو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر کام کے لئے اسباب اختیار فرمائے، کوئی کام آپ ﷺ نے شعبدہ بازی کی طرح نہیں کیا کہ یہیں بیٹھیں وہاں کام ہو جائے گا، ایسے نہیں کیا آپ ﷺ نے۔ جو کام کا سبب یا وسیلہ بس میں ہے اور وہ اختیار فرمایا۔ ہمارا کام وسائل اختیار کرنا ہے نتیجہ اُس کے ہاتھ میں ہے، جو دے الحمد للہ اور جو نتیجہ وہ پیدا کرتا ہے ہمارے حق میں وہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ یقیناً جان لو کہ اللہ [illegible] بہت زیادہ کریم ہے۔

> یہ جتنی محنت جتنا مجاہدہ آپ کر رہے ہیں اس کا حاصل مکاشفات نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا حاصل کرامات ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ ہمارے عظیم شیخ ہیں اور تقریباً تمام سلاسل تصوف کے شیخ ہیں۔ جتنے سلسلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چلتے ہیں وہ بھی حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسن بصریؒ ہی کا نام لیتے ہیں۔ وہ حجاج بن یوسف کے سخت خلاف تھے اُسے کہتے تھے کہ یہ ہمارے زمانے کا فرعون ہے اور بہت ناراض تھے۔ حجاج بن یوسف نے بہت بڑے بڑے کام بھی کئے، فتوحات بھی اُس کی بہت وسیع ہیں، خارجیوں اور رافضیوں کی بیخ کنی کی۔ کچھ اُس سے ایسے اعمال بھی سرزد ہوئے بطور حکومت کے نمائندے کے جو اللہ کے بندوں کے نزدیک درست نہیں تھے مثلاً مکہ مکرمہ پر چڑھائی۔ اسی طرح حضرت عبداللہؓ کی شہادت اور بہت سے ایسے واقعات اور بہت سے علماء شہید ہوئے تو حضرت حسن بصریؒ اُس کے خلاف تھے۔ ایک دفعہ عراق میں بغاوت کا چرچا ہوا، حجاج کے خلاف بغاوت کا۔ تو حضرت حسن بصریؒ نے شاگردوں کو پھیلا دیا صوبے میں اور کہا کہ تلواروں سے یہ نہیں جائے گا یہ عذاب الٰہی ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

عذاب الٰہی تلواروں سے نہیں جاتا توبہ سے جاتا ہے تم مارے جاؤ گے یہ پھر یہیں رہے گا اس کے خلاف تلوار لے کر مت نکلو۔

حجاج کا وصال ہو گیا کوئی آدمی اُس محفل میں موجود تھا حضرت کی محفل میں آیا تو آپؒ نے پوچھا، تم وہاں موجود تھے جب حجاج کی موت ہوئی؟ جی! موجود تھا۔ مجھے بتاؤ کیسے مرا وہ؟ اُسے پیٹ میں کینسر ہو گیا تھا تو وہ کہنے لگا کہ بڑی تکلیف تھی اور کراہ رہا تھا اُس کی والدہ سرہانے بیٹھی تھی اور اُس کے آنسو ٹپک رہے تھے اُس نے ماں کو دیکھا اُس نے کہا اماں میں نے زندگی میں لاکھوں افراد کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے آج میری باری آ گئی ہے تو تُو رو رہی ہے۔ مجھے بھی مرنا ہے، مجھے پتہ ہے اور یہ تو ہوگا تو رونے کی کیا ضرورت ہے۔ اُس نے کہا میں بیٹا اس لئے نہیں رو رہی کہ تیری موت کیوں آ گئی ہے موت کو تو آنا ہے اپنے وقت پر، تیری پہلے آ گئی میری بعد میں آ جائے گی۔ رو اس لئے رہی ہوں کہ اللہ کے حضور جا رہا ہے تو وہاں تیرا بنے گا کیا؟ میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ تجھے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے وہاں تیرا کیا بنے گا؟ تو وہ کہتا ہے کہ حجاج نے کہا، اماں! اگر اللہ میرا مقدمہ تجھے دے دے، میرا فیصلہ اگر تجھے دے دے کہ حجاج کا فیصلہ کر تو تُو کیا کرے گی؟ تو وہ کہنے لگی، میرا تو لختِ جگر ہے، میں تو معاف کر دوں گی۔ اُس نے کہا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماں کی محبت سے ستر گنا زیادہ مہربان ہے اللہ اپنے بندوں پر، اگر تو بخش دے گی تو اس سے مجھے نا اُمید کرتی ہے تجھ سے تو ستر گنا زیادہ مہربان ہے وہ۔ حضرت حسن بصریؒ نے سُن کر فرمایا بڑا بدمعاش ہے یہ وہاں بھی بچ گیا۔ یہ ایسا بدمعاش ہے کہ یہ وہاں بھی جان بچا گیا اب اسے کچھ نہیں ہوگا۔

یعنی درجہ احسان یہ ہے کہ یہ یقین حاصل ہو جائے کہ میں اللہ ہی کے حضور جا رہا ہوں میں اللہ ہی کا بندہ ہوں میرا رب وہی ہے میرا جو کچھ کرنا ہے اُس نے کرنا ہے بھلا کرنا ہے یا بُرا مجھے ناکام کرنا ہے یا کامیاب جب اُس نے کرنا

یہ عذاب الٰہی ہے
عذاب الٰہی
تلواروں سے نہیں
جاتا توبہ سے جاتا
ہے۔

ہے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا جب اُس پہ جم جاتے ہیں پھر مزے کی بات یہ ہے لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ نہ انہیں کوئی ڈر رہتا ہے آئندہ کا نہ گزشتہ کا افسوس ہوتا ہے۔ میدانِ حشر میں بھی آئیں گے تو جان کا خطرہ نہیں ہوگا ڈر نہیں ہوگا۔

خوف ہوتا ہے آئندہ کا حزن ہوتا ہے کہ جو کر چکے اُن پہ جو پشیمانی ہوتی ہے۔ نہ انہیں گزشتہ زندگی پر کوئی پریشانی ہوگی نہ آنے والے وقت کا کوئی ڈر ہوگا۔ دونوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔

عزیزانِ گرامی! زندگی ہمیں بتائے بغیر گزر رہی ہے، ہم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اُسے۔ کوئی دم بھی دمِ واپسیں ہو سکتا ہے اور اللہ کا حکم یہ ہے کہ جب تک زندہ ہو زندگی جیو لیکن شریعت کے مقابلے میں جب آؤ تو موتوا قبل ان تموتوا اس طرح مر جاؤ جیسے موت سے پہلے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے نہلانے والا اُسے پہلو بدلوائے، اُٹھائے، گیلا کرے، سُوکھا رکھے میت اعتراض نہیں کرتا۔ شریعت کے مقابلے میں تمہیں اپنے آپ کو مردہ ثابت کرنا ہے اور زندہ رہ کر مردہ ثابت کرنا ہے۔ اچھا کماؤ، محنت کرو، دوسروں سے زیادہ کام کرو، اللہ کی مخلوق کی مدد کرو، محتاجوں کی مدد کرو، مظلوم کی مدد کرو، ظالم کا ہاتھ روکنے والے بنو نہ کہ گوشے میں بیٹھ کر برقع پہن کر وقت گزار جاؤ۔ زندگی کو ضائع نہ کرو، زندگی سے آخرت کماؤ۔ ایک ایک سانس سکہ ہے سرمایہ ہے خرچ ہو رہا ہے، کیا خرید رہے ہیں ہم اُس سے۔ ارادے سے لے کر عمل تک ایسا ستھرا کر لو گویا اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے سوچ بھی صحیح کوشش بھی صحیح آگے ہوتا کیا ہے یہ اُس کی مرضی۔

کل کا یا پرسوں کا اخبار میں دیکھ رہا تھا تو پانچ چھ مہینے پہلے جہاں امریکن بمبارمنٹ کرتے رہے کہ یہ تورا بورا ہے اور یہ فلاں ہے اور یہ فلاں ہے اور ایک مخلوق کو تباہ کر دیا تو کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

اُن کی میت اُٹھانے والا بھی نہیں تھا تو اگلے روز امریکی فوجیں اُن علاقوں میں گئیں جہاں اُنہوں نے بہت کشت وخون کیا تھا شہداء کی میتیں بکھری پڑی تھیں اب اُن کا خیال تھا کہ ہڈیاں رہ گئی ہوں گی گوشت پرندے نوچ کر کھا گئے ہوں گے یا مٹی کھا گئی ہوگی بارشیں طوفان آندھیاں گزر گئیں تو ہڈیاں ڈھانچے پڑے ہوں گے لیکن جب وہاں گئے تو بدن تازہ پڑے تھے اور زخموں سے تازہ خون رس رہا تھا جیسے ابھی کوئی گرا ہو پھر وہ خون ٹیسٹ کیا انہوں نے فریش خون تھا تازہ خون تھا جیسے ابھی ابھی تازہ خون دل کی دھڑکن سے آرہا ہے وہ کہہ رہے تھے پوری امریکن سائنس اس پہ پریشان ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے یہ کیا کیا لوگ ہیں یہ ہم نے کس مصیبت کو مول لیا ہے کن لوگوں کو چھیڑا ہے اور اس میں سائنٹیفکلی بات کیا ہے۔ کیسے ممکن ہے یہ اور اگر یہ ہوسکتا ہے تو کچھ اور بھی ہوسکتا ہے اس کا نتیجہ یہ پھر اُٹھ کر لڑ بھی سکتے ہیں شاید اگر اس طرح یہ زندہ ہیں تو شاید یہ ہمارے لئے کوئی اور مصیبت بھی کھڑی کر سکتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ چھ مہینے کی جو میتیں پڑی ہیں جس اُمید پہ ہم آئے تھے کہ ہڈیوں کے ڈھانچے رہ گئے ہوں گے یا شاید وہ بھی نہ ہوں جنگلی درندے کھا گئے تو اُس میں پوری ڈیٹیل دی ہوئی تھی کہ زخموں سے خون رس رہا تھا اُس کا انہوں نے لیبارٹری ٹیسٹ کیا کہ یہ کیا ہے تو وہ فریش خون تھا تازہ انسانی خون تھا۔ کیوں وہ اس یقین پر مرے تھے کہ ہم اللہ کے لئے مر رہے ہیں تو موت بھی اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ موت میں بھی حیات پا گئے۔

یہی درجہ احسان مطلوب اور مقصود ہے تاکہ شریعت کا جو عمل تصوف شریعت سے علیحدہ چیز نہیں ہے بلکہ شریعت میں خلوص اور گہرائی اور گیرائی پیدا کرنے کا نام ہے۔ صوفیوں کے لئے احکام بدل نہیں جاتے۔ معمولی سی چیز سے بیمار بھی ہو سکتے ہیں تھوڑی سی چیز سے باقی عام انسانوں کی طرح سے ہیں۔ تو اللہ کریم قبول فرمائے جس مقصد کے لئے آدمی محنت کرتا ہے کم ازکم اُسے اُس مقصد سے آشنا ہونا چاہئے۔ یہ

جس مقصد کے لئے آدمی محنت کرتا ہے کم از کم اُسے اُس مقصد سے آشنا ہونا چاہئے۔

سارا مجاہدہ نہ حصول کرامات کے لئے ہے نہ کسی شعبدہ بازی دکھانے کے لئے ہے نہ کسی دنیوی رزق کے حصول کے لئے ہے، نہ بیماریوں سے شفا کے لئے ہے۔ سارے کا حاصل حضور الٰہی ہے، کتنا نصیب ہوتا ہے تھوڑا یا زیادہ، اپنی اپنی توفیق، اپنی اپنی حیثیت، اپنی اپنی طلب کے مطابق۔ اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت سے سرفراز فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

بقیہ : شیطان کی پیروی مت کرو

یہ تو حقوق اللہ ہیں۔ جب معاملہ حقوق العباد پر آتا ہے تو اس میں یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اللہ کی مخلوق کے لئے اللہ کا دیا ہوا طرز حیات منتخب کریں اور اس کیلئے قربانیاں دیں۔ جہاں تک ممکن ہے ہم اپنی کوشش اس بات میں لگائیں کہ اللہ کے بندوں کو جو طرز حیات اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے دیا ہے اس طرح سے زندگی گزارنا نصیب ہو۔ یہ جسے آپ نفاذ اسلام کہتے ہیں، جسے آپ نفاذ اسلام کی کوشش کہتے ہیں اس سے مراد یہی ہے کہ فحشاء اور منکر کو روکا جائے اور نیک اعمال کو، نیک طرز زندگی کو، نیک اخلاقیات کو، زندگی کے ہر شعبے کو اتباع محمد ﷺ میں ڈھالا جائے۔

اب عالم یہ ہے کہ روئے زمین پر مسلمان ہیں اور دنیا کی سب سے بڑی قوم مسلمان ہیں۔ پچپن یا چھپن ریاستیں ہیں مگر کسی میں اسلام نافذ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی حکومتیں ہیں، اسلامی حکومتیں نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے آج مسلمانوں پر ذلت و درماندگی چھائی ہوئی ہے ہر جگہ مسلمانوں کو مار پڑ رہی ہے۔ اس پستی سے نکلنے کے لئے، عزت سے جینے کے لئے ہمیں وہی طرز زندگی اپنانا پڑے گا جو اللہ نے اور اللہ کے نبی ﷺ نے ہمارے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ''آمین''

www.naqshbandiaowaisiah.com

دل اک آئینہ

کوئی بھی عبادت اگر خلوص سے نہ کی جائے تو وہ قبول نہیں ہوتی لیکن ذکر ایسا ہے کہ اگر جھوٹ موٹ بھی شروع کردو تو یہ خود خلوص پیدا کر دیتا ہے، شرط یہ ہے کہ کرتے رہو چھوڑو نہیں یعنی یہ ایک ایسا کام ہے کہ اگر آپ رسماً بھی شروع کرتے ہیں، مسلسل کرتے رہو تو ایک دن خلوص پیدا کر دیتا ہے۔ مثال دیتے ہیں جیسے صابن کپڑے کو کوئی دھیان سے، توجہ سے لگائے تھوڑا صابن لگانے سے صاف ہو جائے گا، کوئی ویسے ہی بیٹھ کر کھیلتا بھی رہے تو میل تو کچھ نہ کچھ کٹتا ہی رہے گا، صابن زیادہ خرچ ہو جائے گا، وقت زیادہ لگ جائے گا بالآخر کپڑا صاف ہو جائے گا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 15-07-2002

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

فکبکبوا فیھا ھم والغاون o وجنود ابلیس اجمعون o قالوا وھم فیھا یختصمون o تاللہ ان کنا لفی ضلل مبین o اذ نسویکم برب العلمین o وما اضلنا الا المجرمون o فما لنا من شافعین o ولا صدیق حمیم o فلو ان لنا کرۃ فنکون من المؤمنین o ان فی ذلک لایۃ ط وما کان اکثرھم مؤمنین o (الشعراء 94 تا 102)

اللہ جل شانہ نے انسان کو دائمی اور ابدی زندگی جو اس عارضی زندگی کے بعد آنے والی ہے اس کی باتیں بھی بتائی ہیں، وہاں کے حالات سے مطلع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ بت جو پوجا کے لئے گھڑے جاتے تھے اور بت پرست جو ان کی عبادت کرتے تھے۔ سب کو اوندھے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ بتوں کو غالباً اس لئے کہ بت پرستوں کو ان کی بے بسی کا اندازہ ہو جائے کہ جو خود کو نہیں بچا سکتے انہیں کیا بچا ئیں گے۔ اور اس کے ساتھ وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ o اور ابلیس کا سارا لشکر بھی۔ وَھُمْ فِیْھَا یَخْتَصِمُوْنَ o اور وہ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑ پڑیں گے۔ انسان یہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے۔ تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ o اللہ کی قسم ہم تو بالکل صاف گمراہی میں تھے اور ہم نے کتنا ظلم کیا۔ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o ان پتھروں کو اور اے شیطان تجھ جیسے بدکار کو ہم نے اللہ کے برابر مانا، اللہ کا حکم چھوڑ دیا اور تیری اطاعت کرتے رہے۔ پھر کہیں گے کہ یہ سب بدکاروں کی صحبت کا اثر تھا۔ ہمارے وہ دوست یا وہ لیڈر یا وہ پیر یا وہ سردار جو خود بدکار تھے ان کے ساتھ مل کر ہم بھی اس میں پھنس گئے۔ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ o ہمیں گمراہ کرنے میں بنیادی کردار بدکاروں کا تھا اور اب ہمارا عالم یہ ہے کہ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ o کہ وہ مسلمانوں سے بھی ہوئے ان کو تو بہت شفاعت والے مل گئے، کسی کے معصوم بچے، کسی کے والدین، کسی کے لئے شہداء، کسی کے لئے اہل اللہ اور سب کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت۔ ہمارا تو کوئی سفارشی اور شفاعت کرنے والا بھی نہیں۔ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ o اور کسی کو ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں۔ کوئی آج ہمارا خیر خواہ بھی نہیں پھر بڑی حسرت سے کہیں گے کہ فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً کاش ہمیں ایک دفعہ پھر دنیا میں جانا ہوتا فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o تو ہم ایمان لانے کا حق ادا کر دیتے۔ ہم اطاعت نبوی ﷺ کا حق ادا کر دیتے۔ ہم اللہ کی عبادت کا حق ادا کر دیتے ایک بار اگر ہمیں یہاں سے جانے دیا جاتا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ط یہ جو بات میں نے تم لوگوں سے بیان فرمائی ہے یہ بہت بڑی عبرت انگیز ہے اصلاح احوال کے لئے بہت بڑی دلیل ہے کہ انسان زندگی گزارے پھر برزخ کی سختیاں جھیلے۔ میدان حشر کی مصیبت سہے اور جہنم میں جا کر اسے ہوش آئے کہ کاش ایک دفعہ واپس لوٹا دیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

جاؤں۔ اور تب نہ اُسے کوئی افسوس کا حاصل ہو اور نہ واپسی کی کوئی اُمید۔

اب یہ اتنی بڑی بات اللہ کریم نے بتائی اپنی کتاب میں نازل فرمائی اور اس بات کو پہنچانے کے لئے آقائے نامدار ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اس کے باوجود فرمایا ان حقائق کو آشکارہ کرنے کے باوجود اکثر لوگ ایسے بدنصیب ہیں کہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ سارا کچھ بھگتیں گے، دیکھیں گے پھر وہاں بیٹھ کر افسوس کریں گے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ بڑی سادہ سی وجہ ہے جو حضور الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی جب اہل طائف نے آپ ﷺ کو پتھر مار مار کر زخمی کر دیا اور اللہ کریم نے اُن پر پہاڑ گرانے کا حکم دے دیا تو اُن کی سفارش اُن کی شفاعت اور اُن کو عذاب سے بچانے کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دستِ مبارک اُٹھائے تو اُس میں اُن کی طرف سے جو عذر پیش فرمایا وہ یہ تھا کہ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے اللہ یہ مجھے لایعرفُوْن مجھے پہچانتے نہیں ہیں، جانتے نہیں ہیں۔ ماننے کی باری بعد میں آتی ہے جاننے کی باری پہلے آتی ہے۔ ایک جملہ کوئی آدمی کہتا ہے اُسے ہم اہمیت نہیں دیتے، وہی جملہ کوئی ایسا آدمی کہتا ہے جسے ہم جانتے ہیں کہ یہ کھرا آدمی ہے، سچا ہے اور اس کی ایک حیثیت ہے تو مان لیتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے۔ جب تک عظمت پیامبر ﷺ کی سمجھ نہ آئے، معرفت نبوی ﷺ نصیب نہ ہو، نہ کلام اللہ کی سمجھ آتی ہے اور نہ خود ذاتِ باری کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نہ اپنی سمجھ آتی ہے نہ اپنے کردار کی سمجھ آتی ہے، نہ زندگی کی سمجھ آتی ہے اور نہ زندگی کے بعد کے واقعات کی سمجھ آتی ہے، آدمی قصے کہانیوں کی طرح سُن لیتا ہے لیکن وہ اُس کے قلب پر، اُس کے دِل پر، اُس کے باطن ضمیر پر ایسا اثر نہیں چھوڑتیں کہ اُس کی اصلاح ہو سکے۔ اس ساری اصلاح کے لئے معرفتِ نبوی ﷺ کی ضرورت ہے۔ عظمت پیامبر ﷺ کو کماحقہٗ جاننا نہ میرے لئے ممکن ہے نہ آپ کے لئے۔ غالب نے ایک نعتیہ نظم لکھی اُس کا آخری شعر ہے کہ

> آدمی اپنی حیثیت کا ادراک نہ کر سکے تو وہ کسی اللہ کے بندے کی، کسی ولی کی معرفت نہیں پا سکتا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانا محمد ﷺ است

کہ آپ ﷺ کی تعریف ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کی عظمت کو کماحقہٗ جاننا یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جو آپ ﷺ کی عظمت کو کماحقہٗ جان سکے۔

جاننے کے لئے علمی اعتبار سے، عقلی اعتبار سے جس خبر کو ہم جاننا چاہتے ہیں ہمارا علم اُس سے وسیع ہو تو جانیں گے، ہماری عقل اُس سے بڑی ہو تو جانیں گے، اگر کوئی بات ہمارے علم سے، ہماری عقل سے بالاتر ہو تو اُسے ہم کیسے جانیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات اللہ کے بعد ساری مخلوق میں بے مثل اور سب سے بالاتر ہے، نیچے والے اُوپر کو کیسے جانیں گے۔ اس لئے شاعر نے کہا کہ حضور ﷺ کی تعریف اللہ کے سپرد کرتے ہیں جو جانتا ہے۔ کماحقہٗ جاننا یہ صرف اللہ کا مقام ہے اور مرتبہ ہے لیکن اپنی حیثیت سے اپنی حیثیت کے مطابق اپنے علم اپنے ادراک اور اپنی خرد کے مطابق جاننا بھی تو ہمارے لئے فرض عین ہے بلکہ سارے کا سارا اسلام ہے۔ مخبر صادق ﷺ کو جانیں گے تو خبر کی صحت پہ یقین آئے گا۔ اور جب تک آپ ﷺ کو پہچانیں گے نہیں خبر کی صحت پر وہ یقین حاصل نہیں ہوگا کہ اُس پر ہم عمل بھی کر سکیں۔ اب جاننے کے لئے خود کو، اپنی سوچوں کو، اپنی فکر کو، اپنے باطن ضمیر کو، اپنے قلب کو وہ جلا دی جائے، وہ لطافت اُس میں پیدا کی جائے، اس طرح اُسے پاکیزہ کیا جائے کہ وہ کوئی جھلک پا سکے۔

ایک واقعہ کہیں میں نے پڑھا تھا۔ کوئی شخص بڑے دور سے کسی ولی اللہ کی زیارت کو آیا تو وہاں جب پہنچا، وسائل آج کل کی طرح نہیں تھے، سفر طے کر کے مصیبتیں اُٹھا کر وہ وہاں پہنچا۔ ولی اللہ اپنے حجرے میں مراقب تھے، تلاوت کر رہے تھے یا نماز پہ بیٹھے تھے یا تسبیح کر رہے تھے۔ اُس نے اجازت چاہی، اندر گیا خاموشی سے واپس چلا آیا۔ بڑے دھکے کھانے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے بعد واپس پہنچا تو دوستوں نے پوچھا کہ بھئی سناؤ کیا ہوا اتنا سفر کر کے تم گئے۔ اُنہوں نے کیا فرمایا، تم نے کیا عرض کیا۔ کچھ سیکھا سکھایا، کچھ پوچھا پوچھایا؟ تو اُس نے کہا، بھائی خاموشی بہتر ہے .... یہ کیا بات ہوئی تم نے مہینہ آنے جانے میں لگا دیا اتنا سفر کیا اتنے خراب ہوئے بات کیوں نہیں بتاتے۔ اُس نے کہا اصلی بات یہ ہے کہ میں نے جب حجرے میں جھانکا تو جائے نماز پر کتا بیٹھا تھا میں واپس چلا آیا۔ عجیب بات ہے اتنا بڑا معروف ولی اللہ ہے ہر جانے والے کی اصلاح ہوتی ہے اور تمہیں وہ کتا نظر آتا ہے۔ عجیب بات ہے کسی عالم سے پوچھا جائے۔ سب مل کر کسی صاحب علم کے پاس گئے اُس نے کہا یہ بڑی بات نہیں ہے یہ لوگ آئینہ ہوتے ہیں دیکھنے والے کو آئینے میں اپنا عکس نظر آتا ہے۔ تم ایمان سے کہو تم وہاں کیا غرض لے کر گئے تھے؟ دین سیکھنے گئے تھے یا دنیا لینے؟ اُس نے کہا جی کام تو دنیا کا پھنسا ہوا تھا .... اُس نے کہا اُنہوں نے تمہیں دنیا کا کتا سمجھا، تم دین کے لئے جاتے شاید دنیا ساتھ مفت میں مل جاتی۔ تم گئے ہی دنیا کے لئے تھے تمہیں اُن کے وجود میں اُس آئینے میں اُس کتے کی تصویر نظر آئی جو دنیا کے پیچھے ذلیل ہو رہا ہے، الزام اُن کو دے کے چلے آئے۔ اگر اہل اللہ کا یہ عالم ہے .... واقعی ایسا ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ کا کوئی بندہ تو لوگوں کی زبانوں سے محفوظ رہتا لیکن کوئی نہیں رہا انبیاء علیہم السلام تک نہیں رہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں کو اپنی تصویر نظر آتی ہے۔

وہ ایک لطیفہ پڑھا تھا میں نے کہ کسی بے چارے کی شکل بہت کریہہ المنظر تھی اور بہت بدصورت تھا۔ اسے راستے میں پڑا ہوا کہیں آئینہ مل گیا۔ اُس نے کہا پتہ نہیں کیا چیز ہے اُٹھایا دیکھا اُس میں اپنی شکل نظر آئی تو پتھر پہ مار کے چُور چُور کر دیا کہ ایسے ہی بدشکل ہو تو راستے میں پڑے ہو، اگر تم اچھے ہوتے تو راستے میں کیوں پڑے ہوتے۔ تو جب صورت حال یہ ہو کہ آدمی اپنی حیثیت کا ادراک نہ کر سکے تو وہ کسی اللہ کے بندے کی، کسی ولی کی معرفت نہیں پا سکتا چہ

محلے میں بیڑیاں بیچنے
والا بیٹھا ہوا عالمی
سیاست پہ گفتگو کر رہا
ہوتا ہے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ
میری اپنی حیثیت کیا ہے۔

جائیکہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی معرفت پا لے۔

ایک آئینہ ہے جو جہاں نما ہے۔ جتنے جہان رب نے بنائے ہیں سارے نما ہیں سارے اُس میں نظر آتے ہیں۔ ایک دوسرا آئینہ خانہ ہے جس میں ساری کائناتیں جتنی رب نے بنائی ہیں وہ بھی نظر آتی ہیں اور جس نے کائناتیں پیدا کی ہیں اُس کا جمال بھی نظر آتا ہے اور کوئی دوسرا ایسا آئینہ نہیں ہے کہ جس میں خود اللہ بھی نظر آئے، خدا بھی نظر آئے، اُس کی خُدائی بھی نظر آئے۔ ایک ایسے آئینہ خانے کا تصور کیجئے کہ جس میں جمالِ باری بھی ہو، تجلیاتِ باری بھی ہوں اور اللہ کے علاوہ جتنی مخلوق ہے اُس ساری کا عکس بھی نمایاں ہو۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ اللہ، رب العالمین ہے۔ رب کو الگ کر دیجئے، عالمین جہان تک ہیں وہاں تک رحمتِ رب ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ تو اتنا بڑا آئینہ خانہ جس میں ایک کائنات نہیں اللہ کے علاوہ ساری کائناتیں بھی سموئی ہوئی ہوں، ساری کا عکس موجود ہو، سب کی تصویر موجود ہو، سب کا رشتہ موجود ہو اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ خود خالق کا عکسِ جمیل، خود خالق کا عکسِ جمال، خود خالق کی تجلیات بھی موجود ہوں اور ہمارا حلیہ یہ ہو کہ ہم راستے پہ پڑے ہوئے چھوٹے سے آئینے کو دیکھ کر چور کر دیں کہ بدشکل ہے اُس آئینہ خانے میں کہاں جائیں گے، تراش خراش تو اپنی کرنی پڑے گی۔ یہ آئینہ جو بنتا ہے یہ تو ظاہری شکل دکھاتا ہے اور وہ آئینہ خانہ دِل کی حالت دل کی سوچ، سوچوں کی، خواہشات کی شکل کو متشکل کر کے سامنے کر دیتا ہے۔ اب جسے کتے نظر آ رہے ہیں اُس کے اپنے اندر طلب دنیا کی خواہش تھی جسے کتے سے تعبیر کیا گیا۔

طَالِبُ الدُّنْیَا کَلْبٌ "دنیا کا طالب کتا ہے۔ طالب العقبیٰ مونث۔ صرف آخرت کے طلب گار جو ہیں یہ بھی عورتیں ہیں مونث ہیں۔ طالب المولیٰ مذکر۔ اللہ کا طالب جو

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے وہ مرد ہے۔ یہ حضرت رابعہ بصریؒ کا قول ہے۔

اب اُس کے اندر جو خواہش تھی آرزو تھی طلب تھی وہ متشکل نظر آ گئی اُن کے وجود میں۔ اللہ اگر ہمیں حضور بارگاہ نبوی ﷺ میں لے جائے تو ہمیں کیا نظر آئے گا۔ یہ ساری محنت اِس لئے ہے کہ معرفتِ رسول ﷺ نیسر آ جائے معرفتِ رسول ﷺ اِس خبر کے صحیح ہونے کا یقین دلاتی ہے اور اِس خبر کی صحت صحتِ اعمال پر آمادہ کرتی ہے کہ اگر اتنی ذلتیں برداشت کر کے سکرات الموت جھیل کر ملک الموت کا ہاتھ برداشت کر کے پھر سوال و جواب قبر عذاب و ثواب قبر جھیل کر برزخ کی سختیاں سہہ کر پھر میدانِ حشر جہاں وہ لوگ جو نجات میں ہوں گے وہ بھی چیخ اُٹھیں گے کہ اللہ کرے یہ حساب کتاب ختم ہو اس میدان سے جان چھوٹے، جو گرفتارِ بلا اُن کی بات تو الگ ہے۔ وہاں سے بھی گزر کر کوئی جہنم میں گر کر خیال آئے تو بڑی غلطی ہوئی۔ ایک دفعہ پھر اگر واپسی کا موقع مِل جائے اب کہ غلامی کا حق ادا کر دوں تو آج کیوں نہ اُس غلامی کا حق ادا کر دیں۔ اللہ کریم نے قصہ گوئی کے لئے بات ارشاد نہیں فرمائی۔ چھوٹی بات نہیں جس کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا پھر اس کو قیامت تک آنے والے انسانوں تک پہنچانے کے لئے حفاظت کا ذمہ خود لیا۔ میں بھی سمجھ رہا ہوں، آپ بھی سُن رہے ہیں پھر اگر ہم میں سے کوئی وہاں پہنچ کر کہے جی مجھے یقین ہوتا مجھے اعتبار آتا تو میں کرتا تو اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہے۔ ہم ساری زندگی دوسروں کے لئے جج بنے رہتے ہیں، رشتہ داروں عزیزوں کے لئے، دوستوں کے لئے، جاننے والوں کے لئے، اُن کے لئے بھی جنہیں ہم نہیں جانتے۔ محلے میں بیڑیاں بیچنے والا بیٹھا ہوا عالمی سیاست پہ گفتگو کر رہا ہوتا ہے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ میری اپنی حیثیت کیا ہے، میں کہاں ہوں اگلا دم آئے گا یا نہیں آئے گا، اگر نہیں آئے گا تو میں کِس کھاتے میں لکھا جاؤں گا، کِس خانے میں جاؤں گا، کِس راستے سے میرا گزر ہو گا۔ کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ کریم قبول فرمائے۔

ذرا طبیعت خراب ہو تو سب سے پہلے چھوٹتا ہی ذکر ہے اور اُس کے بعد اللہ کی عبادت اور نماز کی باری آتی ہے۔

ذکر کے بارے مولوی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی عبادت اگر خلوص سے نہ کی جائے تو وہ قبول نہیں ہوتی لیکن ذکر ایسا ہے کہ اگر جھوٹ موٹ بھی شروع کر دو تو یہ خود خلوص پیدا کر دیتا ہے، شرط یہ ہے کہ کرتے رہو چھوڑو نہیں یعنی یہ ایک ایسا کام ہے کہ اگر آپ رسماً بھی شروع کرتے ہیں، مسلسل کرتے رہو تو ایک دِن خلوص پیدا کر دیتا ہے۔ مثال دیتے ہیں جیسے صابن کپڑے کو کوئی دھیان سے، توجہ سے لگائے، تھوڑا صابن لگانے سے صاف ہو جائے گا، کوئی ویسے ہی بیٹھ کر کھیلتا بھی رہے تو میل تو کچھ کچھ کٹتا ہی رہے گا، صابن زیادہ خرچ ہو جائے گا، وقت زیادہ لگ جائے گا بالآخر کپڑا صاف ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں ذکر دِل کا صابن ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے لِکُلِّ شیءٍ صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ ہر چیز کی پالش ہے دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے ذکر پہ محنت کی جائے مجاہدہ کیا جائے ذکر دوام کیا جائے دنیوی استدراج اور شعبدے حاصل کرنے کے لئے کافر اور ہندو بھی کتنی کتنی محنت کرتے ہیں، کتنی کتنی لمبی چلہ کشیاں کرتے ہیں، سُوکھ کر کانٹا ہو جاتے ہیں کہ کچھ شعبدہ بازی حاصل ہو جائے۔

یہاں عالم ہمارا یہ ہے کہ ذرا طبیعت خراب ہو تو سب سے پہلے چھوٹتا ہی ذکر ہے اور اُس کے بعد اللہ کی عبادت اور نماز کی باری آتی ہے یہ دفتری کام یا کاروباری کام یا دکانداری تو تب چھوٹتی ہے جب بستر سے اُٹھنے کے قابل نہ رہیں۔ کوشش کیجئے اللہ کریم توفیق عطا فرمائے اذکار کبھی چھوٹیں نہیں۔ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اگر ذکر قلبی نہیں تو درود شریف زبان پہ عادت بنا لیں۔ کوشش کریں تلاوت نصیب ہو اور یہ یقین پیدا ہو جائے اللہ اُن مصیبتوں سے عذابوں سے پناہ دے کر اپنا قرب اپنا جمال عطا کرے، اپنے نبی ﷺ کی بارگاہ میں سرخرو کرے اور حضور ﷺ کا شرفِ ہمرکابی عطا کرے۔

☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

دین کرشمہ سازی نہیں

ہم مسلمانوں نے دین کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی اور پھر خصوصاً جنہوں نے تصوف کا لبادہ اوڑھ لیا اور ایک ٹُھلی لے کر گوشہ میں بیٹھ گئے کہ خدایا تو جان تیرا جہان جانے ہم تو یہ بیٹھے ہیں۔ جن بزرگوں کے ہم حوالے دیتے ہیں کہ بایزید بسطامیؒ جنگل میں چلے گئے تھے فلاں نے جنگل میں گزارا کیا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اتنے انقلاب آفریں کام کیے کہ بالآخر سلاطین نے انہیں تنہا کر کے جنگلوں میں، ویرانوں میں دھکیل دیا اور ان سے ملاقات پر پابندی لگادی کہ ہماری حکومتوں کو خطرہ ہے۔ کسی بھی عظیم صوفی نے از خود گوشہ نشینی اختیار نہیں کی۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 14-07-2002

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ○ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

سورۃ القصص کی یہ آیت مبارکہ یہ بیان فرماتی ہے کہ جسے گھر کہا جائے، ٹھکانہ کہا جائے، رہنے کی جگہ کہا جائے وہ آخرت ہے۔ آخرت سے پہلے جتنے ٹھکانے ہیں وہ عاضی قیام گاہ ہیں، سرائے ہیں کچھ عرصہ گزارنے کے لئے۔ لیکن جسے گھر کہا جاتا ہے جہاں انسان کی مستقل رہائش ہے جہاں اسے ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا وہ آخرت ہے اور آخرت کا گھر ہم نے بنایا ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی زمین پر اپنی بڑائی کا دعویٰ نہیں رکھتے۔ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۔ دونوں باتیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ جو انسان عظمت الٰہی کو اجاگر کرنے کیلئے کوشش کرتا ہے، جہاد کرتا ہے، مجاہدہ کرتا ہے تو وہ فساد ختم کرنے والا اور امن قائم کرنے والا ہوتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم حکمرانوں کے لئے ہوگا، بادشاہوں کیلئے ہوگا امراء کیلئے ہوگا جو لوگوں پر اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ نہیں۔ یہ حکم ہم سب کیلئے ہے اور ہر آدمی کا ایک دائرہ کار ہے ایک حد ہے۔ ہر آدمی کے پاس ایک حکومت ہے، کوئی اپنے خاندان پہ حکمران ہے، کسی کی بات گلی محلے کی حد تک مانی جاتی ہے، کسی کی شہر اور علاقے میں، کسی کی سارے ملک میں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ ۔ تم میں سے ہر ایک حکمران ہے۔ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ۔ او کما قال رسول اللہ ﷺ اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے باز پرس بھی کی جائے گی کہ اس نے اپنی رعیت کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ کوئی ایسا بھی ہوگا جس کی کوئی دوسرا نہیں سنتا تو اپنے آپ پر، اپنے وجود پر تو اس کا حکم بھی چلتا ہے، یہ سلطنت تو اس کے پاس بھی ہے لہٰذا اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نافرمانی شروع ہی یہاں سے ہوتی ہے کہ جب ہم احکام الٰہی کی جگہ اپنی پسند سے فیصلہ کرتے ہیں یا اپنی پسند کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ گھر میں تصور ہے امن کا سکون کا، تحفظ کا، آبرومندی کا۔ لہٰذا جنت کو گھر کہا گیا ہے حالانکہ رہیں گے جہنمی بھی ہمیشہ جہنم میں لیکن وہ گھر نہیں دارالمحن ہے تکلیفوں کی جگہ ہے، دکھوں کی جگہ ہے، سزا ہے۔ اگر کسی کو جیل خانے میں ڈال دیا جائے تو جیل خانہ اس کا گھر نہیں بنتا خواہ وہ ساری عمر جیل میں ہی رہے۔ وہ جیل خانہ ہی رہتا ہے قید خانہ ہی رہتا ہے تو جہنم آخرت کا قید خانہ ہے، جیل خانہ ہے جس میں جہنمی یا کافر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ہمیشہ کا رہنا بھی اسے ان کا گھر نہیں بناتا چونکہ ہمیشہ ہی ان پر عذاب ہوتا رہے گا، سزا ہوتی

www.naqshbandiaowaisiah.com

رہے گی۔ ہاں البتہ دارالآخرۃ "جنت" یہ حقیقی گھر ہے جہاں کسی کو سوائے اللہ کے کسی کا ڈر نہیں ہوگا، کسی چیز کے چھن جانے کا خدشہ نہیں ہوگا حتیٰ کہ کسی کو کوئی دکھ تکلیف، کوئی بیماری نہیں ہوگی، کوئی گرمی سردی یا موسمی اثرات اسے پریشان نہیں کریں گے، کوئی بھوک افلاس فاقہ کشی نہیں ہوگی، کسی طرح کی کوئی بھی پریشانی جنت میں نہیں ہوگی۔ اس لئے جنت انسان کا، بنی نوع انسان کا گھر ہے۔ اب اگر کوئی اپنے گھر واپس نہیں جاتا ویرانوں میں بھٹکتا ہے یا تباہ ہو جاتا ہے تو یہ اس کی پسند کہ وہ گھر کا راستہ چھوڑ کر دوسری طرف کیوں گیا اب گھر کا راستہ کیا ہے۔

فرمایا:۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بندہ اپنے خدا ہونے کا، اپنے بڑا ہونے کا دوسروں پر اپنے آپ کو مسلط کرنے کا نہ سوچے۔ خود کو مخلوق سے کوئی الگ شے نہ سمجھے اور یہ ایسا مرض ہے کہ کم و بیش ہر بندہ اس کا اسیر ہوتا ہے۔ ہر بندہ یہ چاہتا ہے کہ جو میں کہتا ہوں وہ ہونا چاہئے۔ حالانکہ یہ فیصلہ کرنے کا حق اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہے اللہ کے دین کا ہے اور ایمان ہے کیا؟ اپنے اختیارات اپنی پسند و ناپسند چھوڑ دینے کا اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی پسند اختیار کرنے کا نام ایمان ہے، اسلام ہے۔ جب آدمی اپنی پسند سے دست بردار ہو چکا اب رمضان شریف کا مہینہ آیا محنت کر کے حلال رزق کمایا ہے پاک ہے طیب ہے اللہ کریم نے فرما دیا کہ بلا عذر شرعی طلوع فجر سے لیکر غروب آفتاب تک تم نہ کھا سکتے ہو نہ پی سکتے ہو اس میں کوئی قدغن نہیں کہ حلال کھا سکتے ہو حرام مت کھاؤ، حلال بھی نہیں کھا سکتے، پانی کا گھونٹ نہیں پی سکتے تو اس کا مطلب ہے کہ بندے کی اپنی رائے اپنا دل تو چاہتا ہے پانی پی لوں، گرمی ہے پیاس لگی ہے لیکن نہیں پی سکتا۔ ایمان کا اظہار اس چیز سے ہوتا ہے کہ بندے کی اپنی پسند یا اپنا اختیار سلب ہو جائے اور پسند و ناپسند و رحکم و اختیار اللہ کا ہو اگر اس کے مقابلے میں اپنی رائے لانا چاہتا ہے تو وہ اپنی بڑائی کا دعوے دار ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، میری بھی کچھ حیثیت ہے فرمایا

اپنے اختیارات اپنی پسند و ناپسند چھوڑ دینے کا اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی پسند اختیار کرنے کا نام ایمان ہے۔

جو یہ جرم کرتا ہے اس کے نتیجے میں اللہ کی زمین پر فساد پیدا ہوتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ تباہیاں آتی ہیں زمین پر قتل عام ہوتے ہیں، خون بہتے ہیں، زلزلے آتے ہیں، وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں، قحط سالیاں آتی ہیں بارشیں رک جاتی ہیں مخلوق پریشان ہو جاتی ہے، حکمران ظالم ہو جاتے ہیں اور یہ طرح طرح کی تکلیفیں دیتے ہیں۔ سمندر آبادیوں پہ چڑھ دوڑتے ہیں، جو سمندروں میں جہاز چل رہے ہوتے ہیں انہیں غرق کر دیتے ہیں شہروں کو تباہ کر دیتے ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ خشک و تری پہ فساد ظاہر ہو جاتا ہے، کس لئے؟ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لوگوں کے اعمال اور کردار کی وجہ سے مخلوق کے گناہوں کی ظلمت۔ مخلوق کی نافرمانیاں ان تباہیوں کو لانے کا سبب بن جاتی ہیں۔ اور فرمایا ایک بات یاد رکھ لیں۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ○ عاقبت اور آخرت صرف ان لوگوں کیلئے ہے جنہیں تقویٰ نصیب ہو۔ تقویٰ اور بڑائی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ تقویٰ اپنی عاجزی کا اقرار، اپنی عاجزی کا احساس اور اپنے کچھ نہ ہونے کی خبر کا نام ہے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کے اقرار کا نام ہے کہ وہ سب کچھ ہے میں کچھ بھی نہیں۔ اور تقویٰ اس کیفیت کا نام ہے کہ جب انسان سمجھ لے کہ کسی بھی قیمت پر، اگر دنیا کی دولت چھنتی ہے چھن جائے، جان جاتی ہے چلی جائے لیکن میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا وہ نافرمانی میرے لیے اس سے زیادہ مشکل ہے، بہت دشوار ہے۔ ایک ایسی کیفیت اک ایسا تعلق، ایک ایسا رشتہ جو اللہ کریم سے پیدا ہو جائے جس میں آدمی مرضیات باری کا اسیر ہو جائے۔ اور کبھی تقاضائے بشریت اس سے خطا سرزد ہو جائے تو اس پہ نادم ہو کر بیٹھ کے روئے، اسے دکھ لگے۔ اس کیفیت کو حاصل کرنے کے لئے اس کیفیت کو پانے کیلئے صرف ایک بارگاہ ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ تمام دروازے جو بارگاہ الوہیت کو کھلتے تھے تمام

www.naqshbandiaowaisiah.com

انبیاءؑ جو مخلوق اور خالق کے درمیان واسطہ تھے سب کی نبوتیں تمام ہو چکیں، شریعتیں تمام ہو چکیں، سارے دروازے بند ہو چکے۔.........

بڑی تکلیف ہوتی ہے اہل مغرب کو جب یہ بات زیر بحث لاتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اسلام دعویٰ یہ کرتا کہ :

"islam has the monopoly on the truth"

کہ سچائی صرف اسلام کے پاس ہے اور وہ یہ کہتے تھے یہ صحیح نہیں ہے۔ ہمارے بھی تو نبی تھے ہمارے پاس بھی تو دین ہے، جب قرآن بھی انہیں نبی مانتا ہے تو بھی آپ ہماری سچائی کو کیوں نہیں مانتے۔ لیکن حق یہ ہے کہ وہ نبی تھے اپنے زمانے کیلئے، وہ نبی ہیں، نبوت ہمیشہ رہے گی لیکن دین ختم ہو چکا، احکام ختم ہو چکے، شریعتیں وہ اپنا وقت پورا کر چکیں۔ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد صرف ایک نبی ہے ساری انسانیت کے لئے اور سارے زمانوں کے لئے، اس لئے واقعی اسلام کو حقیقت پر مناپلی حاصل ہے۔ یہ محض دعویٰ نہیں ہے اور اگر وہ طعنے دیتے ہیں تو یہ طعنے بھی نہیں ہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ساری کی ساری سچائی صرف اسلام میں ہے۔ اس کو دیکھنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے کہ باقی مذاہب میں بڑی خوبیاں ہیں مثلاً کافر دنیا میں معیشت کا نظام ہم سے کروڑوں گنا بہتر ہے جو قیمت بتائیں گے وہ صحیح ہوگی اگر چیز خراب نکلے گی تو وہ دکاندار کی ذمہ داری ہے کہ وہ آ کر لوٹا دے۔ انگلینڈ میں اخباریں بیچتا ہم نے کسی کو نہیں دیکھا چوک میں رکھی ہوں گی کوئی مفت نہیں اٹھاتا جو اخبار اٹھائے گا وہ پیسے بھی رکھ جائے گا۔ لیکن کیا یہ دیانت داری ان میں ظہور اسلام سے پہلے تھی۔ اگر ان کے اپنے مذاہب کی دین ہے تو پھر تو ظہور اسلام سے پہلے ہونی چاہئے تھی۔ جو جو خوبیاں اقوام عالم کے پاس ہیں وہ ساری خوشہ چینی ہے بارگاہ رسالت پناہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ کی، اللہ کی کتاب کی۔ جب اسلام کا ظہور ہوا اور اسلام روئے زمین پر پھیلتا چلا گیا تو یہ لوگ جو

دین کرشمہ سازی نہیں ہے دین عملی زندگی کا نام ہے۔

جنگلی اور وحشی تھے تہذیب سے نا آشنا تھے انہوں نے اس بات پر غور وفکر کیا کہ اس کے پھیلنے کا سبب کوئی وجہ ظاہری بھی ہوگی کیونکہ نبوت کے تو وہ قائل نہیں تھے اور ہم مسلمان تو آسانی سے جان چھڑا لیتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا، اور ان کی ذات ایسی تھی کہ اسلام پھیلتا گیا اور یہ درست ہے لیکن اس کے ساتھ ایک بات اور بھی ہے کہ اسلام فطرت کا دین ہے اور انسانی مزاج کے مطابق ہے اس کا ہر حکم اور یہ چیز اہل مغرب نے پالی۔ مجھے ایک اتفاق ہوا، لالہ موسیٰ ایک جلسہ ہو رہا تھا کہ یہ سر دس والے جو جوتیاں بناتے ہیں ان کا ایک چچا تھا میرا ہم نام تھا اس کا نام بھی اکرم تھا وہ علماء کو جمع کر رکھتا تھا، غریبوں کی مدد کیا کرتا تھا، اچھا نیک آدمی تھا۔ ایک دفعہ اس نے مجھے بھی بلایا۔ وہاں اور علماء بھی جمع تھے۔ اب وہ صحابہ کی بات، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے عہد کی بات کر رہے تھے اور مختلف قلعوں کی فتوحات کی بات کر رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ ایک دفعہ جب ایک قلعہ کئی دن تک فتح نہ ہوا تو انہوں نے سوچا کہ کہیں کوئی خرابی ہے تو پتہ چلا مسواک ہم نے نہیں کیا، یہ سنت پوری کرو تو وہ مسواک کرتے تھے کافروں نے قلعہ سرنڈر کر دیا کہ یہ تو دانت تیز کر رہے ہیں ہمیں کھا جائیں گے۔ وہاں قلعے پر گئے تو نعرۂ تکبیر مارا اور نعرۂ تکبیر مارنے سے ساری دیواریں گر گئیں۔ آخر میں میری باری تھی تو میں نے کہا حضرت! آپ صحابہ کرام کی تعریف تو کریں لیکن تعریف کے نام پر الزامات نہ لگائیں۔ صحابہ کرام نے جانیں دیں، زخم کھائے، سر کٹوائے ہیں، سینے چھلنی کروائے اور وہ صرف اللہ کا حکم سمجھ کر ٹوٹ پڑتے تھے نتائج سے بے نیاز ہو کر۔ خود اللہ نے گواہی دی ہے۔

يُقْتَلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ اللہ کی راہ میں مقاتلہ کرتے ہیں جنگ کرتے ہیں، مارے بھی جاتے ہیں اور کافروں کو مارتے بھی ہیں، آپ صرف نعرے پر قلعے نہ گرائیں۔ قلعے اگلوں نے جانیں دے کر گرائے ہیں۔ اس قوم کو نکما ہونے کا درس نہ دیں کہ ہم نعرہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

لگائیں گے تو ہر چیز گر جائے گی، انہیں سر کٹوانے کی تربیت دیں انہیں جان دینے پر آمادہ کریں، انہیں بتائیں کہ فتوحات کی تاریخ خون شہیداں سے لکھی جاتی ہے۔ زبانی باتوں اور نعروں سے نہیں لکھی جاتی۔ تو اس پر وہ علماء بھی مجھ سے خفا ہو گئے اور پھر انہوں نے مجھے کبھی جلسے میں بھی نہیں بلایا۔ یعنی ہم نے دین کو ایک انگریزی لفظ ہے اسے کہتے ہیں mustery ایک جادوگری بنا دیا ہے۔ یعنی سارے کام خود بخود ہو جاتے ہیں اور بعض احباب نے ذکر الٰہی کو اس انداز میں لیا ہے ...... میرے پاس خط آیا۔ میں ذکر بھی کرتا ہوں، نمازیں پڑھتا ہوں، میرے کاروبار میں نقصان ہو گیا۔ بھئی کاروبار میں نقصان ہوا تو تم نے کوئی غلطی کی ہوگی نقصان ہو گیا۔ زہر کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ ذکر کرتے رہو اپنے آپ کو گولی مارو گے پھر تم کہو میں پانچ نمازیں پڑھتا تھا، ذکر کرتا تھا جی گولی نے میرا سینہ پھاڑ دیا۔ بھئی! گولی سینہ پھاڑے گی۔ عملی دنیا میں ذکر اتنی ہی مدد کرے گا کہ تم خلوص سے اللہ کی اطاعت کرنے لگ جاؤ گے۔ نتائج تبدیل نہیں کرے گا۔ نتائج اس کے دست قدرت میں ہیں، کوئی زہر کھائے وہ اسے شفا دے دے اسے کون روک سکتا ہے اور کوئی امرت پئے اور اسے موت دے دے اسے کون روک سکتا ہے۔ کسی کو آب حیات پلاؤ اور قادر مطلق اس آب حیات سے اسے موت دے دے تو کون ہے جو اس کے دست قدرت کو پکڑے گا۔ نتائج اسکے پاس ہیں۔ ذکر کوئی جادوگری نہیں ہے۔ وہ جو بات اللہ کریم فرما رہے ہیں تقویٰ کی۔ تقویٰ پیدا کرنے کی، ایک کوشش ہے کہ اپنے دل کو اپنے برتن کو اس طرح صاف کیا جا سکے کہ وہ پرتو جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو حاصل کر سکے۔ کوئی کرن کوئی قطرہ ابر کرم کا کوئی ایک اچٹکتی سی نظر کوئی ایک نگاہ کا بھی ہزارواں حصہ کچھ تو پالے پھر یہ بھی حیلہ بن جائے گا ایک جھلک کو پالے۔۔ نفع بھی ہوگا نقصان بھی ہوگا صحت بھی ہوگی بیماری بھی ہوگی، تنگی بھی ہوگی فراخی بھی ہوگی یہ تو اللہ کا اپنا نظام ہے۔ ہمارا یہ ادارہ ابھی تک اس عالم میں چل رہا

عملی دنیا میں ذکر اتنی ہی مدد کرے گا کہ تم خلوص سے اللہ کی اطاعت کرنے لگ جاؤ گے۔ نتائج تبدیل نہیں کرے گا۔

ہے کہ ہم لاکھوں کے مقروض ہو جاتے ہیں اس کی تعمیر میں اخراجات آتے ہیں تو مقروض ہو جاتے ہیں ابھی بھی ہم پر قرضہ ہے۔ اللہ کریم وسائل پیدا فرماتا ہے اتر جاتا ہے ہم کچھ اور بنانے لگ جاتے ہیں قرضہ پھر اوپر چڑھ جاتا ہے پھر اللہ کریم بھیج دیتا ہے وہ اتر جاتا ہے ایک نظام ہے رب العٰلمین کا۔ اب یہ کہا جائے کہ یہاں ہمیشہ ذکر ہوتا ہے یہاں روپوں کی بارش ہو جائے، کیسے ہو جائے؟ روپے تو وسائل سے پیدا کرنے ہیں، اللہ نے دینے ہیں لیکن ہم نے ان کے لئے محنت مجاہدہ مزدوری کرنا ہے تو ملیں گے۔ یا یہاں زیادہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں ہر وقت اللہ اللہ ہوتی ہے تو ہر وقت اللہ اللہ ہوتی ہے تو اس کا ذرہ ذرہ اللہ اللہ کرتا ہے درختوں کی شاخیں ٹہنیاں پتے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ کوئی صاحب نظر یہاں رکے بغیر گزر نہیں سکتا ہر چیز کا اپنا ایک اثر ہے اس مٹی میں اس خاک میں اس زمین میں ان اینٹوں میں ان پتھروں میں بھی تجلیات پھوٹتی نظر آتی ہیں میری آپ کی وجہ سے نہیں اس کے نام کی برکت سے، اس کے نبی ﷺ کی برکات کی وجہ سے۔ تو مسلمانوں نے تو دین کو mystery یا جادوگری کا تماشہ سمجھ لیا۔ ہم نماز پڑھیں گے یہ کام اس طرح ہو جائے گا، ہم ذکر کریں گے ایسا ہو جائے گا۔ اہل مغرب نے ان حقائق کو تلاش کیا جو اسلام کے پھیلنے کا ظاہری سبب تھے اور دیکھ لو برطانیہ چھوٹا سا ملک تھا مسلمانوں کے بعد وہ اس طرح اٹھا کہ پوری دنیا پر چھا گیا۔ کینیڈا پر حکومت برطانیہ نے کی اور ایشیا پر برطانیہ نے حکومت کی حتیٰ کہ یہ مقولہ بن گیا کہ شہنشاہ برطانیہ کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ حالانکہ سب سے پہلے مسلمانوں نے ایسی حکومت بنائی تھی جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ پہلی ریاست، ریاست مدینہ اس قدر پھیلی تھی کہ چین سے ہسپانیہ تک اور افریقہ سے سائبیریا تک روئے زمین کے گرد اس طرح گلوب کے گرد پھر گئی تھی جس میں امریکہ بھی شامل تھا برطانیہ بھی شامل تھا۔ جدید تواریخ میں یہ بات نہیں ملتی لیکن قدیم

www.naqshbandiaowaisiah.com

تاریخیں یہ ثبوت دیتی ہیں اور وہ مقامات اور وہ شہروں کے نام اور وہ گلیوں کے نام یہ بتاتے ہیں یہاں مسلمان حکمران رہے ہیں۔ امریکہ کے بعض حصوں میں ابھی تک طرز تعمیر ہسپانیہ کی ہے اور ان کے گھر ہسپانوی طرز کی مٹی کے بنے ہوئے ہیں چونکہ ہسپانیہ سے ہو کر مسلمان امریکہ پہنچے تھے۔ اب عیسائیوں نے بھی ساری باتیں تاریخ سے حذف کر دیں۔ پہلی سلطنت اسلام کی تھی جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا جب مسلمانوں پر زوال آیا تو اس وقت وہ دین کو عمل کی بجائے mystry سمجھتے تھے اور انہوں نے وہ اعمال چھننے شروع کر دیئے کہ اپنے نظریئے کی خاطر جان دینا چاہئے۔ آپ دیکھیں نا!

آپ کسی شہر میں بھی چلے جائیں وہاں آپ کو انگریزوں کا ایک قبرستان ملے گا۔ برطانیہ سے اٹھ کر وہ یہاں آ کر کیوں مرے؟ یہ فلسفہ انہوں نے مسلمانوں سے لیا کہ مرنے کے لئے مدینہ ضروری نہیں ہے اگر ابوایوب انصاریؓ بھی ہو تو قسطنطنیہ میں دفن ہو سکتا ہے۔ یہ نظریہ تو مسلمانوں نے دیا کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ وہ شخص تھے جب کے دولت کدے پر ہجرت کے روز حضور ﷺ کا ناقہ مبارک نے نزول فرمایا اور حضور ﷺ نے ان کے گھر میں قدم رنجہ فرمایا اور قیام فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ نے منتیں کیں کہ حضور ﷺ میرے کاشانہ کو رونق بخشیں میرے غریب خانے پہ جلوہ افروز ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا ناقہ مامور ہے، میری سانڈنی یہ جانتی ہے کہ اسے کہاں جانا ہے۔ یہ جانتی ہے اسے چھوڑ دو۔ وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر جا کر بیٹھ گئی۔ کیا چاہئے نہیں تھا کہ اسی صحن میں ابوایوب انصاری کا مدفن ہوتا لیکن ان کا جینا مرنا کسی جگہ کے لئے نہیں ہے، اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی رضا کے حصول کے لئے ہے۔ جہاں موت آئے آئے جہاں زندگی بسر ہو۔ ساری جگہیں مبارک ہیں اگر اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی رضا حاصل ہو اور جن کو حضور ﷺ کی رضا حاصل نہیں وہ مکے میں مریں یا مدینے میں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

صوفی کی یہ کرامت ہوتی ہے کہ اس کے وقت میں اللہ برکت ڈال دیتا ہے، دوسرے جو کام سال بھر میں کرتے ہیں وہ ایک ماہ میں کر جاتا ہے۔

یہ فلاسفی اقوام عالم نے مسلمانوں سے لی، کاروبار میں دیانت مسلمانوں سے لی۔ جن شعبوں میں ترقی کر گئے، سائنس میں ترقی کر گئے، سائنس کا مضمون ہی مسلمانوں کا ایجاد کردہ ہے، میتھ کے موجد ہی مسلمان ہیں اور میتھ کے بعد سائنس کی ایجاد ہوئی، پہلے میتھ کے فارمولے آئے پھر ضرورت پڑی اس کے ساتھ جیومیٹری الجبرا آئے اور اس کے ساتھ آ گئے سائنسی فارمولے چلے۔ کتاب کے موجد مسلمان، جیومیٹری کے موجد مسلمان۔ پہلا مسلمان تھا جس نے زمین کا قطر دریافت کیا۔ سائنسی تحقیقات کے موجد مسلمان، بارود کے موجد مسلمان، بحری جہاز اور بحری بیڑوں کے موجد مسلمان۔ دنیا نے خوشہ چینی کی گلشن مصطفیٰ ﷺ سے ہم اس میں مارے گئے کہ ہم نے دین کو ایک جادوگری سمجھ کر عمل سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا کہ دین کی محنت کرو باقی کام از خود ہو جائیں گے۔ از خود کیسے ہو جائیں گے؟ دین کی محنت تو یہی ہے کہ بندے کو اللہ کی اطاعت کے قابل بنایا جائے۔ جہاں لڑنے کا حکم ہو وہاں اس میں لڑنے کی جرات ہو جہاں صلح کا حکم ہو وہاں صلح قبول کرنے کی اس میں استعداد ہو، جہاں کرم کا حکم ہو وہاں ابر کرم بن جائے اور جہاں بجلی اور برق بننے کا حکم ہو وہاں برق تپاں بن جائے اگر یہ نتیجہ نہیں نکلتا تو دین کی محنت کس بات کی؟

ہم نے، مسلمانوں نے دین کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی اور پھر خصوصاً جنہوں نے تصوف کا لبادہ اوڑھ لیا اور ایک جھلی لے کر گوشہ میں بیٹھ گئے خدایا تو جان تیرا جہان جانے ہم تو یہ بیٹھے ہیں۔ جن بزرگوں کے ہم حوالے دیتے ہیں کہ بایزید بسطامیؒ جنگل میں چلے گئے تھے فلاں نے جنگل میں گزارا کیا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اتنے انقلاب آفریں کام کیے کہ بالآخر سلاطین نے انہیں تنہا کر کے جنگلوں میں ویرانوں میں دھکیل دیا اور ان سے ملاقات پر پابندی لگا دی کہ ہماری حکومتوں کو خطرہ ہے۔ کسی بھی عظیم صوفی نے از خود گوشہ نشینی اختیار

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں کی۔ اس کے باوجود حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بایزید بسطامی جیسے حضرت جس مقام پر تھے اور آبادی سے نکال دیئے گئے اور بندوں سے ملنا جلنا ختم ہو گیا ساری عمر تنہائی میں اللہ اللہ کرتے رہے لیکن ترقی اس مقام سے آگے نہیں ہوئی۔ اسی مقام پر آپ کا وصال ہوا بہت اعلیٰ مقام ہے ان کا یہ بحث نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مقامات تو منازل تو ختم نہیں ہوتے۔ ان کے کیوں رک گئے؟ اس لئے کہ منازل کی ترقی کا تعلق عملی دنیا سے ہے کہ کتنا اتباع شریعت کوئی کرتا ہے، شریعت اسے کتنی عزیز ہے اعمال کیسے کرتا ہے، کردار کیا ہے اس کا، یہ ترقی کا سبب ہے۔ نتائج اعمال پہ ہوتے ہیں اللہ اللہ اس لئے ہوتی ہے، ذکر کا حاصل یہ ہے کہ اعمال میں خلوص اور گہرائی پیدا ہو جائے تاکہ ان پر نتائج مرتب ہوسکیں، ان میں دورنگی نہ رہے منافقت نہ رہے، خلوص آ جائے گہرائی آ جائے اور ان پر ترقی درجات ہو۔ ہم نے یہ فلسفہ بنا لیا کہ جو صوفی ہوتا ہے اسے کام کی ضرورت ہی نہیں۔ حالانکہ صوفی کو دوسروں کی نسبت زیادہ کام کرنا چاہئے۔ ہمارے آئمہ میں سے ایک حضرت تھے حدیث کے ائمہ میں سے محدثین میں سے جب ان کا وصال ہوا انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرے غسل کے لئے جو پانی گرم کیا جائے یہ لکڑی کے ان ٹکڑوں یا قلم کے ان ٹکڑوں سے کیا جائے جو قلمیں میں حدیث لکھنے کے لئے تراشتا تھا تو وہ تراش جو تھا وہ میں جمع کرتا رہا ہوں اتنی ہے کہ میرے غسل کا پانی گرم کر دے گی۔ ان کی تصانیف کو پیدائش سے لیکر وفات تک ان کی عمر پر تقسیم کیا گیا تو اٹھارہ صفحے روزانہ بنتے تھے اتنی انہوں نے حدیث اور سیرت کی کتابیں لکھیں ان صفحات کو تقسیم کیا گیا ان کے وصال کے بعد تو اٹھارہ صفحے روزانہ بنتے تھے حالانکہ آدمی زندگی تو بچپن میں پھر مکتب میں پھر پڑھنے میں گزر گئی اور پھر اس زندگی میں اتنا انہوں نے کیسے لکھ لیا؟ صوفی کی یہ کرامت ہوتی ہے کہ اس کے وقت میں اللہ برکت دے دیتا ہے دوسرے جو کام سال میں کرتے ہیں وہ اتنے کام ایک مہینے

> **اسلام کو اور خصوصاً تصوف کو جادوگری نہ سمجھو سب سے زیادہ باعمل وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں نور قلبی نصیب ہو جاتا ہے۔**

میں کر جاتا ہے۔ اللہ اس کے وقت میں وہ توسیع دے دیتا ہے، وسعت دے دیتا ہے برکت دے دیتا ہے اور یہ ان کا ذکر بیان کرنے کے بعد تصوف کا یہ سلسلہ لکھا گیا ہے وہاں کہ اللہ اپنے بندوں کے اوقات میں توسیع کر دیتا ہے دوسرے بندے اتنا کام نہیں کر سکتے جتنا صوفی کرتا ہے اس کا مطلب ہے کہ حقیقی صوفی دوسروں کی نسبت زیادہ جفاکش زیادہ کارکن زیادہ محنتی اور زیادہ کام کرنے والا ہوتا ہے ہم نے یہ سمجھ لیا کہ اب وہ صوفی بن گیا اب وہ تو بلکل مار کے بیٹھ جائے اسے کیا ضرورت۔ دوسرا پہلو یہ تو مثبت پہلو تھا۔ منفی پہلو بھی دیکھ لیجئے کہ جہاں جہاں اہل مغرب نے یا کفار نے اسلامی اصولوں کو ٹھکرایا اسلام نے سود سے منع کیا انہوں نے کہا معیشت میں سود رکھیں گے وہاں دیکھ لو بیٹا نواب ہے باپ فٹ پاتھ پہ لیٹا ہے۔ عام آدمی کو چھوڑ دو ایک گھر میں اتنے فاصلے ہیں کہ بیٹا کروڑوں کے گھر میں رہتا ہے اور باپ بوڑھوں کے لئے بنائے گئے اولڈ ہوم میں خیرات پہ پل رہا ہے۔ میں نے امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو غلاظت کے ڈبوں سے ٹکڑے چن چن کر کھاتے دیکھا ہے اور ان کی میں نے تصویریں لی ہیں میں نے اپنے ریکارڈ میں رکھی ہوئی ہیں کہ تمہارے نظام کا، معاشی نظام کا حاصل یہ ہے۔ عورت اور مرد کے تعلق میں انہوں نے کہا ہم اسلام کو نہیں مانیں گے۔ آج مغرب کا مفکر کہتا ہے کہ ہم چاہیں بھی تو اپنے معاشرے کی خواتین کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ نہ کسی کی بہن نہ کسی کی ماں نہ کسی کے پاس بیٹی ہے سارے رشتے ختم ہو گئے، سارے آبرو باختہ ہو گئے بیٹی ناچ رہی ہے ننگی اور باپ بیٹھا تالیاں بجا رہا ہے حالانکہ اپنے دل میں خون کے گھونٹ وہ بھی پی رہا ہوتا ہے کہ کافر سہی انسان تو ہے۔ دکھ تو اسے بھی ہوتا ہے لیکن بول نہیں سکتا۔ جہاں جہاں انہوں نے اسلامی اصولوں کی خوشہ چینی نہیں کی وہاں وہ اب بھی رسوا ہیں، ذلیل ہیں، تباہ حال ہیں۔

تو عزیزان گرامی! آخرت ایک گھر

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس قوم کو نکما ہونے کا درس نہ دیں کہ ہم نعرہ لگائیں گے تو ہر چیز گر جائے گی، انہیں سر کٹوانے کی تربیت دیں انہیں جان دینے پر آمادہ کریں، انہیں بتائیں کہ فتوحات کی تاریخ خون شہیداں سے لکھی جاتی ہے۔ زبانی باتوں اور نعروں سے نہیں لکھی جاتی۔

ہے اب جیسے حکومت گھر بناتی ہے کہ ایک گھر صدر کے لئے ہے ایک وزیر اعظم کیلئے ہے ایک گورنر کے لئے ہے اب ہم اس کے لئے شور کرتے رہیں تو کیا ہم وہاں جگہ پا سکتے ہیں؟ گورنر ہاؤس میں رہنے کے لئے گورنر بننا پڑے گا۔ گورنر بن جائیں تو اگلے خود اٹھا کر لے جائیں گے، وزیر اعظم ہاؤس میں رہنے کے لئے، پرائم منسٹر ہاؤس میں رہنے کے لئے وزیر اعظم بننا پڑے گا، صدر کے گھر میں رہنے کیلئے صدر بننا پڑے گا۔ اسی طرح آخرت کے گھر میں رہنے کے لئے اللہ کا بندہ بننا پڑے گا اور اگر اپنی خدائی کا دعوے دار ہے تو فرماتے ہیں میں نہیں گھسنے دوں گا تو اپنی برائی کا دعوے دار ہے تو میری زمین پر اپنی بڑائی چاہتا ہے اور تو اپنی بڑائی کی خواہش میں میری زمین میں فساد پیدا کر رہا ہے، تباہ کر رہا ہے دنیا کو۔ ہر بندہ اپنی اپنی سطح پر جو بڑا بننا چاہتا ہے اسکا کردار ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ امریکہ بڑا بننا چاہتا ہے تو امریکہ اس عہد کا کتنا خونخوار بھیڑیا ہے یہ کیوں قتل عام کر رہا ہے روئے زمین پر اپنی بڑائی کے لئے۔ اور اللہ فرماتا ہے میری زمین پر فساد نہ کرو اسلئے کہ آخرت میں نے ان لوگوں کے لئے بنائی ہے جو میرے لئے جیتے ہیں، میرے احکام کیلئے جیتے ہیں جو مجھ سے زندگی اس لئے مانگتے ہیں کہ دو سجدوں کی توفیق اور ہو جائے۔ زندگی اس لئے مانگتے ہیں کہ تیری راہ میں شہید ہو جائیں، مرنے کیلئے حیات طلب کرتے ہیں، صحت اس لئے برقرار رکھتے ہیں کہ اللہ کی عبادت ہو سکے۔ کاروبار اس لئے کرتے ہیں کہ طلبِ رزقِ حلال فرض عین ہے جس طرح نمازیں فرض ہیں جس طرح روزے فرض ہیں اس طرح کسب معاش فرض عین ہے حسب استطاعت۔

افسوس یہ ہے کہ ہم نے دین کو جادو کا ایک کرشمہ سمجھ لیا ہے حالانکہ دین سارے کا سارا حقیقت ہے اس میں کوئی جادوئی بات نہیں ہے۔ سارے کا سارا حق ہے حقیقت ہے۔ اگر یہ فلسفہ بھی سمجھ میں آجائے تو زندگی کے بڑے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

دعا کرنے کا سلیقہ ہے اب ہم کہتے ہیں جی دعا کردو ہو جائے گی دعا تو اپنی جگہ ٹھیک ہے دعا کرنی چاہئے لیکن دعا کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کو اولاد چاہئے تو وہ شادی کرے اور اس کے بعد دعا کرے کہ اللہ مجھے نیک بیٹا دے اگر شادی نہیں کرتا دعا کرتا ہے تو کیا یہ گستاخی نہیں ہوگی، تمسخر نہیں ہوگا، دعا کے ساتھ مذاق نہیں ہوگا؟۔ اسی طرح عملی زندگی میں جب ہم عمل نہیں کرنا چاہتے، جب ہم محنت نہیں کرتے جب ہم جائز وسائل اختیار نہیں کرتے اور کہتے ہیں دعا کرو ہو جائے گا تو یہ دعا کا تمسخر ہے۔

سب سے بڑا معرکہ حق و باطل اور انقلاب کا پہلا پتھر، معرکہ بدر ہے صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے فتح ہوا، سب سے بڑا ہتھیار جو وہاں ایٹم چلا جو میزائل داغا گیا وہ تھا حضور نبی کریم ﷺ کی دعا جو آپ ﷺ نے عریش بدر میں کی ایک جھونپڑا جو حضور ﷺ کے لئے بنا دیا گیا تھا جب دعا ہی کرنی تھی تو حضور ﷺ مدینے میں بیٹھے دعا فرما دیتے اللہ قبول فرما لیتا لیکن دعا کا سلیقہ سکھایا حضور ﷺ نے۔ اپنے خدام کو لیکر ڈیڑھ سو کلو میٹر سفر کیا رمضان المبارک میں۔ غیر مسلح تھے تھوڑا اسلحہ تھا تھوڑا لباس تھا تھوڑا کھانا تھا لیکن صف بندی کی اپنی اپنی جگہ ہر ایک کو کھڑا کیا راشن تقسیم ہوا پانچ پانچ کھجوریں فی کس آئیں۔ کیسے کیسے عجیب لوگ تھے۔

ایک صحابی نے پانچ کھجوریں لیکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں آج کے دن کھیت رہا تو کیا میں جنت جاؤں گا؟ فرمایا، بیشک! اس نے وہ کھجوریں کسی دوسرے کو دے

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیں لو تم کھاؤ میں وہاں جا کر کھاؤں گا میں یہاں سے پیٹ بھر کر نہیں جاؤں گا وہیں جا کر کھاؤں گا۔ اور وہ ایسا کریم ہے کہ وہ شہید ہوا۔ بھئی جب دعا سے کام ہونا تھا تو ایسے بے مثل لوگوں کو شہید کرانے کی کیا ضرورت تھی، سفر کی صعوبتیں خود آقائے نامدار ﷺ کو برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہی دعا کا طریقہ حضور ﷺ نے بتایا کہ جو تمھارے لئے ممکن ہے جائز وسائل وہ اختیار کرو اور اللہ سے دعا کرو کہ بار الٰہا! تو نے کرنا ہے میں تو تیرے حکم کی تعمیل میں جو ممکن ہے وہ کر رہا ہوں۔

تو ہم نے دین کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی کہ دین کو ایک mystry یا جادو کا کرشمہ سمجھ لیا کہ ہم مسلمان ہیں سارا کام خود بخود ہو جائے گا دین پہ محنت کرو نمازیں پڑھو خود بخود ہو جائے گا۔ بھئی نمازیں پڑھو تو نمازیں ہی پڑھی جائیں گی باقی کام خود بخود کیسے ہو جائے گا؟ کھیت میں ہل چلانا ہے تو نمازیں پڑھنے سے کیا کھیت میں ہل چل جائے گا؟ وہ تو چلانا پڑے گا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ سے کسی نے شکایت کی تنگ دستی کی اور بتایا میں اتنے وظیفے پڑھتا ہوں آپؓ نے فرمایا تیرا خیال ہے کہ یہ وظیفے آٹے کی بوریاں آسمان سے پھینکوائیں گے اللہ سے ایسا نہیں ہو گا تجھے مزدوری کرنا پڑے گی غلہ خریدنا پڑے گا پسوانا پڑے گا پکا کر کھانا پڑے گا وظیفے کرنے سے آسمان سے آٹے کی بارش نہیں ہوگی۔

تو دین یہ ہے، دین کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ وہ محبت وہ تعلق پیدا ہو جائے جس میں اپنے نہ ہونے کا یقین ہو جائے، اپنے کچھ نہ ہونے کا اعتبار آ جائے، اپنی حیثیت کی نفی ہو جائے اور زندگی رہ جائے تعمیل ارشاد کیلئے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

حکم ملے کھڑا ہونا ہے کھڑا ہو جائے، حکم ملے بیٹھنا ہے بیٹھ جائے، جینا ہے جیتا رہے مرنا ہے مر جائے۔ پھر فرمایا میرا حساب یہ ہے، مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا جو میری اطاعت کرے گا وہ جتنی نیکی کرے گا اس سے بے حساب زیادہ پائے گا اس سے کئی گنا بڑھا کر دے گا۔

وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ اور برائی کرے گا. فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ تو بدکاروں کو جو برائی وہ کرتے تھے اسی کا بدلہ ملے گا یعنی اسے دس گنا بیس گنا نہیں کروں گا۔ لیکن یہ اور بات کہ نافرمانی کس کی ہے سزا اس کے حساب سے ہوگی۔

ایک بندہ ایک تھانیدار کی بات نہیں مانتا دوسرا ایک مجسٹریٹ کی نہیں مانتا تیسرا ایک ہائی کورٹ کے جج کی نہیں مانتا چوتھا سپریم کورٹ کے جج کو کہتا ہے میں تیری بات نہیں مانتا، بات ایک ہی تھی، جملہ ایک ہی تھا ایک تو تھانیدار کہتا ہے بیٹھ جاؤ وہ کہتا ہے نہیں بیٹھتا۔ ایک اے۔سی نے یا عدالت نے کہا بیٹھ جاؤ کہتا ہے نہیں بیٹھتا۔ ایک کو ہائی کورٹ کے جج نے کہا بیٹھ جاؤ کرسی پر وہ کہتا ہے نہیں بیٹھتا، ایک کو سپریم کورٹ نے حکم دیا کرسی پر بیٹھ جاؤ وہ کہتا ہے نہیں بیٹھتا۔ جرم ایک جیسا ہی ہے لیکن کیا سزا ایک جیسی ہو گی، شاید تھانیدار کی بات نہ ماننے کی کوئی پرواہ ہی نہ کرے لیکن عدالت کی بات نہ ماننے پر وہ اپنی حیثیت کے مطابق سزا دے گا تو ہتک عدالت کی۔ اے۔سی کی اپنی ایک جیورسڈکشن ہے ایک حد ہے جہاں تک وہ دے سکتا ہے، ہائی کورٹ کی اپنی سپریم کورٹ کی اپنی ہے۔

بات چھوٹی بڑی کی نہیں ہے کہ چھوٹی سی نافرمانی ہے بات یہ ہے کہ نافرمانی کس کی ہے۔ اگر اللہ کی ہے تو پھر سزا اس حساب سے ہوگی۔ فرمایا : جو برائی کرے گا اس کی برائی کو بڑھاؤں گا نہیں، سزا اتنی ہی دوں گا جتنی وہ برائی کرے گا لیکن وہ نافرمانی وہ برائی جو ہے وہ نافرمانی کس کی ہے سزا اس حساب سے ہوگی لہٰذا برائی کو کبھی چھوٹا نہ سمجھا جائے گناہ کو کبھی حقیر تصور نہ کیا جائے، خطا کبھی معمولی نہیں ہوتی سوائے توبہ کے رجوع الی اللہ کے اس کا کوئی مداوا نہیں ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے سب سے بڑی جزا و سزا یہ ہے کہ اہل جنت اللہ کا دیدار کریں گے، اللہ کے کلام سے لطف اندوز ہوں گے اور اہل دوزخ کو دیدار نصیب نہ ہو گا۔ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ کبھی اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا۔ آگ میں جلنے کا عذاب بڑا شدید پھر دوزخ کی آگ بڑی شدید پھر دوزخ کے مختلف عذاب بڑے شدید لیکن شاید اللہ اگر وعدہ فرماتے کہ کبھی سال میں دو سال میں دس سال میں ایک بات تمھاری سن لوں گا تو اس عذاب کو بھی جھیل جاتے، اس آسرے پہ شاید اس عذاب میں بھی وہ قوت نہ رہتی مگر ادھر سے جواب دے

دیا۔ لیکن منبنہ اللہ اللہ ان سے کبھی کلام نہیں فرمائے گا۔ یہ محرومی سب سے بڑا عذاب ہے۔ اور جنت تو ایک رہنے کا گھر ہے اس میں اصل مزا تو جمال الٰہی کا اور خطاب الٰہی کا ہے وہ ہر ایک کو حسب مراتب نصیب ہوگا کبھی کسی کو دس سال میں ایک مرتبہ کسی کو سال میں ایک مرتبہ کسی کو مہینے میں کسی کو ہفتے میں اور کسی کو حضورِ دوام نصیب ہوگا اپنا اپنا جوں جوں جس کا مرتبہ ہے جہاں جہاں کوئی ہوگا۔

تو میرے بھائی! یہ سارا رگڑا جو پڑھاتے ہو تا یہ اس بات کو ذرا برابر کرو کہ میں پڑھتیں ہوں وہ سب پڑھو یہ بات بھی پتے باندھ لو کہ دین کرشمہ سازی نہیں ہے دین عملی زندگی کا نام ہے۔ عمل کرنے کا نام ہے۔ رزق کمانے کا نام ہے دوسروں کی خیرات پہ پلنے کی بجائے محتاجوں کی مدد کرنے کا نام ہے۔ عملی زندگی میں تعلیم حاصل کرو، دنیوی فنون حاصل کرو سائنس سمجھو، میڈیکل پڑھو، انجینئرنگ سمجھو بہتر سے بہتر شعبے کی تعلیم حاصل کرو اور اس میں بجائے دنیا کی تباہی کے لوگوں کے امن کے اسباب اور وسائل پیدا کرو، لوگوں کی حیات پیدا کرو۔

مغرب سے تم امن کے لئے بڑے بڑے ہتھیار بنا رہے ہیں تم اتنی ترقی کرو کہ جن دواؤں سے لوگ مر رہے ہیں ان کا توڑ پیدا کرو ان بموں سے بچاؤ کا کوئی توڑ پیدا کرو۔ اپنے علم کو اپنے تجربے کو اپنے فن کو ان بلندیوں سے تک لے جاؤ اور یہ اللہ کی اطاعت کے لئے کروگے تو تمہارا سائنس پڑھنا بھی دین ہوگا اور اپنی بڑائی کے لئے پڑھوگے تو قرآن پڑھنا بھی منافقت ہوگا۔

ایک آدمی قرآن پڑھ رہا ہے پڑھ اس لئے رہا ہے کہ لوگ اسے بڑا پارسا سمجھیں تو اسی کو تو منافق کہتے ہیں اور ایک سائنس پڑھ رہا ہے کہ میں اللہ کے بندوں کی خدمت کرسکوں اس سے میرا اللہ اور اللہ کا حبیب ﷺ راضی ہو کوئی میڈیکل اس لئے پڑھ رہا ہے کہ میں اللہ کی رضا اس شعبے سے حاصل کروں اور محتاجوں غریبوں مفلسوں کے کام آؤں بیماروں کے کام آؤں، اس کیلئے وہی پڑھنا دین ہو جائے گا۔

سو میرے بھائی! اسلام کو اور خصوصاً تصوف کو جادوگری نہ سمجھو۔ سب سے زیادہ باعمل وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں نورِ قلبی نصیب ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں دین کو سمجھنے کی، اس پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے، ہماری خطائیں معاف فرمائے۔

امیر محمد اکرم اعوان کے
خطبات سے اقتباسات
پر مشتمل نئی کتاب
شائع ہو چکی ہے

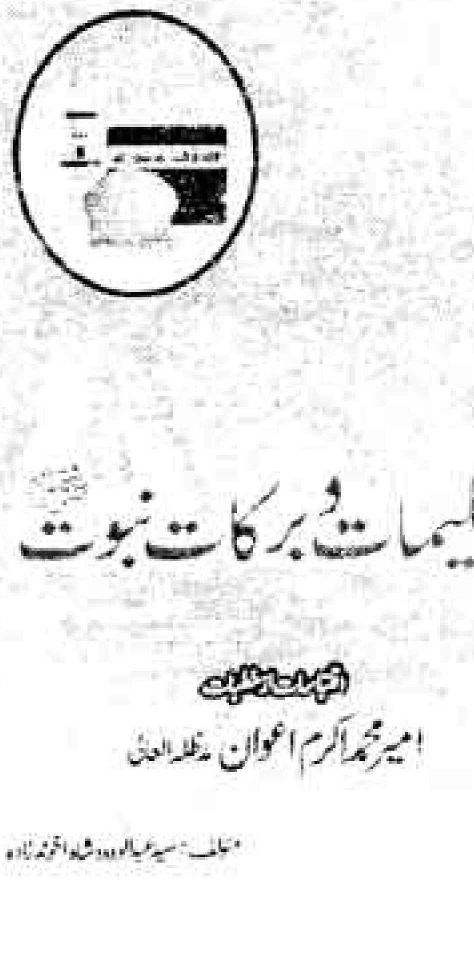

قیمت : 150 روپے
ساتھیوں کیلئے رعایتی قیمت : 100 روپے

منگوانے کا پتہ
الخیر
الخیر پبلیکیشنز
اے ٹی ایم بلڈنگ بل کریاں، سمندری روڈ فیصل آباد۔ فون: 041-668819(92)

www.naqshbandiaowaisiah.com

مراسلات

☆ سیکرٹری جنرل انجمن آستان فضل، سرگودھا نے حضرت جی کو ان کی دینی، علمی اور روحانی خدمات پر ہدیۂ تبریک پیش کیا ہے اور ان کے تعاون و مدد پر تشکر و امتنان کا اظہار کیا ہے۔

☆ بلال خان نے دبئی سے لکھا ہے کہ گذشتہ دنوں پہلی مرتبہ "المرشد" پڑھنے کا اتفاق ہوا جس سے میرے علم و آگہی میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ حضرت جی کی تقریریں ایمان کی پختگی اور مقصدِ حیات کی طرف لاتی ہیں۔ مجھے شدت سے ایک ایسے ہی رہنما کی تلاش تھی۔

بلال صاحب! آدمی خلوص سے کوشش کرے تو منزل قریب آجاتی ہے۔ آپ کا خط حضرت جی کو بھجوا دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کو اب تک جواب مل گیا ہوگا۔

☆ پروفیسر (ر) محمد لطیف عباسی ممبر A-25 نے ہمیں لکھا ہے کہ انہیں ستمبر کا شمارہ نہیں ملا۔ براہِ کرم ایک کاپی بھجوا دیں۔

پروفیسر صاحب! ہمیں افسوس ہے کہ آپ کو ستمبر کا شمارہ نہیں ملا، ہم نے لاہور آفس کو لکھ دیا ہے۔ امید ہے اب تک آپ کو ستمبر کا شمارہ مل چکا ہوگا۔

☆ جانباز قاسم، پھالیہ نے اپنے خط میں زور دیا ہے کہ ماہنامہ کے مواد میں اضافہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مختلف پروپوزل بھی دیئے ہیں، انہوں نے المرشد کے کچھ صفحات انگلش کیلئے مختص کرنے کی تجویز بھی دی ہے۔

جانباز صاحب! المرشد میں مواد میں اضافہ کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جاتا ہے۔ اسی کے پیشِ نظر ہم نے فونٹ باریک کر کے اس ضرورت کو پورا کرنے کی ایک دفعہ کوشش کی تھی۔ مگر بہت سے ساتھیوں نے اپنی بصارت کی کمزوری کے پیشِ نظر اسے پڑھنے میں دقت کا اظہار کیا تھا اس لئے فونٹ کو دوبارہ موٹا کرنا پڑا اور اس کمی کو پورا کرنے کیلئے صفحات میں اضافہ کیا۔ آپ کی دیگر تجاویز زیرِ غور ہیں۔

☆ فتح محمد ولد غلام محمد صاحب نے کچھ سوالات بھیجے ہیں جو کہ حضرت کی خدمت میں روانہ کردیئے گئے ہیں۔ امید ہے انہیں براہ راست ان کے جوابات مل جائیں گے۔

☆ نورزماں اویسی نے "شیرو" سے لکھا ہے کہ ان کی زبان پر فالج کا حملہ ہوگیا ہے انہوں نے ساتھیوں سے صحت کی دعا کیلئے لکھا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔

☆ آصف اقبال اویسی نے راولپنڈی سے ایک نظم بھیجی ہے۔ ملاحظہ ہو:

کب برسے گا تنِ خشک پہ کوئی جھومتا ساون
کب تلک تیری جدائی کی یہ آگ جلے گی

☆ افتخار احمد لاہور سے اپنی نظم میں لکھتے ہیں

اطاعت امیر چاہتا ہوں
اطاعت حق چاہتا ہوں

☆ مس شازیہ زاہد نے عبدالحکیم سے چار نظمیں بھجوائیں ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

جب دیکھا رخ عالیؐ اک عجب کلی دل کی کھلی
سراجاً منیراً بیشک انہی کی ذات
دور کر دیتے ہیں اشک میرے دل کا سارا غبار
ساون جیسی بارش میری آنکھیں برسا جاتی ہیں
نہ دم پھونکنے کی خواہش نہ ہی کوئی تعویز کی
مجھے طلب ہے بس اپنے ہی حبیبؐ کی
خوش آمدید اے بابرکت ماہِ رمضان
تجھ میں اترا تھا عرش سے پاک قرآن

درخواست برائے دعائے مغفرت

رانا احمد نواز (گوجرہ والے) کی ممانی اور خالہ جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد اصغر (بورے والا) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

عبدالحمید چھینہ ایڈووکیٹ کی نانی جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

مختار احمد (کہروڑ پکا۔لودھراں) کی اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی حاجی محمد عارف (فیصل آباد والے) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

رائے منظور حسین (فیصل آباد والے) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

غلام مصطفیٰ (سمندری ضلع فیصل آباد والے) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

نذیر احمد مرزا (ابوظہبی) ساکن تاج پورہ سکیم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

ماسٹر ظفر احمد (مرید کے) کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

حاجی لطیف صاحب (اویسیہ سوسائٹی) کے جوان برخوردار غلام مرتضیٰ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

فیصل آباد (نیا موآنہ) کے ساتھی محمد عیسیٰ کی بیٹی قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

محمد کفیل گل کے سسر حاجی محمد بشیر اعوان قضائے الٰہی سے سے وفات پا گئے ہیں۔

قارئین کرام سے ان سب کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔